ذوالفقار علی بھٹو

ولادت سے شہادت تک

سجاد بخاری

ذوالفقار علی بھٹو

ولادت سے شہادت تک

سجاد بخاری

فکشن ہاؤس
۱۸۔ مزنگ روڈ، لاہور

www.bhutto.org

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب = ذوالفقار علی بھٹو ولادت سے شہادت تک

مصنف = سجاد بخاری

پبلشرز = فکشن ہاؤس

۱۸ مزنگ روڈ لاہور فون ۷۴۳۰ ۷۲۳، ۷۲۴۹۲۱۸

پرنٹرز = زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ = شاہد بابو، وحید النیاز

سرورق = ریاظ

تزئین = محمد الیاس

اشاعت اول = اکتوبر ۱۹۹۳ء

اشاعت دوم = اپریل ۱۹۹۴ء

اشاعت سوم : اکتوبر 1994ء

قیمت : Rs 250

www.bhutto.org

انتساب

بھٹو شہید کے جانثاروں کے نام!

www.bhutto.org

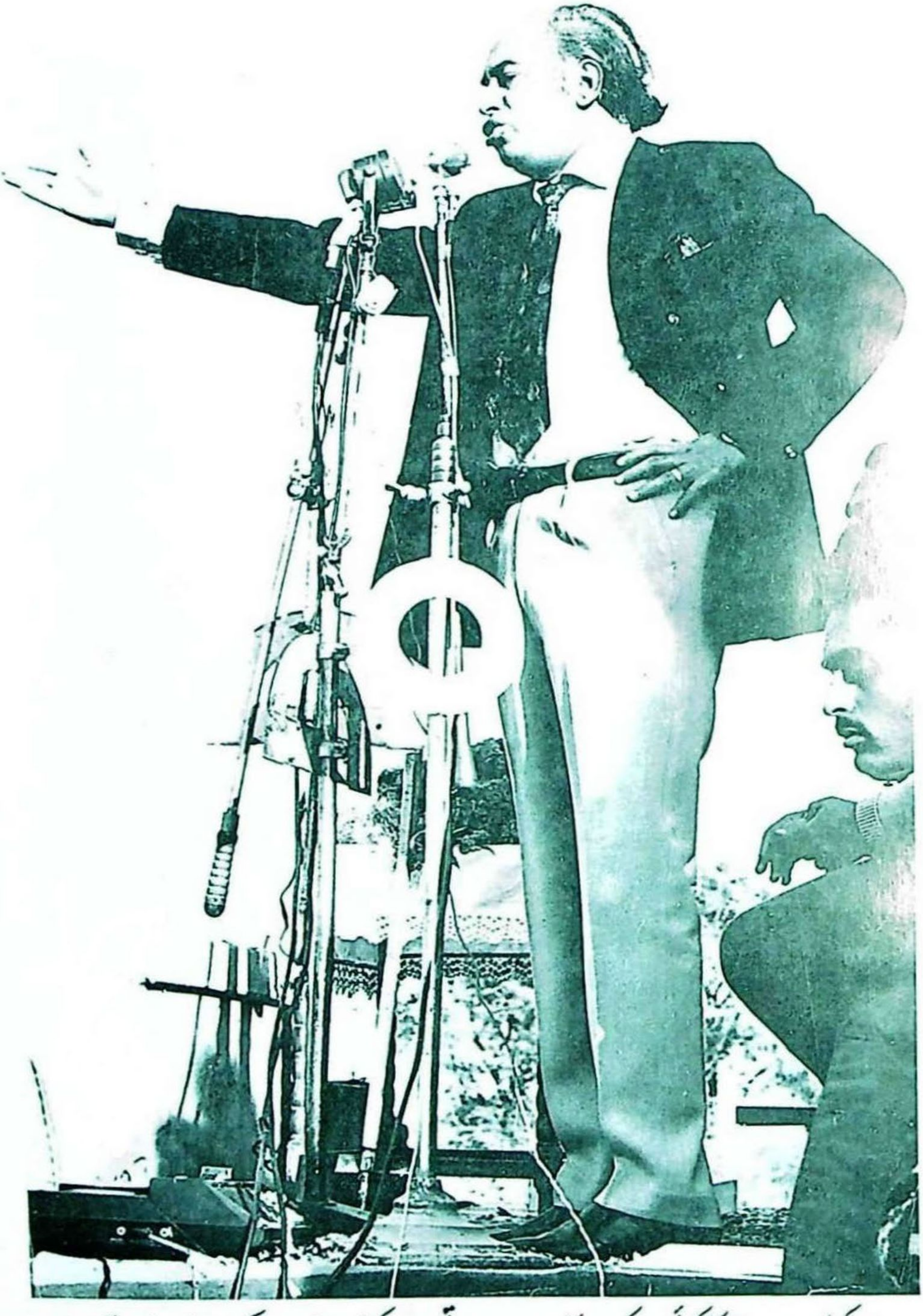

رستہ کہاں سورج کا کوئی روک سکا ہے   ہوتی ہے کہاں رات کے زنداں میں سحر بند

www.bhutto.org

جان دے دی اور حیات جاوداں کو پالیا
نقش جو چھوڑے ہیں تم نے بس وہی پائندہ ہیں

www.bhutto.org

جیو ہماری طرح سے مرو ہماری طرح

www.bhutto.org

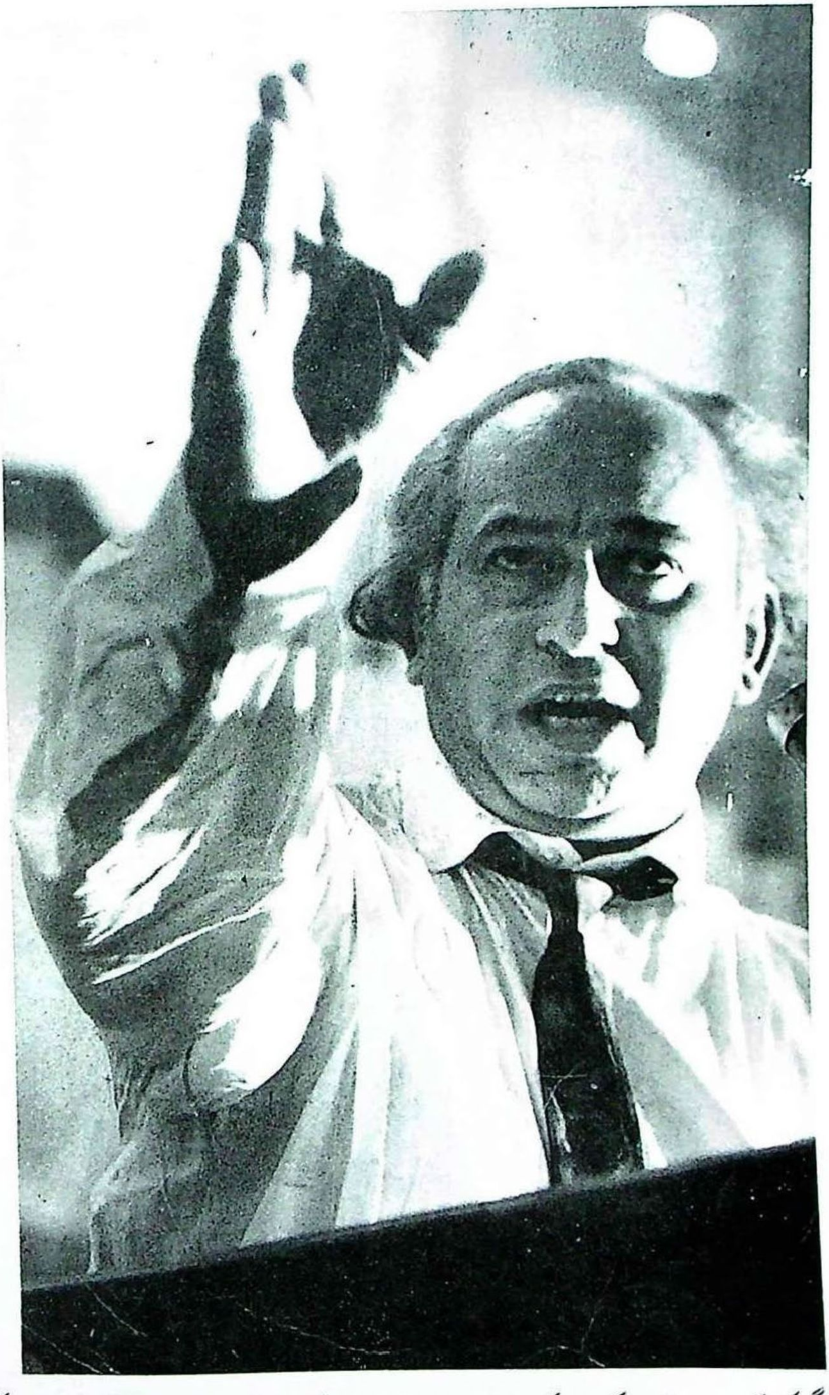

تو زندگی کی آس ہے تو دھڑکنوں کے پاس ہے - ترا ہر ایک لفظ ہے چراغ راہ زندگی

www.bhutto.org

صداقت سے جینے کا فن دے گیا .... ہمیں زندگی کی لگن دے گیا

www.bhutto.org

جناب بلند ایجویت نے بحیثیت وزیراعظم ترکی مارشل لاء حکومت سے کہا تھا "جناب بھٹو کی سزائے موت ختم کردی جائے۔ ہم ایسے عالمی رہنما کو اپنے ملک میں قیام کی تمام سہولتیں فراہم کریں گے" منصف سجاد بخاری بلند ایجویت کے ہمراہ۔ فرخ سہیل گوئندی بھی موجود ہیں

www.bhutto.org

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم ...... جو چلے تو جاں سے گزر گئے

www.bhutto.org

ستمگروں کے ستم کے آگے نہ سر جھکا ہے نہ جھک سکے گا
ہے کس کی گردن پر خونِ ناحق یہ فیصلہ لوگ ہی کریں گے

www.bhutto.org

فہرست

پیش لفظ	۱۵
لاڑکانہ اور کال کوٹھری	۱۷
قائداعظم کے نام بھٹو کا خط	۲۳
قانون کے پروفیسر ذوالفقار علی بھٹو	۲۹
وزیرخارجہ ذوالفقار علی بھٹو	۳۳
وزیرخارجہ بھٹو کی یاداشتیں	۴۳
انقلابی جدوجہد کا آغاز	۴۹
پاکستان پیپلزپارٹی کا قیام	۵۷
صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو	۷۱
ذوالفقار علی بھٹو اور روزنامہ مساوات	۹۵
بھٹو حکومت ۵ سال ۶ ماہ ۱۵ دن	۱۰۳
بھٹو جیل میں (پہلی بار گرفتاری)	۱۵۷
بھٹو جیل میں (دوسری بار گرفتاری)	۱۶۳
بھٹو جیل میں (تیسری بار گرفتاری)	۱۶۹
بھٹو شہید کی آخری پریس کانفرنس	۱۷۱
بھٹو جیل میں (چوتھی بار گرفتاری)	۱۷۷
سنٹرل جیل راولپنڈی میں ایام اسیری	۱۸۳

www.bhutto.org

جنرل ضیاء نے بھٹو کے قتل کا فیصلہ کرلیا تھا	۱۹۳
بھٹو کو یقین تھا کہ انہیں زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا	۲۰۱
بے نظیر بھٹو کے نام آخری خط	۲۰۷
صدر فرانس کے نام بھٹو کا آخری خط	۲۳۱
بھٹو، نپولین اور جنرل ڈیگال	۲۳۷
سپریم کورٹ میں بھٹو کا آخری بیان	۲۴۳
سزائے موت پر عالمی رہنماؤں کا ردعمل	۲۷۵
بھٹو کی زندگی کی آخری رات	۲۸۵
ڈیتھ سیل ڈائریز	۲۹۷
خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا	۳۰۳
حوالہ جات	۳۱۱

www.bhutto.org

پیش لفظ

جناب ذوالفقار علی بھٹو جب سے پاکستان کی سیاست میں عملی طور پر شریک ہوئے ہیں، وہ پاکستان کی سیاست کا "محور" رہے ہیں، آج بھی پاکستان کی تمام سیاست جناب بھٹو کے گرد گھومتی ہے۔ پاکستان میں آج جتنے بھی سیاست دان سرگرم عمل ہیں ان کی شناخت کے لئے انہیں صرف دو نام دیئے جاسکتے ہیں۔

(۱) بھٹو کے حامی سیاستدان

(۲) بھٹو کے مخالف سیاستدان

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کی سیاست پر ایسے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں جنہیں ماہ و سال کی گرد دھندلا نہیں سکی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جناب بھٹو سے محبت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے کمی نہیں، اگرچہ ان کے مخالفین جنہوں نے انہیں جبراً اقتدار سے محروم کیا اور برس ہا برس تک ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بنے بیٹھے رہے ہر ممکن کوشش کرتے رہے کہ عوام کے ذہنوں پر سے جناب بھٹو کی سحر انگیز شخصیت کا اثر زائل کیا جائے اور عوام کے دلوں پر ان کی حکمرانی کو ختم کیا جائے...... اس مقصد کے لئے "بھٹو دشمنوں" نے نہ صرف پاکستان اور دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے جناب بھٹو کی کردار کشی کی زبردست مہم چلائی بلکہ انہیں نواب محمد احمد خان آف قصور جس نے انگریز دور میں ہندوستان کے عظیم حریت پسند بھگت سنگھ کو پھانسی دلوائی تھی کے قتل کے مقدمہ میں ملوث کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان دشمنوں کا خیال تھا کہ بھٹو کو جسمانی طور پر ختم

کر دینے سے عوام کچھ عرصہ بعد خود بخود اپنے اس عظیم قائد کو بھول جائیں گے، مگر ان عاقبت نااندیشوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بھٹو اپنے وعدے کے پکے تھے اور انہوں نے اپنے عوام سے وعدہ کرر کھا تھا۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

پاکستان کی تاریخ کا یہ آفتاب آج بھی دنیائے سیاست کو اپنی کرنوں سے منور کر رہا ہے ...... ہر قسم کے سیاہ بادل اور کالی گھٹائیں ان کرنوں کو عوام تک پہنچنے سے نہیں روک سکیں اور آنے والے دنوں میں بھی ان کرنوں سے دبستان سیاست جگمگاتا رہے گا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت، کردار اور کارناموں پر اب تک کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں تاہم ذوالفقار علی بھٹو اتنا بڑا عنوان ہے کہ جس کے تحت ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ اب تک جناب بھٹو پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں انہیں پڑھنے کے بعد بھی تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے ...... زیر نظر کتاب "ذوالفقار علی بھٹو ولادت سے شہادت تک" شائع کرنے کا مقصد اس تشنگی کو کم کرنا ہے۔

سجاد بخاری
ستمبر ۱۹۹۳ء
لاہور

www.bhutto.org

لاڑکانہ اور کال کوٹھڑی

جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۸ء کو لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جناب سر شاہنواز اور والدہ لیڈی خورشید تھیں۔ جناب بھٹو نے ابتدائی تعلیم لاڑکانہ میں حاصل کی۔ پھر بمبئی چلے گئے۔ اور وہاں کیتھڈرل سکول میں داخلہ لیا۔ اسی سکول میں پیلو مودی سے دوستی ہوئی۔ جنہوں نے شملہ کانفرنس کے بعد "ذولفی میرا دوست" نامی کتاب لکھی۔ جناب بھٹو ۱۹۴۶ء میں امریکہ چلے گئے۔ جہاں انہوں نے سیاسیات، جیورس پروڈونس اور بین الاقوامی قانون کی تعلیم کے لئے کیلی فورنیا یونیورسٹی کی لاس اینجلس برانچ میں داخلہ لیا۔ یہاں سے سیاسیات میں بی اے آنرز کیا۔ ۱۹۵۰ء میں مزید تعلیم کے لئے انگلستان چلے آئے۔ اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے کرائسٹ کالج میں داخلہ لیا۔ انہوں نے تین سالہ کورس دو ہی سالوں میں مکمل کر لیا۔ حالانکہ جو مضامین انہوں نے لے رکھے تھے۔ ان میں رومن لاء لاطینی زبان میں پڑھنا اور اس میں پاس ہونا ضروری تھا۔ جناب بھٹو نے اس یونیورسٹی سے ۱۹۵۶ء میں ایم اے سیاسیات کی ڈگری حاصل کی۔ پھر بار یٹ لاء کا امتحان پاس کرنے کے بعد انگلستان کی ساؤتھیمپٹن یونیورسٹی میں بین الاقوامی قانون کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس وقت تک ایشیاء کے کسی مسلمان کو اس عہدہ پر کام کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اس دوران انہیں اپنے والد محترم سر شاہنواز بھٹو کی بیماری کی اطلاع ملی۔ چنانچہ بھٹو نومبر ۱۹۵۳ء کو وطن لوٹ آئے۔ پاکستان واپس آکر انہوں نے سندھ مسلم لاء کالج کراچی میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۵۶ء میں صدر سکندر مرزا نے اقوام متحدہ جانے

والے وفد میں ان کا نام شامل کیا۔ مگر وہ وہاں نہ جا سکے۔ تاہم ۱۹۵۷ء میں اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کی اس وقت جناب بھٹو کی عمر صرف ۲۹ سال تھی۔ مارچ ۱۹۵۸ء میں بحری سرحدوں کے سلسلہ میں سوئٹزر لینڈ کے دارالحکومت جنیوا میں ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا۔ ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ملک میں مارشل لاء لگ گیا۔ اور جناب بھٹو کی قابلیت اور ذہانت سے متاثر ہو کر جنرل ایوب خان نے انھیں اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو انھوں نے معدنیات کے وزیر کی حیثیت سے اپنے عہدہ کا حلف اٹھایا۔ ۱۹۶۰ء میں انھیں امور اقلیت قومی تعمیرات اور اطلاعات کی وزرات بھی دے دی گئی۔ اگست ۱۹۶۰ء میں معدنیات کی تلاش کے لئے روس سے معاہدہ کیا جولائی ۱۹۶۱ء میں ایک کروڑ روپے کے سرمائے سے معدنیات اور گیس کی ترقی کی کارپوریشن قائم کی۔ نومبر ۱۹۶۲ء میں کراچی میں تیل صاف کرنے کا جدید ترین کارخانہ قائم کیا۔ جب ۱۹۶۱ء میں نہرو نے کشمیر میں جارحیت کا الزام لگایا تو جناب بھٹو نے اس کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور مسئلہ کشمیر پر پاکستانی موقف کی حمایت کے لئے چین، برطانیہ، مصر اور آئرلینڈ کے کامیاب دورے کئے۔ ۲۳ جنوری ۱۹۶۳ء کو وزیر خارجہ محمد علی بوگرہ کے انتقال پر جناب بھٹو کو قائم مقام وزیر خارجہ بنایا گیا۔ تاہم ایک ہی ماہ کے اندر انہیں مستقل وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء کو چین کی سرحد بندی کے مذاکرات کے لئے پیکنگ گئے۔ کامیاب مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں چین نے پاکستان کو ۷۵۰ مربع میل متنازعہ علاقہ دے دیا۔ پوری دنیا میں اس واقعہ کا بہت چرچا ہوا۔ اور بھٹو کی کامیاب خارجہ پالیسی کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو معاہدہ تاشقند پر دستخط ہوئے۔ ایوب خان نے میدان میں جیتی ہوئی جنگ میز پر ہار دی۔ پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔ چنانچہ بھٹو نے بددل ہو کر ۱۶ جون ۱۹۶۶ء کو وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور رابطہ عوام مہم شروع کر دی۔ ۲ جون ۱۹۶۷ء کو گول باغ لاہور میں جلسہ کرنے کا اعلان کیا۔ حکومت نے جلسہ روکنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر لوگ پھر بھی جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ حکومت نے منصوبہ بنایا تھا۔ کہ بھٹو کو یہاں قتل کر دیا جائے۔ اسٹیج پر حکومت کے کارندوں نے حملہ کر دیا۔ مگر رکشہ ڈرائیور روشن علی بھٹو کو وہاں سے نکال لے گیا۔

www.bhutto.org

بھٹو خاندان کا شجرۂ نسب

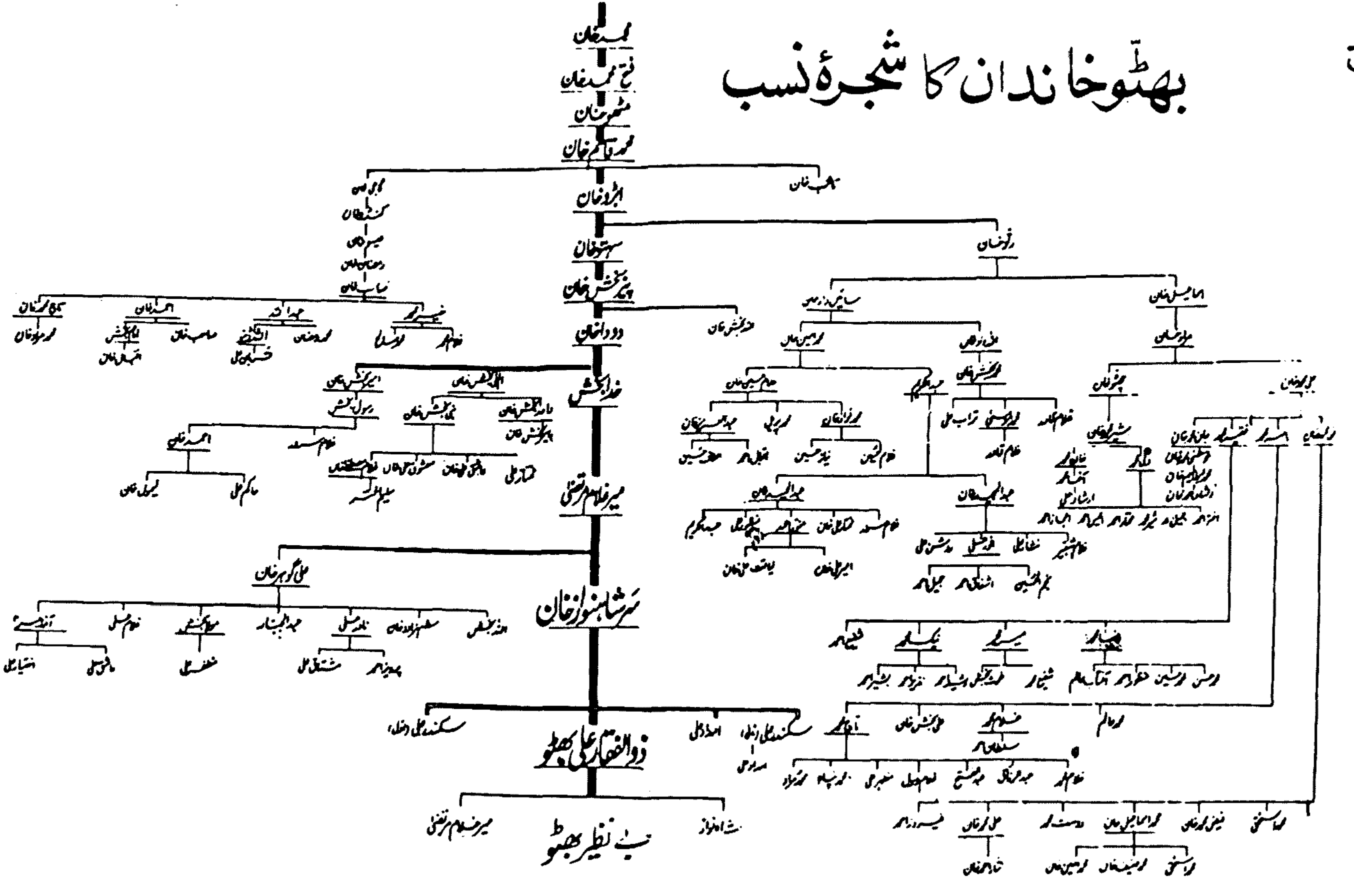

www.bhutto.org

۳۰ نومبر ۱۹۶۷ء کو لاہور میں ڈاکٹر مبشر حسن کی قیام گاہ پر ایک ملک گیر کنونشن کے دوران جناب بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۶۸ء کو لاہور میں پی پی پی پنجاب آفس کا افتتاح کیا۔ ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو جناب ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ سے پولیس نے جناب بھٹو کو گرفتار کر لیا۔ اس گرفتاری کے خلاف پورے ملک میں احتجاج ہوا۔ ہر شہر میں جلسے ہوئے۔ اور حکومت سے نفرت کا اظہار کیا گیا۔ ابتدائی طور پر بھٹو کو میانوالی جیل میں رکھا گیا۔ جنوری ۱۹۶۹ء کو میانوالی جیل سے نکال کر ساہیوال جیل منتقل کر دیا گیا۔ یکم فروری کو جیل سے نکال کر گھر لاڑکانہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۴ فروری کو عوامی دباؤ میں آکر حکومت نے ملک سے ہنگامی حالت ختم کرنے کا اعلان کیا۔ اس طرح ۱۸ فروری کو جناب بھٹو کی رہائی عمل میں آئی۔ جناب بھٹو نے آمریت کو آخری ضرب لگانے کیلئے رابطہ عوام مہم تیز کر دی۔ نیتجتاً ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور جنرل یحییٰ خان نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اور ملک میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔

دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے زبردست کامیابی حاصل کر لی۔ جبکہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کو بھرپور کامیابی ملی۔ جنرل یحییٰ خان کا فرض تھا کہ وہ انتخابات کے بعد فوراً اقتدار منتخب نمائندوں کو سونپ دیتے۔ مگر ہوس اقتدار نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا۔ نیتجتاً ملک بحرانوں کو نظر ہونا شروع ہو گیا۔ اور بالا آخر ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ملک دولخت ہو گیا۔ اب جنرل یحییٰ خان اور ان کے حواریوں میں یہ حوصلہ نہ تھا۔ کہ وہ عوام کے شدید اور غم و غصہ سے بھرے ہوئے جذبات کے آگے ٹھہر سکتے۔ مجبوراً وہ اقتدار سے بھاگ نکلے۔ اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ملک کی باگ دوڑ سنبھالنا پڑی۔ جناب بھٹو نے اقتدار میں آنے کے بعد نہ صرف عوام کے حوصلے بلند کئے اور پاکستان کو مستحکم بنایا۔ بلکہ اسے بین الاقوامی برادری میں ایک قابل احترام مقام بھی دلایا۔ ۴ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء کی قیادت میں فوج نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ جناب بھٹو کو گرفتار کر کے مری لے جایا گیا۔ ۲۴ روز بعد ۲۸ جولائی کو رہائی ہوئی۔ ۲ ستمبر ۱۹۷۷ء کو نواب احمد خاں کے مقدمہ قتل کے سلسلہ میں پھر گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۹ ستمبر کو جوڈیشنل ریمانڈ پر جیل بھیج دیا گیا۔ ہائی کورٹ میں مولوی مشتاق حسین سمیت پانچ ججوں پر مشتمل بینچ نے مقدمہ کی سماعت کی۔

صوبہ سرحد کے دورہ کے دوران جناب بھٹو عوام سے خطاب کر رہے ہیں

www.bhutto.org

مولوی مشتاق حسین جناب بھٹو سے ذاتی عناد رکھتے تھے۔ اور انہیں سخت ناپسند کرتے تھے۔ جنرل ضیاء نے مولوی مشتاق کو چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے ساتھ ساتھ پاکستان کا چیف الیکشن کمشنر بھی مقرر کر دیا۔ مولوی مشتاق اہم عہدوں پر تعیناتی کے باعث جنرل ضیاء کے احسان مند بھی ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے جناب بھٹو کے مقدمہ کی سماعت جنرل ضیاء کی خواہش کے مطابق کی۔ اور جناب بھٹو کے بارے میں ایسے ریمارکس بھی دیئے۔ جو بھٹو صاحب کے لئے انتہائی اذیت ناک اور ناقابل برداشت تھے۔ جناب بھٹو کے لئے مولوی مشتاق کی نفرت جناب بھٹو کے لئے سزائے موت کے اعلان پر منتج ہوئی۔ مولوی مشتاق نے ۱۸ مارچ ۱۹۷۸ء کو جناب بھٹو کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ سپریم کورٹ میں جناب بھٹو کے مقدمہ کی سماعت ۱۰ ماہ سے زائد عرصہ جاری رہی۔ سپریم کورٹ کے ۷ میں سے چار ججوں نے سزائے موت بحال رکھی۔ جبکہ تین جج صاحبان نے اس مقدمہ میں جناب بھٹو کو بے گناہ ثابت کرتے ہوئے بری کر دیا۔ سپریم کورٹ کے اکثریتی فیصلہ کو بنیاد بنا کر جناب بھٹو کو ۴ اپریل ۱۹۷۹ء رات ۲ بجے تختہ دار پر چڑھا دیا گیا "انا اللہ وانا الیہ راجعون"۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید نہ صرف ایک محبّ وطن پاکستانی، ایک عظیم انسان، ایک زیرک سیاستدان، بے مثال مقرر اور عوام کے انتہائی محبوب قائد تھے۔ بلکہ ایک بہترین مصنف بھی تھے۔ ان کی تحریر کردہ کتب میں مندرجہ ذیل بے حد مقبول ہوئیں۔

۱:۔ متھ آف انڈی پینڈنس۔
۲:۔ دی گریٹ ٹریجڈی۔
۳:۔ پاکستان کی سیاسی حالت۔
۴:۔ تیسری دنیا۔۔۔اتحاد کا تقاضا۔
۵:۔ اگر مجھے قتل کیا گیا۔
۶:۔ مائی ڈیرسٹ ڈاٹر۔

www.bhutto.org

شہید بھٹو کا قائداعظم کے نام خط

ڈیئر سر! چیری ویلے ہوٹل، مسوری، ۴۵ - ۴ - ۲۰

صوبہ سرحد میں جو سیاسی صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ اس نے مجھے اتنا جذباتی اور برانگیختہ کردیا ہے کہ میں اپنے قائد کو اس کے متعلق لکھنے کی جرات کر رہا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج مسلمانوں کو یہ محسوس کرلینا چاہئے کہ ہندو بنئے ہمارے ساتھ کبھی مخلص اور متحد نہیں ہوسکتے وہ ہمارے قرآن مجید اور ہمارے پیغمبر کے شدید ترین دشمن ہیں۔ یہ بھی اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ آپ ہی ہمارے قائد اور رہنما ہیں۔ جناب آپ نے ہمیں ایک پلیٹ فارم اور ایک جھنڈے تلے اکٹھا کیا ہے اور ہر مسلمان کا یہی نعرہ ہونا چاہئے۔ "پاکستان کی طرف بڑھو" "ہماری قسمت پاکستان ہے" ہماری منزل و مقصد پاکستان ہے۔ ہمیں آپ کی ذات میں ایک قابل رہنما مل گیا ہے۔ اب ہمیں کوئی بھی اپنی منزل مقصود کی طرف جانے سے نہیں روک سکتا ہم خود ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہندوستان ایک برصغیر ہے (جس میں دوسرے براعظموں کی طرح بہت سی قومیں آباد ہیں) چنانچہ ہمیں اپنے حقوق حاصل کرلینے چاہیں۔ میں حیران ہوں کہ شیخ محمد عبداللہ اور ان جیسے ڈاکٹر خان صاحب وغیرہ اپنے آپ کو مسلمان کیسے کہتے ہیں جب کہ انہوں نے کانگرس کی پالیسیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ میرا دل ڈوبنے لگتا ہے جب میں مسلم لیگ کے خلاف ان کی بے ہودہ تقریریں پڑھتا ہوں۔ کیا وہ اتنے ہی بے خبر ہیں یا ان کی حب الوطنی کا یہی تقاضا ہے؟

Clarendon Hotel
Mussoorie
26th 4 '45

letter to Quaid-e-Azam.

Dear Sir,

The political situation which has taken place in the Frontier has made me so sad and unhappy that I have found courage to write to my leader. It seems that the Musalmans of today are losing their fighting and martial spirit.

Musalmans should realize that the Hindus can never unite with us, they are the deadliest enemies of our Koran and our Prophet. We should realize that you are our leader, you have brought us under one platform and one flag, and the cry of every Musalman should be 'Pakistan'. Our destiny is Pakistan, our aim is Pakistan. We have a capable leader in you and nobody can stop us, we are a nation by ourselves and India is a subcontinent. Therefore we must have our rule.

How can Sheikh Mohammad Abdullah and others such as Dr. Khan Sahib call themselves Musalmans when they fall victims to the Congress policy. It breaks my heart when I read their stupid speeches against the League. Are they really so ignorant or is it their idea of politics?

It will take a million such Abdullahs in trying to convince us that our aim is wrong, even then they will not succeed, because they do not realize that you have inspired us and we are proud of you.

Being still in school I am unable to help in the establishment of our sacred land. But the time will come when I will even sacrifice my life for Pakistan. I belong to the province of Sind, undoubtedly Sind is another province which is causing trouble but InshaAllah the day will dawn when Sind will live for the better and play a vital part in our Pakistan.

Sir I fully realize that you are very preoccupied you might not even have the time to read the letter of a school boy. Leave alone replying it.

If you think that I am being very foolish then please forgive me but I simply had to write to you after reading those ignorant speeches of unpractical men.

I am,

Your Follower

Zulfikar Ali Bhutto

ہزاروں نہیں لاکھوں عبداللہ بھی مل کر ہم کو یقین نہیں دلا سکتے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ اپنا ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر بھی وہ اپنے مقصد ہیں کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ انہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ آپ سے ہم کس قدر متاثر ہیں اور ہمیں آپ پر کتنا فخر ہے۔

ایک طالب علم کی حیثیت سے میں ابھی اس قابل تو نہیں ہوں کہ مادر وطن قائم کرنے کے لئے کوئی مدد کر سکوں لیکن ایک وقت ایسا آئے گا کہ میں پاکستان کے لئے اپنی جان قربان کر دوں گا

میں صوبہ سندھ سے تعلق رکھتا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سندھ میرا آبائی صوبہ ہے۔ جو کچھ مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ لیکن انشاء اللہ ایک صبح ایسی نمودار ہوگی جب

سندھ کے حالات میں بہتری پیدا ہوگی اور وہ ہمارے پاکستان کے لئے کلیدی کردار ادا کرے گا۔

جناب عالیٰ! مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت مصروف شخصیت ہیں اور آپ کے پاس ایک طالب علم کا خط پڑھنے کے لئے بھی وقت نہ ہوگا بہرحال آپ جواب ضرور دیں۔
اگر آپ مجھے خط کا جواب مانگنے پر نادان خیال کرتے ہیں تو مہربانی فرما کر مجھے اپنی اس جرات پر معاف کر دیں میں نے تو صرف کچھ بے عمل لوگوں کی جاہلانہ تقریریں پڑھ کر اپنے جذبات کا اظہار کر دیا ہے

آپ کا

ذوالفقار علی بھٹو

شہید بھٹو کے خط کا پس منظر

۱۹۴۵ء کے دوران صوبہ سرحد کے عوام پر کانگریس کا اثر و رسوخ بہت تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ انگریزوں نے خیال کیا کہ اب ڈاکٹر خانصاحب کو اقتدار میں لایا جائے۔ چنانچہ سردار اورنگزیب خان کی سربراہی میں مسلم لیگی وزارت کو ۱۲ر مارچ ۱۹۴۵ء کو ختم کر کے ڈاکٹر خان صاحب کو وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا جنہوں نے ۱۶ر مارچ ۱۹۴۵ء مارچ کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا حالانکہ صوبہ سرحد میں کانگرسی وزارت کا قیام آل انڈیا پالیسی کے خلاف تھا۔ لیکن ڈاکٹر خانصاحب اور اس وقت کے گورنر سر جارج کنیگھم نے آپس میں ملکر کانگریس کو صوبہ سرحد میں اقتدار منتقل کر دیا ڈاکٹر خانصاف نے وزیر اعلیٰ بننے کے بعد پشاور میں ۲۲ر سے ۲۴ر اپریل ۱۹۴۵ء تک سرحد کانگرس کانفرنس منعقد کی، جس کی صدارت آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ایک ممبر ڈاکٹر سید محمود نے کی (یاد رہے کہ کانگرسی ہندو مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں لانے کے لئے ہمیشہ کانگرسی مسلمانوں کو آگے لاتے

تھے) اس کانفرنس میں کئی دوسرے مسلمان کانگرسیوں نے بھی شرکت کی جن میں شیخ محمد عبداللہ، مولا بخش، ڈاکٹر شوکت انصاری، خان عبدالغفار خان شامل تھے۔ ان کے علاوہ بھلا بھائی ڈیسائی بھی شامل ہوئے اس کانفرنس میں قائد اعظم پر بڑی سخت نکتہ چینی کی گئی اور پاکستان کے تصور کا مذاق اڑایا گیا۔ اس صورت حال پر نویں جماعت کا طالب علم اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور ان واقعات پر اپنے غصے کا اظہار کیا۔ یہ طالب علم اس وقت صرف ۱۶ سال کی عمر کا تھا اور وہ طالب علم اور کوئی نہ تھا سوائے ذوالفقار علی بھٹو کے۔

اس طالب علم نے یہ خط مسوری سے لکھا جہاں وہ چھٹیاں گزرانے گیا ہوا تھا۔ یہ خط ۲۶ر اپریل ۱۹۴۵ء میں لکھا گیا جس میں کانگرسی مسلمانوں کے طرز عمل پر اپنے غصے اور ناراضگی کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور جس نے اپنے شعوری جذبات کو پاکستان پر قربان ہو کر سچ کر دکھایا

www.bhutto.org

میں تو سورج ہوں ستارے میرے آگے کیا ہیں

www.bhutto.org

قانون کے پروفیسر ذوالفقار علی بھٹو

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ وہ ایک ممتاز ماہر قانون تھے اور انہوں نے دنیا کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں سے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ برکلے یونیورسٹی کیلیفورنیا امریکہ سے جناب بھٹو نے پولیٹیکل سائنس اور انٹرنیشنل لاء کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلینڈ) سے قانون میں ایم اے آنرز کیا اور اس کے ساتھ ہی لنکن یونیورسٹی سے بیرسٹری کی سند بھی حاصل کرلی۔ اس یونیورسٹی نے جناب بھٹو کی اعلیٰ صلاحیتوں کی بنیاد پر انہیں لیکچرر شپ کی پیش کش کی...... بھٹو صاحب نے یہ پیش کش قبول کرلی کیونکہ انہیں یہ پیشکش قبول کرتے ہوئے اعزاز مل رہا تھا کہ وہ پہلے ایشائی مسلمان ہیں جنہیں اس عہدہ پر کام کرنے کا موقع ملا ہے ...... جناب بھٹو کو یہ منصب سنبھالے ہوئے کچھ ہی عرصہ گزار تھا کہ انہیں بذریعہ تار اپنے والد محترم سر شاہنواز بھٹو کی علالت کی اطلاع ملی جناب بھٹو فوراً سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس پاکستان آگئے۔

یہاں آکر انہوں نے دیکھا کہ والد محترم کی بیماری کے باعث خاندان کا تمام نظام بگڑا ہوا ہے...... بھٹو صاحب نے نہ صرف والد گرامی کی تیمارداری کا فرض ادا کیا بلکہ اس کے ساتھ زمینوں کی دیکھ بھال پر بھی خصوصی توجہ دی...... حالات نے بھٹو صاحب کو مجبور کردیا کہ وہ واپس برطانیہ نہ جائیں لہٰذا انہوں نے اپنے وطن میں رہ کر ہی اپنی عملی زندگی شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

جناب بھٹو نے کراچی میں اس دور کے معروف ماہر قانون رام چندانی کے ساتھ مل کر

www.bhutto.org

وکالت شروع کی۔ کچھ ہی عرصہ بعد جناب بھٹو نے رام چندانی سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنا الگ دفتر قائم کر لیا۔ رام چندانی سے علیحدگی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ذوالفقار علی کی اعلیٰ خداداد صلاحیتوں نے بھٹو کو وکالت کے شعبہ میں ایک اہم مقام دلا دیا اور وہ دنوں ہی دنوں میں بطور وکیل خاصے مقبول ہوگئے۔ رام چندانی بھٹو کی تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہوگئے اور انہیں مشورے دینے لگے کہ وہ وکالت کا پیشہ چھوڑ کر زیادہ توجہ اپنی زمینوں پر دیں اور ایک ترقی پسند "فارمر" کے طور پر اپنا نام پیدا کریں جناب بھٹو بھی اصل صورت حال کو سمجھ گئے اور مناسب خیال کیا کہ اپنی الگ پریکٹس شروع کر دیں۔ اس دوران انہیں کراچی کے سندھ مسلم لاء کالج کی طرف سے درخواست کی گئی وہ کالج میں کانسٹی ٹیوشنل لاء کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ جناب بھٹو نے یہ درخواست قبول کر لی اور کالج سے وابستہ ہوگئے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی وکالت بھی جاری رکھی۔

اتفاق کی بات ہے کہ جب جناب بھٹو کا پہلا ہی مقدمہ سندھ ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے انگریز چیف جسٹس نے خلاف معمول جناب بھٹو کی ذہانت و فطانت کی داد کورٹ روم میں ان الفاظ میں دی۔

> "میں بڑے اعتماد اور یقین کے ساتھ اپنے اس کمرہ عدالت میں اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ مسٹر بھٹو بہت جلد اس ملک کے بڑے کامیاب اور نامور وکیل بن جائیں گے"

جناب بھٹو نے اپنے مختصر سے وکیلانہ کیریئر میں قتل کی جتنی بھی اپیلیں دائر کیں وہ سب کی سب منظور ہوئیں۔ بھٹو صاحب وکالت میں تیزی سے کامیابی کی طرف گامزن تھے کہ انہیں حکومت میں وزارتی ذمہ داریاں سنبھالنے کی دعوت دی گئی۔ ظاہر ہے کہ محض ایک وکیل کی حیثیت سے مقدمات کی پیروی کرتے رہنے کے مقابلہ میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر ملک و قوم کے لئے کام کرنا زیادہ ضروری اور اہم تھا لہٰذا بھٹو صاحب نے وکالت کے پیشے کو خیرباد کہہ دیا...... تاہم قانون کی اعلیٰ تعلیم جو انہوں نے زمانہ طالب علمی میں حاصل کی تھی زندگی بھر انہیں فائدہ پہنچاتی رہی یہاں تک کہ جب وہ خود مقدمہ قتل میں ملوث کئے گئے اور

سچ کہہ گئے کسی دور میں پچھتائے نہیں ہم   پہنچے ہیں سر دار، تو گھبرائے نہیں ہم

www.bhutto.org

ان کا مقدمہ لاہور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھا تو انہوں نے کیس کی تیاری میں اپنے تمام وکلاء کی بے حد رہنمائی کی۔ یہ الگ بات کہ اس خاص مقدمہ قتل میں بھٹو صاحب کے حق میں پیش ہونے والے وکلاء خواہ کتنے ہی اہم قانونی دلائل پیش کیوں نہ کرتے عدالت کا فیصلہ وہی ہونا تھا جو ہوا۔

وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی شخصیت کا ایک اہم پہلو امور خارجہ پر ان کی گہری نظر اور نئے افق کی تلاش تھی۔ پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے اپنی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصولوں میں تسلسل قائم رکھا اور بین الاقوامی سطح پر ایک بڑی شخصیت بن کر چھا گئے۔ دو طرفہ علاقائی اور بین الاقوامی تعلقات میں انہوں نے ہمیشہ پاکستان اور اپنی ذہانت کو نمایاں رکھا ان کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے مرحوم صدر ایوب خان نے انہیں ۲۱ر جون ۱۹۶۴ء کو ہلال پاکستان کا اعزاز دیا حالانکہ اس وقت وزارت خارجہ کی ذمہ داری سنبھالے ذوالفقار علی بھٹو کو صرف سترہ مہینے ہوئے تھے۔

ذوالفقار علی بھٹو ایوب خان کابینہ کے سب سے کم عمر وزیر تھے اس وقت ان کی عمر بتیس سال سے بھی کم تھی۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے سکندر مرزا کی کابینہ میں وزیر مقرر ہوئے تھے لیکن انہیں اپنی صلاحیتوں کا کھل کر مظاہرہ کرنے کا موقعہ ایوب خان دور میں ملا۔ اگرچہ انہیں نے معدنیات اور قدرتی وسائل کی وزارت سونپی گئی تھی اور وہ اپنے فرائض پوری ذمہ داری سے ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ سائنسی اور فنی ترقی کے بغیر کوئی ملک آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ ہی دوسرے ملکوں پر اس کا انحصار کم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ سائنسی اور فنی تعاون کے لئے صرف امریکہ پر انحصار کرنے کے بجائے دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کا تعاون بھی حاصل کیا جائے اور اشتراکی ملکوں کو نظرانداز نہ کیا جائے۔

www.bhutto.org

"سب کے ساتھ دوستی" پاکستان کی خارجہ پالیسی کا سنگ بنیاد ذوالفقار علی بھٹو نے رکھا۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان کے تمام ہمسایہ ملکوں کے ساتھ تعلقات ٹھیک ہوں وہ کسی بلاک کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ تیسری دنیا کا ایک الگ اتحاد بنایا جائے اور دنیا میں تمام حریت پسند قوموں اور تحریکوں کی حمایت کی جائے یہی وجہ تھی کہ ۱۹۶۰ء میں سوویت یونین جانے والے وفد کے قائد کی حیثیت سے انہوں نے یو ٹو طیارہ مار گرائے جانے کے واقعہ کی تلخی کو دور کیا اور باہمی اقتصادی تعاون کے لئے راہ ہموار کی دونوں ملکوں کے مابین غلط فہمی اور کشیدگی ختم ہوئی اور تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ محض پاکستان اور سوویت یونین کے نئے اقتصادی تعلقات کا آغاز نہیں تھا بلکہ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں اس تبدیلی کا مظہر تھا جس کے علمبردار ذوالفقار علی بھٹو تھے۔

ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی بصیرت اور صلاحیتوں سے صدر ایوب خان کو اس بات پر قائل کرلیا کہ دوستی کا دائرہ وسیع کیا جائے اور باہمی احترام اور مساوات کی بنیاد پر خارجہ پالیسی استوار کی جائے انہوں نے بین الاقوامی سطح پر کئی عالمی رہنماؤں کے ساتھ ذاتی تعلقات قائم کئے اور انہیں پاکستان سے دوستی کے لئے قائل کرلیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے ذاتی مشوروں کا نتیجہ تھا کہ وزیر خارجہ محمد علی بوگرہ کی اچانک موت پر انہیں ۲۳ر جنوری ۱۹۶۳ء کو وزارت خارجہ کا قلمدان سونپ دیا گیا۔ صدر ایوب خان ان کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ خاص طور پر بھارت چین سرحدی جھڑپوں کے بعد علاقائی صورتحال جس طرح تبدیل ہوئی اس نے واضح کردیا کہ امریکہ کمیونزم دشمنی میں پاکستان کے مفادات کو بھی ضرب لگا سکتا ہے۔

ان سرحدی جھڑپوں کے بعد امریکہ نے بھارت کے لئے اسلحہ خانے کے دروازے کھول دیئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو اسلحہ پاکستان کے لئے بھیجا جارہا تھا۔ اسے راستے میں ہی روک کر بھارت پہنچایا گیا اور اس اسلحہ کا ایک حصہ پاکستان نے چھمب جوڑیاں سیکٹر میں بھارتی افواج کو بھگا کر ان کے قبضے سے حاصل کیا۔

امریکہ کے اس رویئے سے پاکستان کو بے حد مایوسی ہوئی حالانکہ ۱۹۵۹ء کے معاہدے کے تحت امریکہ اور پاکستان ایک دوسرے کے حلیف تھے، لیکن پاکستان کے بدترین مخالف کو جس طرح مسلح کیا گیا اور پاکستان کا احتجاج نظر انداز کردیا گیا اس کے بعد پاکستان کی خارجہ

پالیسی میں تبدیلی ناگزیر تھی چنانچہ وزیر خارجہ کا عہدہ سنبھالنے کے پورے ایک مہینے کے بعد وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو پیکنگ پہنچ گئے وہ عظیم ہمسایہ عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ سرد تعلقات کی برف کو پگھلانا چاہتے تھے یہ پاکستان کی آزاد خارجہ پالیسی کا آغاز تھا۔ یورپی ممالک خاص طور پر ہمسایہ ملک بھارت میں کھلبلی مچ گئی۔ اس وقت چین اقوام متحدہ کا رکن بھی نہیں تھا۔ دنیا کی تقریباً ایک تہائی آبادی عالمی برادری سے باہر تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عظیم قوم کے عظیم قائدین سے مذاکرات کئے اور جب سرحدی بات چیت کامیابی سے ہمکنار ہوئی تو بھارت میں صف ماتم بچھ گئی چین نے اپنا مقبوضہ ساڑھے سات سو مربع میل علاقہ پاکستان کے حوالے کر دیا تھا۔ سرحدی معاہدے کا اعلان ہوتے ہی امریکی وزیر خارجہ ڈین رسک نے فوراً واشنگٹن میں مقیم پاکستانی سفیر سے ملاقات کی اور ان اس معاہدے کی وضاحت طلب کی۔ امریکہ خوفزدہ تھا کہ کہیں دونوں ملکوں نے مشترکہ دفاعی معاہدہ نہ کر لیا ہو۔ اس دورے سے علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر تبدیلیاں شروع ہو گئیں اور پاکستان کا چین سب سے قریبی دوست بن گیا۔

ذوالفقار علی بھٹو چاہتے تھے کہ افریقہ، ایشیاء اور لاطینی امریکہ کو استعماری قوتوں سے بچایا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ پاکستان نے ویت نام کے مسئلے پر حریت پسندوں کی کھل کر حمایت کی اور ایشیائی اتحاد کی اہمیت پر زور دیا اپنے اس موقف کی تائید حاصل کرنے کے لئے ذوالفقار علی بھٹو نے دنیا کے کئی ملکوں کے دورے کئے جن میں ایران، امریکہ، فرانس، برطانیہ، برما، روس، چین، مصر، الجزائر، مغربی جرمنی اور انڈونیشیا کے دورے انتہائی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی اس تیزی سے مقام حاصل کر رہی تھی کہ بھارت کی بین الاقوامی سطح پر اہمیت کم ہونے لگی اور پاکستان ایشیائی ملکوں کا ترجمان بن گیا اور الجزائر میں ایشیائی ملکوں کی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان ہو گیا۔ تو سامراجی ملک پریشان ہو گئے۔ ذوالفقار علی بھٹو، احمد سوئیکارنو، بن باللہ، پورے ایشیاء اور افریقہ کو ان کے سیاسی اور اقتصادی چنگل سے آزاد کرانا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے ہندوستان کے ساتھ مل کر اسے ناکام بنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ہندوستان نے کانفرنس میں ملائشیا اور سوویت یونین کی شرکت کا مسئلہ کھڑا کر دیا اور اس بات پر زور دیا کہ فی الحال وزرائے خارجہ کا یہ

اجلاس ملتوی کر دیا جائے لیکن ذوالفقار علی بھٹو، احمد سوئیکارنو اور بن باﷲ اصرار کر رہے تھے کہ اجلاس منعقد ہونا چاہئے۔ کانفرنس کے انعقاد کے لئے ایک بہت بڑا ہال تعمیر کیا گیا تھا۔ افریقہ اور ایشیائی کے مندوبین کے ناموں کا اعلان ہوچکا تھا لیکن اس دوران سی آئی اے بڑی تیزی سے اپنا منصوبہ مکمل کر چکی تھی کانفرنس منعقد ہونے سے دو دن پہلے ہال ہی میں دھماکہ ہوا اور باہر سیڑھیوں پر موجود ذوالفقار علی بھٹو اور دوسرے کئی مندوب بال بال بچے اسی وقت الجزائر کے صدر بن باﷲ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا سامراجیوں کی چال کامیاب ہوگئی۔ اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ تاہم پاکستان کی تجویز پر آئندہ کانفرنس کے انعقاد کے لئے کمیٹی تشکیل دے دی گئی اور وطن روانگی سے پہلے ذوالفقار علی بھٹو نے ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور واضح کیا کہ افریشیائی قوموں کا اتحاد ایک تاریخی حقیقت ہے جسے دنیا کی بڑی سے بڑی سازش بھی ناکام نہیں بنا سکتی۔

پاکستان دو فوجی معاہدوں سنٹو اور سیٹو میں شامل تھا یہ معاہدے امریکی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کرائے گئے تھے لیکن امریکہ ان معاہدوں کی مسلسل خلاف ورزی کرتے ہوئے بھارت کو مسلح کر رہا تھا جو فوجی معاہدوں میں شامل نہیں تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کا اصرار تھا کہ پاکستان کو ان معاہدوں سے الگ ہوجانا چاہئے کیونکہ وہ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں روکاٹ بنے ہوئے ہیں اور امریکی اپنے وعدوں سے انحراف کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا۔

"ان معاہدوں کی افادیت جتانے کے لئے جس (متوقع) اشتراکی جارحیت کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ اس کا کہیں بھی امکان موجود نہیں اور تاریخ بھی اس کی نشاندہی نہیں کرتی۔"

ذوالفقار علی بھٹو کی یہ خارجہ پالیسی امریکہ کو ناگوار گزری اور پاکستان کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ دھڑا دھڑ امریکی اسلحہ اور اقتصادی امداد سے بھارت کو نوازنے کا عمل شروع ہوگیا۔ پاکستان کے لئے تعلقات میں سرد مہری آگئی۔ اس کے باوجود پاکستان کی خارجہ پالیسی نے گھٹنے نہیں ٹیکے تو اقتصادی امداد بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ڈھاکہ میں ہوائی اڈے کی تعمیر کے لئے امداد روک دی گئی۔ ترقی پذیر ملکوں کو امداد دینے والے کلب پر زور

ماسکو (سابق سوویت یونین) کے ہوائی اڈے پر جناب بھٹو گارڈ آف آنرز کا معائنہ کر رہے ہیں

www.bhutto.org

ڈالا گیا اور انہوں نے بھی پاکستان کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ امریکی رویئے کے خلاف پوری پاکستانی قوم کے دل میں نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ حکومت کی ایک اپیل پر ڈھاکہ کے ہوائی اڈے کے لئے رقم جمع ہوگئی۔ اس سے امریکی حکومت بوکھلا گئی۔ اقتصادی بندش کا فیصلہ ناکام ہو رہا تھا چنانچہ بالواسطہ طور پر بھارت کو بتا دیا گیا کہ پاکستان کے ساتھ جنگ کی صورت میں امریکہ پاکستان کے خلاف شریک نہیں ہوگا۔

اگست ۱۹۶۵ء میں امریکی امداد بند ہوئی اور ستمبر میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو حملے کی اطلاع ملتے ہی منہ اندھیرے چینی سفیر کے پاس گئے اور ضروری صلاح مشورے کے بعد ایوان صدر واپس آگئے جنگ کا آغاز ہوتے ہی کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ خان نے ان سے ملاقات کی اور کہا۔ "بلاؤ اپنے دوست چین کو"

اس پر ذوالفقار علی بھٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چین کو بلانے کی ضرورت نہیں وہ تو ہمارے ساتھ ہے"

اس اعتماد نے صدر ایوب خان کو حوصلہ بخشا حملے کے بعد جب امریکی سفیر فارلینڈ صدر ایوب سے ملنے گئے تو صورتحال اور ماحول خوشگوار نہیں تھا۔ امریکی سفیر نے طنزیہ لہجے میں صدر ایوب سے کہا۔

"مسٹر پریذیڈنٹ! اب آپ کیا کہتے ہیں۔ اس وقت بھارت کا انگوٹھا آپ کی گردن پر ہے"

اس پر صدر ایوب نے کہا۔

مسٹر...... اس کا جواب آپ کو صرف نو گھنٹے کے بعد مل جائے گا۔"

اور اس کا جواب مل گیا۔ بھارت کا حملہ ناکام ہوگیا۔ چین اور دوسرے دوستوں نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا تھا۔ انڈونیشیاء کے صدر سوئیکارنو نے اپنا بحری بیڑہ پاکستان کے حوالے کر دیا چین نے بھارت کو الٹی میٹم دے دیا کہ وہ پاکستان کے خلاف فوراً جنگ بند کر دے عوامی جمہوریہ ترکیہ نے اعلان کیا کہ اس کے جنگی طیارے بھارت پر بھی پرواز کر سکتے ہیں سعودی عرب، ایران، عراق، مصر، البانیہ، اردون، افغانستان، الجزائر، شام لبنان، سوڈان، یمن، تیونس، مراکش، لیبیا، کویت اور افریقہ میں آباد تمام مسلمان بیک

وقت بھارتی جارحیت کی مذمت کر رہے تھے۔ اسی دوران ذوالفقار علی بھٹو نے سلامتی کونسل میں اعلان کیا۔

"مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان اسلام کے دو ستون ہیں جو بھارت کو کچل ڈالیں گے۔ ہم اپنے وطن عزیز کے لئے ہزار سال تک جنگ کریں گے"

اس تقریر نے ذوالفقار علی بھٹو کو قوم کی آنکھ کا تارا بنا دیا۔ وہ عوام کے دل کی دھڑکن بن گئے۔ قوم کا حوصلہ بڑھ گیا۔ بھارت بین الاقوامی سطح پر شکست کھا گیا اور اس نے غیر مشروط جنگ بندی قبول کر لی۔ امریکی امداد بھی اس کی جارحیت کو تحفظ دینے میں ناکام ثابت ہوئی۔ دوران جنگ ایک خفیہ ہاتھ نے کوشش کی کہ بھٹو سلامتی کونسل نہ جائیں۔ چنانچہ اس وقت کے وزیر قانون ایس ایم ظفر کو نیویارک بھیج دیا گیا۔ لیکن اس کام کے لئے بھٹو کی ضرورت تھی چنانچہ وہ خود وہاں گئے اس دوران بھٹو کی نیویارک روانگی کی خبر نشر کر دی گئی۔ یہ اطلاع ملتے ہی بھارتی جنگی طیاروں نے بھٹو کے طیارے کا تعاقب کیا، لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

بھارت نے غیر مشروط جنگ بندی پر آمادگی ظاہر کر دی اور دونوں ملکوں کے مابین فائر بندی ہو گئی۔ سوویت یونین اور امریکہ کی کوشش تھی کہ پاکستان اور بھارت کے مابین صلح ہو جائے لیکن بھٹو بامقصد صلح کے حق میں تھے اس دوران صدر ایوب خان میں پہلے جیسا دم خم باقی نہ رہا۔ امریکی حکومت ان پر دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہو گئی۔ جنگ بندی کے بعد ایوب خان نے امریکہ کا دورہ کیا۔ اس دورے میں ذوالفقار علی بھٹو بھی ان کے ہمراہ تھے۔ (امریکہ میں قیام کے دوران صدر جانسن نے ایک دن ذوالفقار علی بھٹو کو علیحدگی میں کہا۔

"ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ تمہیں جتنی دولت چاہئے، دنیا کے جس حصے میں چاہئے مل جائے گی"

اس پر بھٹو نے جواب دیا۔

ہم غیرت مند قوم ہیں، بکاؤ مال نہیں"

اس طرح امریکی چوہراہٹ ناکام ہو گئی۔ اب سوویت یونین نے امریکہ کے ساتھ ساز

باز کر کے صدر ایوب خان اور بھارت کے وزیراعظم لال بہادر شاستری کو روس آنے کی دعوت دی۔ وہاں کئی روز تک مذاکرات ہوتے رہے۔ سوویت وزیراعظم کوسیگن نے صلح کی شرائط طے کرلی تھیں لیکن پاکستان کے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو اس پر رضامند نہیں تھے۔ وہ انہیں قومی مفاد کے منافی سمجھتے تھے۔ چنانچہ صدر ایوب خان اور لال بہادر شاستری کی الگ ملاقاتیں کرائی گئیں اور دونوں نے اعلان پر دستخط کردیئے، لال بہادر شاستری اس معاہدے سے اتنا خوش ہوئے کہ ان کا ہارٹ فیل ہوگیا۔

۱۰ جنوری کو اعلان تاشقند ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی پورے ملک میں اس کے خلاف مظاہرے شروع ہوگئے۔ میدان میں جیتی ہوئی جنگ مذاکرات کی میز پر ہار دی گئی جلوسوں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ بھٹو تاشقند سے واپسی کے فوراً بعد رخصت پر لاڑکانہ چلے گئے۔ صدر ایوب خان نے ریڈیو پر نشری تقریر کے ذریعے عوام کو مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر بے سود، لوگ بھٹو سے سب کچھ سننا چاہتے تھے اور یہ معاہدہ محض ایوب شاستری معاہدہ تھا

۱۵ر جنوری ۱۹۶۶ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے لاڑکانہ سے ایک بیان جاری کیا۔

"ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرلینا چاہئے کہ ہم تاشقند میں مسئلہ کا فوری حل تلاش نہیں کرسکے۔ اعلان تاشقند بذات خود کوئی منزل نہیں اور نہ ہی بھارت سے ہمارے تعلقات میں تبدیلی کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ مسئلہ کشمیر کے دائمی اور پرامن حل کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ "

اعلان تاشقند کے نتیجے میں ایوب حکومت کو پانچ کروڑ ڈالر کی اقتصادی امداد مل گئی۔ امریکی ماہرین اور مشیر مل گئے لیکن پاکستان ایک لائق اور جرات مند وزیر خارجہ سے محروم ہوگیا امریکی ایجنٹ وزیر خزانہ محمد شعیب کی سازشیں پورے عروج پر تھیں ایوب خان دباؤ کے سحر میں آگئے تھے۔ ان پر امریکی حکومت اور اس کے خفیہ اداروں کا خوف طاری تھا۔ اس دوران پاکستان کے عظیم دوست انڈونیشیاء کے صدر سوئیکارنو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا امریکی ادارے سرگرم عمل تھے۔ اب صرف ذوالفقار علی بھٹو ہی واحد شخص تھے جن سے نمٹنا باقی تھا ۱۸ر جون ۱۹۶۶ء کو بھٹو نے ایوب حکومت سے علیحدگی اختیار کرلی۔

بھٹو کی حکومت سے علیحدگی غیر متوقع واقعہ نہیں تھا۔ عوام کئی مہینوں سے اسی کے منتظر

www.bhutto.org

تھے۔ جب وہ بذریعہ ٹرین راولپنڈی سے لاہور پہنچے تو پورا لاہور، ریلوے اسٹیشن پر اُمڈ آیا تھا۔ یہ محبت دیکھ کر ذوالفقار علی بھٹو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے انہوں نے جس رومال سے اپنی آنکھوں کی نمی خشک کی وہ تبرک کے طور پر تقسیم ہو گیا۔ بھٹو غیرت مند قوم کی حمیت کی علامت بن گئے تھے۔ ایوب خان کی شخصیت پس منظر میں جانے کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ کابینہ میں کوئی ایسا وزیر نہ تھا جو بھٹو کا نعم البدل ثابت ہوتا۔ خود ایوب خان کمزور ہو رہے تھے۔ لاہور سے بھٹو لاڑکانہ اور پھر ۲۴ر جون کو کراچی پہنچے اور پھر پندرہ جولائی ۱۹۶۶ء کو عمرہ ادا کرنے کے لئے جدہ چلے گئے۔

www.bhutto.org

جناب بھٹو بحیثیت وزیر خارجہ پاکستان سلامتی کونسل سے خطاب کر رہے ہیں

www.bhutto.org

وزیر خارجہ بھٹو کی یاداشتیں

اقتباسات ۱۹۶۶ء

پاکستان نے اب تک اس زبردست حقیقت کو جسے سوویت یونین کہتے ہیں اور جو اس کے سر کی طرف نکلا ہوا ہے نظر انداز کرنا پسند کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس عظیم طاقت کے ساتھ یانہ پالیسی اختیار کی ...... اس نے سوویت یونین سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کیا اور بعض اوقات اس ملک کو خطرناک اشتعال دلایا، مثال کے طور پر اس نے یوٹو کو سوویت یونین کے اندر جاسوسی کرنے کی غرض سے اپنے علاقے سے پرواز کرنے کی اجازت دی۔ پاکستان نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو مستقل سہولتیں مہیا کیں تاکہ وہ سوویت یونین کے بارے میں ٹوہ لگائے۔ اس یک طرفہ خارجہ پالیسی کو اور آگے بڑھانے میں پاکستان نے اس بات کی بھی ضرورت محسوس نہ کی کہ سوویت یونین سے کوئی مستحکم ثقافتی اور تجارتی رابطے قائم کرے، فنی نوعیت کے سوویت لٹریچر کی اشاعت کو بھی روکا گیا۔ دنیا تو رفتہ رفتہ بدل چکی تھی اور سوویت یونین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے بھی ان تبدیلیوں کی مناسبت سے ردوبدل کر لیا تھا لیکن پاکستان اپنی جگہ ثابت قدم رہا اور زمانے کے ارتقا کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ جو تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں ان کے متعلق پاکستان کو بتائے۔

پاکستان کے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ اتنی ہی ثابت قدمی سے بندھے رہنے سے، جتنی وہ ان تبدیلیوں سے پہلے تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مفادات کو کوئی

www.bhutto.org

نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے دوران بھی، جب مغربی ممالک نے ہندوستان اور پاکستان دونوں کو فوجی ساز و سامان بھیجنے پر پابندی لگا دی تھی، ہندوستانی لیڈروں نے سوویت یونین کو زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ اس نے ہندوستان پر ایسی ہی کوئی پابندی عائد نہیں کی اور جنگ کے آغاز سے پہلے سوویت یونین اور ہندوستان کے درمیان ہونے والے معاہدوں کے مطابق ہندوستان کو فوجی ساز و سامان سپلائی کرتا رہا۔ جنگ کے دوران، جب کہ ان کے بازو میں مسٹر ڈین رسک کھڑے مسکرا رہے تھے، سوویت وزیر خارجہ مسٹر گرومیکو نے نیویارک میں کہا۔ "سوویت یونین ہندوستان کا پرجوش ترین دوست ہے" سلامتی کونسل کے نازک مباحث کے وقت جن کے نتیجہ میں ۲۰ر ستمبر کی قرارداد منظور ہوئی ہر ہر قدم سوویت یونین نے ہندوستان کی حمایت کی۔

ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے اچھے تعلقات اس لئے رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک بڑی طاقت اور بااثر ملک ہے۔ ایسا ملک جس سے تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہمارے تعلقات، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے کی گئی کسی خاص پہل پر مبنی نہیں ہیں، خواہ وہ تعلقات دو طرفہ یا کثیر طرفہ ہوں، بلکہ ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی قوت اور پوزیشن پر مبنی ہیں۔ اسی طرح چین سے بھی ہمارے اچھے تعلقات اس وجہ سے نہیں کہ چین نے جنگ ستمبر کے دوران ہندوستان کو الٹی میٹم دیا تھا۔ چین سے ہمارے تعلقات اس الٹی میٹم سے پہلے ہی اچھے تھے، چین سے ہمارے تعلقات اس طرف سے کی گئی کسی خاص پہل کی وجہ سے نہیں بلکہ جغرافیہ، تاریخ اور سیاست کی ٹھوس حقیقتوں کی وجہ سے استوار ہوئے، لہٰذا ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی خاص پہل سے بے نیاز ہو کر سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنائیں ...... اس سے ہمارے تعلقات کے لئے وسیع امکانات اور کہیں زیادہ حرکت پذیری پیدا ہو گی۔

ہمارے لئے یہ ضروری اور اہم ہے کہ سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنائیں یہ کام کسی خاص پہل کے محدود سیاق و سباق کے مقابلہ میں سوویت یونین کی طرف سے کی گئی کسی اہم پہل سے بے نیاز ہو کر کرنا چاہئے۔

www.bhutto.org

صدر اس بات سے واقف ہیں کہ پچھلے کچھ عرصے سے میں نے کثیر طرفہ ذمہ داریوں کے مقابلہ میں غیر ممالک کے ساتھ دو طرفہ تعلقات قائم کرنے کے فوائد کے حق میں دلائل دیئے ہیں تاکہ ہماری خارجہ پالیسی کے لئے وسعت خیال مہیا ہو۔

بیس سال سے زیادہ عرصے تک، بین الاقوامی صورتحال پر کثیر طرفہ پابندیاں غالب رہیں۔ اب صورت حال پھر بدل رہی ہے۔ نئے عوامل نمودار ہوئے ہیں اور موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ دوطرفہ ڈپلومیسی پر پھر روز افزوں زور دیا جائے۔

جو مملکت، کسی ایسے کثیر طرفہ دفاعی انتظام کی پابند ہو، جو اس کے اپنے قومی مفادات سے پوری طرح مطابقت نہ رکھتا ہو، کثیر طرفہ آویزشوں کے خطرے سے دو چار ہونے کے علاوہ بہت سی مشکلات سے دو چار ہو جاتی ہیں۔ ایسے کثیر طرفہ انتظامات کی بہت سی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ ریل اس طرح بنی ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ چلنے والے کی رفتار سے چلے جس کا نتیجہ مفادات کے تصادم اور خصوصی مصلحتوں کے پیش نظر بے تاثیری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جس میں کوئی مملکت اتنی تیز رفتاری سے چلنا چاہے کہ ریل کے سارے ڈبے پٹڑی سے اتر جائیں دوسرے الفاظ میں ایسی روانی کی بنیاد پر جو ایک کثیر طرفہ انتظام کے اندر ہو مملکت کی امنگوں کے مطابق ہو، دائمی طور پر چلنا مشکل ہے۔

اگر دو طرفہ تعلقات کی شرائط روح کے اعتبار سے کسی منسلکہ انتظام کے تحت کثیر طرفہ پابندیوں کی شکل اختیار کر لیں تو وہ بھی کثیر طرفہ ذمہ داریوں کی صورت اختیار کر سکتے ہیں، ممکن ہے متعلقہ بڑی طاقت کی بھی دوسری مملکتوں کے ساتھ ایسی ہی دو طرفہ اور کثیر طرفہ ذمہ داریاں ہوں۔ اس طرح ردعمل کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا اور دو طرفہ پابندیاں کثیر طرفہ ذمہ داری میں تبدیل ہو جائیں گی۔ ایک خالص دو طرفہ معاہدہ بھی شرکاء کے آزادی عمل کو محدود کر سکتا ہے بشرطیکہ معاہدے کی نوعیت ایسی ہو کہ وہ دوسری مملکت کی سلامتی کے خلاف پڑتا ہو۔ مثال کے طور پر ایسے حالات میں شرکاء کو ایسی پوزیشن میں ڈال دے گا جس میں وہ تیسرے ملک کے ساتھ جس کے اہم مفادات کے خلاف وہ پہلے ہی دو

www.bhutto.org

طرفہ معاہدہ کر چکے ہیں، اپنے دو طرفہ تعلقات قائم کرنے کے سلسلے میں خود کو نہایت محدود پائیں گے۔

یکساں اور صاف ستھرے دو طرفہ تعلقات کے لئے ایک ناگزیر اور اولین شرط غیر جانبداری کی اصلیت ہے۔ تعلقات دو متعلقہ طاقتوں کے مشترکہ قومی مفادات تک محدود ہونے چاہئیں اور انہیں اپنے اپنے مفادات سے آگے کسی ایسی چیز کا اپنے آپ کو پابند نہیں کرنا چاہیئے جو ایک تیسرے ملک کے مفادات کے خلاف پڑتی ہو۔

دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے وقت سے دنیا میں ایک نئی سیاسی صورتحال پیدا ہوئی ہے جو شاید بالکل عیاں ہے، مگر بعض اوقات اپنے صحیح تناظر میں نہیں دیکھی جاتی اور انسانی معاملات کے چلن پر اس کے مظمرات کو اچھی طرح سمجھا نہیں جاتا۔

انیسویں صدی میں اور بیسویں صدی کے پہلے نصف حصہ میں کسی ملک کے خارجہ امور چلانے کا روایتی طریقہ یہ تھا کہ بڑی طاقتوں کے گروہوں کے درمیان، نسبتاً چھوٹی قدموں کی اعانت سے طاقت کا توازن برقرار رکھنے کی غرض سے علاقائی معاہدہ کیا جائے۔ طاقت کا نہایت ہی نازک توازن قائم کر کے ہی امن برقرار رکھا گیا تھا درحقیقت امن میں خلل صرف اسی وقت پڑا جس کسی خاص وقت میں طاقت کا توازن ایک یا دوسرے گروپ کے حق میں ہو گیا۔ ان دنوں نسبتاً چھوٹی قومیں مختلف قسم کی سیاسی ترتیب اور یکجائی کر کے بڑی طاقتوں کی پالیسی اور صف بندی پر اثرانداز ہو سکتی تھیں۔

عالمی طاقتوں کے ظہور کے ساتھ آج یہ ساری چیزیں بدل گئی ہیں کیونکہ یہ عالمی طاقتیں مستند مفہوم میں بڑی طاقتوں کے اوصاف رکھنے کے علاوہ زیادہ بڑی اور بہت زیادہ طاقتور ہیں اور ساری دنیا میں قوموں کی تقدیر متعین کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ ان طاقتوں کے ظہور سے گزشتہ بیس سال میں انسانی اور مملکتی امور چلانے کا پورا تصور بنیادی طور پر بدل گیا ہے۔ نسبتاً چھوٹی قوموں کے لئے اور اس زمرے میں ساری ترقی پذیر قومیں آتی ہیں۔ بڑی طاقتوں سے اپنے تعلق کا تعین کرنے اور اپنے قومی مفادات کو فروغ دینے کا کام زیادہ پیچیدہ اور مشکل ہو گیا ہے۔ جو چھوٹی قوم نئے قواعد کو نہیں سمجھتی اس کا انجام لازماً مایوسی احساس بے بسی، علیحدگی و تنہائی اور شاید آخرکار فنا ہو گا۔ ہمیں اس بات کو اچھی طرح

www.bhutto.org

سمجھنا چاہئے کہ ہم اس نئی صورتحال میں اپنے معاملات کس طرح چلائیں۔

آج نسبتاً چھوٹی قوموں کے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ وہ اپنے معاملات کس طرح پر چلائیں کہ ان کے بنیادی مفادات محفوظ رہیں۔ ان کی علاقائی سالمیت برقرار رہے اور انہیں بڑی طاقتوں نیز نسبتاً چھوٹی قوموں کے ساتھ اپنے تعلقات کے معاملہ میں بدستور آزادی حاصل رہے ظاہر ہے کہ طاقتور قوتوں کے درمیان برابری حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ایسی صورتحال میں، کوئی شخص زیادہ سے زیادہ رواداری اور شاید مفاہمت کے تعلق کی توقع رکھ سکتا ہے۔ لیکن حقیقی برابری کی کبھی توقع نہیں کر سکتا۔ بڑی طاقتوں اور نسبتاً چھوٹے ملکوں کے درمیان تعلق فی نفسہ نابرابر ہے جس میں بڑی طاقتیں برابر تو کیا کافی مقدار میں بدلہ دیئے بغیر بہت سے فوائد زبردستی حاصل کر سکتی ہیں۔ کسی کمزور تر قوم کے لئے یہ بات ناقابل تصور ہے کہ وہ انصاف کے نام پر یا اپنے مقصد کی سچائی کی بنا پر کسی طاقت کو اپنے نقطہ نظر کی ہم نوائی کرنے پر مجبور کرے یا اسے اپنے زیر لائے۔ آخری تجزیئے میں مقصد کی سچائی نہیں بلکہ طاقتوں کے بے مہر عالمی مفادات ان کی پالیسی کا تعین کرتے ہیں۔ یہ مفادات، ایسی نا برابر قوتوں کے درمیان کسی کھلی اور لامتناہی محاذ آرائی میں یقیناً غالب رہیں گے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ نسبتاً چھوٹی قوموں کو بڑی طاقتوں کے احکام کی فرمابرداری سے پابندی کرنی چاہئے اور مادی فوائد اور اقتصادی خوشحالی کے وعدے کے عوض اپنی آزادی قربان کر دینی چاہئے؟ نہیں۔ نسبتاً چھوٹی قوموں کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ اپنے معاملات کو ہوشیاری سے چلا کر اپنی آزادی برقرار رکھیں اور بڑی طاقتوں نیز نسبتاً چھوٹی قوموں سے اپنے تعلقات میں لچک پیدا کریں۔ کسی نسبتاً چھوٹی قوم کے لئے یہ بات خلاف مصلحت اور شاید خطرناک ہوگی کہ وہ دوسری بڑی طاقتوں کو چھوڑ کر ایک طاقت کے مجموعی مفادات سے خود کو پورے طور پر منسلک کر لے، بعض اوقات ممکن ہے کہ کسی نسبتاً چھوٹی قوم کے لئے یہ ضروری ہو کہ وہ کسی ایک عالمی طاقت سے اور زیادہ قریب ہوجائے لیکن اس صورت میں بھی اس کے لئے یہ ناممکن نہیں ہے کہ دوسری بڑی طاقت کے ساتھ باعزت دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر معمول کے مطابق تعلقات برقرار رکھے۔ کسی چھوٹی مملکت کے لئے یہ اعلیٰ درجے کی حماقت ہوگی کہ کسی دوسری بڑی طاقت کے بل

www.bhutto.org

ہوتے پر یا کسی عالمی طاقت کے خلاف اشتعال کی پالیسی اختیار کرے۔

کسی بڑی طاقت سے یہ توقع رکھنا وہ نسبتاً چھوٹی مملکت کے مطالبہ پر اپنے عالمی مقاصد تبدیل کر دے گی ایک خیالی بات ہوگی۔ کسی کمزور تر مملکت کے لئے یہ توقع رکھنا غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی کہ وہ کسی بڑی طاقت سے معمول کے مطابق تعلقات قائم کرنے پر رضامند ہوئے بغیر، اسے اپنے نقطہ نظر کا ہم نوا بنا لے گی۔ چونکہ تعلق نابرابر ہے اس لئے نسبتاً چھوٹی مملکت کے لئے یہ دانشمندی کی بات ہوگی کہ وہ متنازعہ نکتہ کو اس واضح اور قطعی مفاہمت پر الگ کر دے کہ کوئی فریق اس خاص مسئلہ پر دوسرے فریق پر اثرانداز نہیں ہوگا۔ ایسی خاموش مفاہمت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے ان بڑی طاقتوں سے بہتر تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں جو اس کے نقطہ نظر کی حمایت کرتی ہیں ایسی مفاہمت ایسے تعلقات کے مدارج پیدا کرتی ہے جو قابل توضیح، یکساں اور منطقی اور غلط تشریحات سے آزاد ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقار ختم ہوگیا یا عزت گھٹ گئی۔

www.bhutto.org

انقلابی جدوجہد کا آغاز

ایوب خان کابینہ سے الگ ہونے کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے غریب اور استحصالی قوتوں کے قائم کردہ ظالمانہ سماجی اور سیاسی نظام کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے عوام کو آزادی دلانے اور انہیں ایک روشن، خوشحال اور درخشاں مستقبل سے ہمکنار کرنے کے لئے انقلابی جدوجہد کے آغاز کا فیصلہ کیا۔ مگر دنیا کے ہر بڑے سیاسی قائد اور عوامی رہنما کی طرح انہوں نے اپنے انقلابی پروگرام پر عمل درآمد سے قبل قوم کو اعتماد میں لیا۔ اور انہیں ملک میں موجود سیاسی صورتحال سے آگاہ کیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ایک کتاب "پاکستان کی سیاسی حالت" انہیں دنوں منظرعام پر آئی۔ اس کتاب میں جناب بھٹو نے لکھا۔

"جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے۔ ہر حکومت قومی وحدت کے لئے اپیلیں کرتی رہی ہے۔ پاکستان یکے بعد دیگرے مختلف بحرانوں سے گزرتا رہا ہے۔ ہر بحران پہلے سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا رہا ہے۔ اور تمام دل سوز اپیلوں کے باوجود قومی وحدت ہم سے گریزاں رہی ہے۔ اس بات کی ضرور کچھ ٹھوس وجوہ ہوں گی۔ کہ ہمارے یہاں وحدت کے بجائے بحرانوں کی بہتات رہی ہے۔ ان وجوہ کے جائزے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ملک کو دو طرح کے بحرانوں کا سامنا رہا ہے۔ عمومی قسم کے بحران جنہوں نے پوری دنیا لیکن خاص طور پر ایشیاء کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ دوسرے بحران جن کے سائے برصغیر پاک و ہند پر مسلط ہیں۔ ان دو بحرانوں میں بڑا واضح تعلق ہے۔ بحرانوں کی

www.bhutto.org

نوعیت کچھ بھی ہو، اور وہ سادہ ہوں یا پیچیدہ، ضروری ہے کہ حالات کا ٹھیک اندازہ کیا جائے۔

جس دنیا میں ہم رہتے ہیں۔ وہ ایک ایسے موڑ کی طرف بڑھ رہی ہے جو عالمگیر تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ محض ایک اور ڈائن بائن پھو نہیں ہو گا۔ ڈائن بائن پھو اور موجودہ بحران کے درمیان وہی فرق ہے۔ جو ۱۹۵۴ء اور ۱۹۶۸ء میں ہے۔ ہم ایک عمودی چٹان کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ اس کے نیچے موت کی وادی ہے۔ کیا ہمیں جانتے بوجھتے آگے بڑھ کر تباہی سے ہم کنار ہونا چاہئے یا پیچھے ہٹ جانا چاہئے؟ پلٹ آنے کے سواء کوئی چارہ نہیں۔ اس سے ہماری عزت نفس کو کوئی دھچکا نہیں پہنچے گا۔ اس کا نتیجہ تو صرف یہ ہو گا۔ کہ یہ خوبصورت دنیا خواہ مخواہ کی تباہی سے بچ جائے گی۔

پاکستان ایک گرداب میں گھرا ہوا ہے۔ جب ہم پیچھے مڑ کر اپنے وجود کے گذشتہ بیس سالوں پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بین الاقوامی اور پاک و ہند مسائل کو گڈمڈ کرنے کا ایک خطرناک رجحان پرورش پاتا جارہا ہے۔ اس موقف پر اصرار کرنا بے معنی ہے۔ کہ بحران آج کے دور کا تقاضہ اور ہمارے مضطرب عہد کا فطری مظہر ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ جو شیطانی رجحان کار فرما ہیں ان کا دھارا بدل جائے۔

یہ صرف ہمارا ملک ہی نہیں جو بحرانوں کے دائرہ میں گرفتار ہے۔ مگر بہت سے ملکوں نے ہم سے ملتے جلتے مسائل حل کرنے میں کامیابی حاصل کرنی ہے۔ اور وہ طاقت پکڑ کر دوسرے معاملات کو سر کرنے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آگے بڑھنے کی طاقت اپنے بنیادی داخلی مسائل حل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے دوسرے ملکوں کے برعکس بدقسمتی سے پاکستان ابھی تک اپنے بیشتر بنیادی مسائل حل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا اثر عوام، ان کے مقدر، ان کے بچوں کی زندگیوں اور ان کے معاشرے کی آئندہ ہیت پر پڑنے والا ہے۔ جن مسائل کا تعلق عوام اور ان کی امنگوں سے ہے، سچ پوچھئے تو آج تک انہیں عوام کے سامنے رکھا ہی نہیں گیا۔ کہ وہ انہیں حل کرتے۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے یقین دلایا تھا کہ پاکستان کی حکومت اور دستور کا انتخاب پاکستان کے عوام کریں گے۔ یہ وعدہ ہنوز معرض التواء میں ہے۔ جب تک ملک کے عوام اپنے

www.bhutto.org

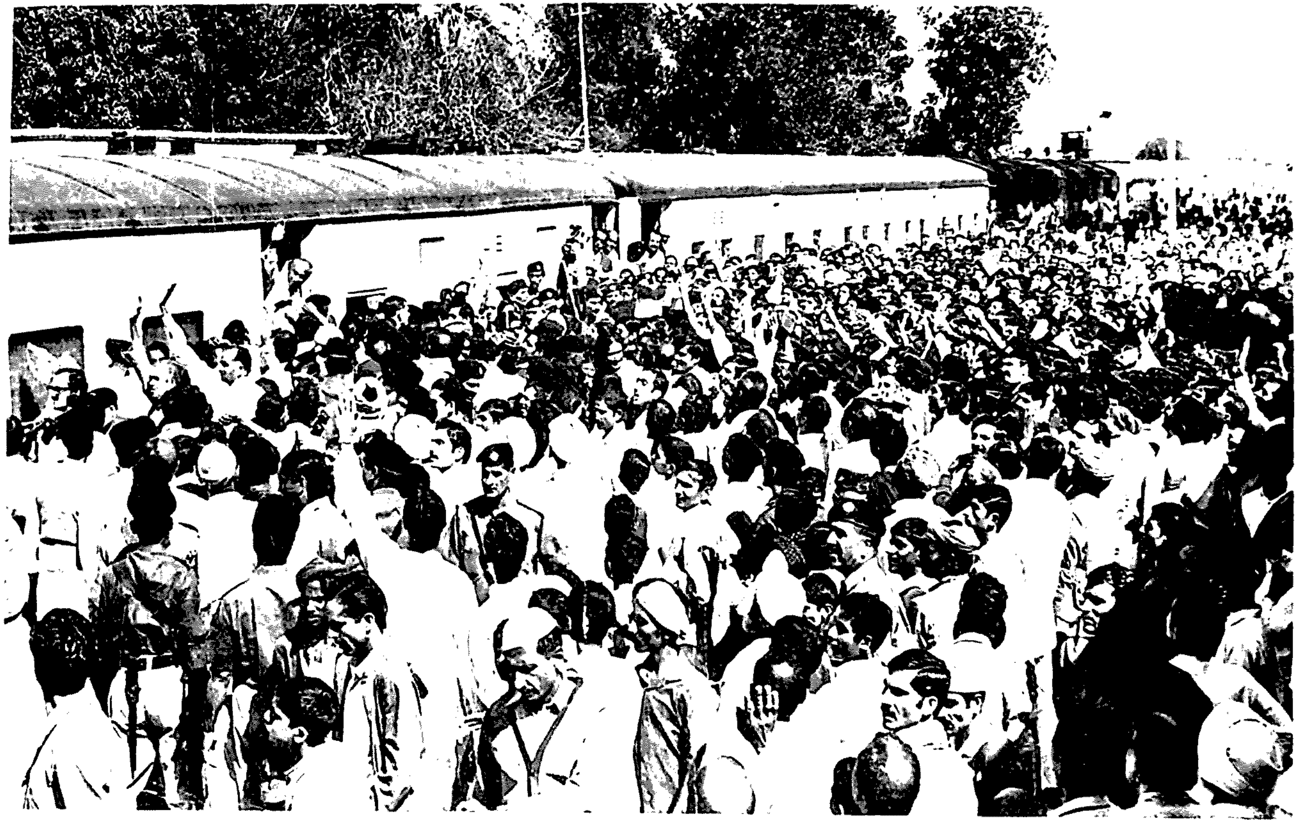

عوامی جدوجہد کا آغاز جناب بھٹو ٹرین کے ذریعے عوامی رابطہ مہم کے دوران

www.bhutto.org

مستقبل کا آزادانہ فیصلہ نہیں کرتے ہماری مشکلات کا خاتمہ محال ہے۔ موجودہ جمود کو محض ہتھکنڈوں سے نہیں توڑا جاسکتا۔ آگے کی جانب کوئی قدم پچھلی غلطیوں کے بوجھ سے آزاد ہو کر ہی اٹھ سکتا ہے۔

انتشار کے گرد و غبار میں ایک راستے کے نشانات واضح ہو رہے ہیں۔ عوام کی ایک روز افزوں تعداد جس میں نئی نسل سرفہرت ہے۔ اس نتیجے پر پہنچ گئی ہے۔ کہ پاکستان کے مسائل حل کرنے کے لئے پرانے طور طریقے ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ہر عہد کی اپنی دونوں جمہوریت سے ہم آہنگ ہیں۔ یہی کچھ پارلیمانی اور صدارتی نظاموں کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ اس سے اس دلیل کو مزید تقویت ملتی ہے۔ کہ ایسے مسائل پر عوام کے خیالات معلوم کرنے ضروری ہیں جن کا حل مجرد اصولوں کے بارے میں مناظرہ بازی کے ذریعے تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ قانون ساز اسمبلیاں کسی انتخابی ادارے کے بجائے بالغ آبادی کے براہ راست ووٹوں سے منتخب ہونی چاہیں۔ بالواسطہ انتخابات کے نظام میں بدعنوانی اور دھاندلی کا شکار ہو جانے کی بہت زیادہ گنجائش ہے۔ پوری کی پوری آبادی کو ڈرانا، دھمکانا اور بہلانا، پھسلانا ممکن نہیں مگر کسی انتخابی ادارے کے گنے چنے افراد کو ایذاؤں اور نوازشوں سے متاثر کر لینا کہیں آسان ہے۔ ووٹ کا حق استعمال کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہونی چاہئے۔ اور نہ ہی اسے صاحب جائیداد یا تعلیم یافتہ ہونے سے مشروط کرنا چاہئے اور یہ حق دونوں جنسوں کے لئے یکساں ہونا چاہئے۔

آزادی کی فضاء میں عوام اپنی دیانت دارانہ رائے کے استعمال میں کوئی روک ٹوک محسوس نہیں کریں گے۔ عوام کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا دستوری طور پر اقرار ہونا چاہئے۔ جس معاشرے میں شہری آزادیاں کار فرمانہ ہوں یا ہوں تو برائے نام ہوں۔ وہ ایک غلام معاشرہ ہے۔ وہ بنیادی حقوق جو دستور میں حادثتاً جگہ پاگئے۔ اب سوچے سمجھے طریقے سے کالعدم قرار دیئے جاچکے ہیں۔ سترہ دن کی جنگ ۱۹۶۵ء میں ختم ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اعلان تاشقند ہوا اور ۲۸ - ۱۹۶۷ء کے بجٹ میں دفاع کے اخراجات میں کمی کر دی گئی۔ بھارت کے ساتھ ہمارے تعلقات میں تبدیلی کے جو تازہ رجحانات سامنے آ رہے ہیں۔ اور جس طرح ہم صلح و آشتی کے زینے پر کشاں کشاں بڑھ رہے ہیں ان کے پیش نظر

www.bhutto.org

ڈیفنس آف پاکستان رولز کو نافذ رکھنے کا کوئی قابل قبول جواز باقی نہیں رہتا۔

ناجائز اختیارات کو بے نقاب کرنے کے بجائے کھلے بندوں سمگلنگ اور بد دیانتی کی سرطانی افزائش نے دوسری برائیوں کے ساتھ ڈیرے ڈال کر عوام اور حقیقت کے درمیان پردے ڈال رہے ہیں۔ جرم اور تشدد میں مصیبت ناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ بدعنوانی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ عام آدمی کے لئے اتنے پیسے کمانا محال ہو گیا ہے۔ کہ وہ شریفانہ زندگی گزار سکے۔ ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور متوسط طبقہ بری طرح ان کی زد میں آیا ہوا ہے۔ یہ حالات چین کی گومن تانگ حکومت کے دور کے حالات سے کچھ زیادہ سیاسی معنویت ہوتی ہے۔ اپنے مدوجزر ہوتے ہیں۔ آج کے جوشیلے اور للکارتے ہوئے دور کا تقاضا ہے کہ پاکستان کی پوری آبادی کی بہترین امنگوں کے مطابق معاشرے کی تعمیر کے لئے ایک بالکل نئی راہ تراشی جائے۔ ہم ماضی کی طرف پلٹنے کو تیار نہیں، نہ ہی عوام موجودہ حالات کو مزید برداشت کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے اعلان کیا ہے کہ طاقت کے مالک عوام ہیں۔

داخلی اختلافات کو باہم رضامندی اور افہام و تہفیم سے حل کرنا لازمی ہے۔ طرز حکومت اور دستور کے متعلق طویل مباحثہ بالا آخر انجام کو پہنچ جانا چاہئے۔ آزادی ضمیر کے اس دور میں عوام کی دانش مندی پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان نے حکومت اور دستور کے خاصے تجربے کو دیکھے ہیں۔ اپنی اجتماعی ذہانت کے بل پر جسے پچھلے بیس سال کے تجربے نے مزید پختگی عطاء کر دی ہے۔ ہمارے عوام اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ بنیادی جمہوریت جو فاشزم کا دوسرا نام ہے۔ ہمارے کام نہیں آسکتی ہے۔ ایسے آزاد اداروں کی ضرورت ہے۔ جو اپنے خالقوں کے بعد بھی قائم رہ سکیں۔ اور جن میں ایسے افراد کے خلاف مدافعت کی سکت ہو جو طاقت کے حریص اور دولت کے رسیا ہیں۔ ان اداروں کی کارکردگی سے عوام میں اعتماد ابھرنا چاہئے۔ جس کا مطلب ہے کہ انہیں مطلق العنان طاقت کی مشق ستم کے خلاف معاشرے کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہئے۔ قانون کو یوں عمل آجانا چاہئے کہ وہ عوام کے ہاتھ کی تلوار ہو نہ کہ موجودہ غیر

www.bhutto.org

منصفانہ صورتحال کو برقرار رکھنے کی ڈھال۔ جب عوام اپنے قدموں پر کھڑے ہوں گے۔ تو آج کی قتل گاہوں پر ایک عادلانہ معاشرے کی بنیاد رکھیں گے۔ وہ ہم مرتبہ مردوں اور عورتوں پر مبنی ایک آزاد بھائی چارے کی تخلیق کریں گے۔ جو ان کے آدرشوں کی تکمیل کا درجہ رکھے گا۔

یہ صرف پاکستان کے عوام کا حق ہے۔ کہ وہ غلط یا صحیح فیصلہ کریں کہ ریاست کو فیڈریشن ہونا چاہئے یا وحدانی، دونوں بازوؤں کا مرکز کے ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ کیا رشتہ ہونا چاہئے۔ طرز حکومت پارلیمانی ہو یا صدارتی یا اس کی کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے جس میں ان دونوں نظاموں کے عناصر گھلے ملے ہوں۔ فیڈرل نظام ہو یا وحدانی۔ مختلف نہیں صنعت کاروں اور افسروں کے درمیان اقتصادی اور سیاسی طاقت میں ساجھے کی خاطر نکاح ہو چکا ہے۔ دیہات میں زندگی غیر محفوظ ہو گئی ہے۔ شہروں میں سکونت کی ناگفتہ بہ حالت ہے۔ اور چاروں طرف بے ہنگم، غلیظ آبادیاں پھیلتی جا رہی ہیں۔ جن کا لوگوں کی صحت پر نہایت برا اثر پڑ رہا ہے۔ ہسپتالوں میں مہلک بیماریوں کے علاج کی سہولت میسر نہیں۔ نقلی دوائیاں بیماروں کو دی جاتی ہیں۔ جو انہیں فوری طور پر موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔ وہ بدمعاش جو اشیائے خوردنی میں آمیزش کرتے ہیں اور اپنی ناجائز دولت میں چور بازاری سے دن دونا اضافہ کرتے ہیں۔ انہیں سزاء کا کوئی خوف نہیں رہا۔ سرکاری ٹرانسپورٹ کی کارکردگی شرمناک ہے۔ حادثات کی اتنی بھرمار ہے۔ کہ شاہراہیں موت کے پھندے بن گئی ہیں۔ ٹرینوں کو دن دہاڑے روکا جاتا ہے۔ اور مسافروں کو لوٹا جاتا ہے۔ جب کہ ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان گھنٹوں باقاعدہ بندوق بازی ہوتی ہے۔ دریائی اور جنگلی علاقے لیٹروں کی پناہ گاہیں بن چکے ہیں۔ معصوم نوجوان لڑکیوں کو زبردستی ان بیگار کیمپوں میں دھکیلا جا رہا ہے جو قصاب کے مضافات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لاہور جیسے بڑے شہروں میں گواہوں کو کچہریوں کی حدود میں قتل کیا جا رہا ہے۔ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان پر قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں۔ لیکن مجرم فرار ہو جاتے ہیں اور شناخت نہیں ہو پاتے۔

پریس پابہ زنجیر ہے۔ اور مطبوعہ لفظ کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ سیاسی لیڈروں کو ستایا

اور سیاسی پارٹیوں کو دبایا جارہا ہے۔ ان لوگوں کو جو قیام پاکستان کے لئے لڑے اور جنہوں نے مشکل ترین لمحات میں پاکستان کے وقار کی حفاظت کی سب و شتم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہڑتال کا حق دیا جاتا ہے۔ اور نہ غریبوں کی دلجوئی کا کوئی سامان کیا جاتا ہے۔ نوزائیدہ صنعت کار طبقے کی تجوریاں بھرنے کے لئے محنت کش طبقوں کا خون نچوڑا جارہا ہے۔ ملکی نظم ونسق ایک ظالمانہ افسر شاہی کے پاؤں تلے دم توڑ رہا ہے۔ جو سیاست میں روز بروز گھناونا کردار ادا کر رہی ہے۔ قانونی ڈھانچے میں رخنہ اندازی نے انتشار کی فضاء کو اور بھی گہرا کر دیا ہے۔

اس حکومت نے طلباء کو خاص طور پر پختہ مشق ستم بنایا ہے۔ ہمارے نوجوان طبقے کو جس سے ہم اپنے مستقبل کی تمام امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔ شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پاکستان کی جواں مردی کے جوہر کو کند کرنے کے لئے ظالمانہ آرڈیننس نافذ کئے گئے ہیں۔ وہ سندیں جو ایسے علم کے حصول کا ثبوت ہیں۔ جو کسی سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔ انہیں ضبط کر کے واپس لے لیا جاتا ہے۔ ذہنوں پر یہ ڈاکہ سرکاری طور پر ڈالا جارہا ہے۔ نوجوان نسل پر بھروسہ کرنے کی جرات کے بجائے حکومت ہمارے طلباء کو شک کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اور آبادی کے اس حصے سے اتنا ڈرتی ہے کہ کسی دوسرے سے نہیں ڈرتی۔

دوسری تمام آزادیوں کے ساتھ ساتھ تعلیمی آزادی بھی چھین لی گئی ہے۔ اور یونیورسٹیوں کو خود مختاری سے محروم کر کے محکوم بنالیا گیا ہے۔ اگر یہی کیفیت جاری رہی تو انجام کار پولیس ہی یہ فیصلہ کیا کرے گی۔ کہ کیا پڑھایا جائے اگر حکومت ذرائع نشرواشاعت پر تمام تر کنٹرول رکھتے ہوئے بھی طلباء کی تائید حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ تو وہ لوگ طالب عملوں کو کیونکر گمراہ کر سکتے ہیں۔ جنہیں ان تک پہنچنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔ طلباء کی جمعیت اب اپنے لئے خود سوچ بچار کرنے لگی ہے۔ اس لئے اب اسے گمراہ کرنا آسان نہیں۔ حکومت چونکہ عوام سے دور ہو چکی ہے۔ اس لئے نہ تو نوجوان کو سمجھ سکتی ہے۔ اور نہ عام لوگوں کی امنگوں کو۔ یوں اس حکومت نے موجودہ نسل کو مایوس کیا ہے۔ اور آئندہ نسل کی تائید بھی گنوا دی ہے۔

پھر عجب کیا کہ پریس کا منہ بند کر دیا گیا ہے۔ اور اپوزیشن کو خاموش۔ حکومت کی

www.bhutto.org

آواز ہی سچائی کی واحد آواز ہے۔ اور اسے نازی انداز کے پراپیگنڈے کی شکل میں مقبوضہ پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر متنفر انگیز حد تک اچھالا جاتا ہے۔ جدھر بھی دیکھیں آپ کو بے اطمینانی ملے گی۔ غریبوں کے لئے بدعنوانی، خویش پروری، اور لاقانونیت کا بڑھتا ہوا وبال اب ناقابل برداشت ہوتا جارہا ہے۔ استحصال اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گیا ہے۔

(ذوالفقار علی بھٹو کی کتاب "پاکستان کی سیاسی حالت" کا ایک باب)۔

www.bhutto.org

پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام

۳۰ر نومبر ۱۹۶۷ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ اس مقصد کے لئے لاہور میں جناب ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ پر ایک خصوصی کنونشن منعقد کیا گیا جس میں پاکستان کے چاروں صوبوں سے جناب بھٹو کے ساتھیوں نے شرکت کی۔ جناب بھٹو کی نئی سیاسی جماعت کا نام پیپلز پارٹی رکھنے کی تجویز انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے طالبعلموں کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔

۱۹۶۶ء میں جناب ذوالفقار علی بھٹو ایوب کابینہ سے استعفیٰ دینے کے بعد بذریعہ ٹرین جب لاہور تشریف لائے تو ریلوے اسٹیشن پر ان کا والہانہ اور تاریخی استقبال کیا گیا اس موقع پر زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ استقبال کرنے والوں میں لاہور کے دیگر تمام تعلیمی اداروں کے طالب علموں کے علاوہ انجینئرنگ یونیورسٹی کے طالب علم بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ بعدازاں انجینئرنگ یونیورسٹی کے طالب علموں کے ایک وفد نے مسٹر سہیل منان کی قیادت میں فیلٹیز ہوٹل لاہور میں جناب بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں اپنی سیاسی جماعت بنانے کی تجویز پیش کی اس کے ساتھ ہی انہوں نے بھٹو صاحب سے یہ درخواست بھی کی کہ برادر ملک ترکی انتہائی مقبول سیاسی جماعت ٹرکش پیپلز پارٹی کے حوالے سے اپنی جماعت کا نام بھٹوز پیپلز پارٹی رکھیں۔ بھٹو صاحب نے یہ درخواست قبول کرلی ......

طالب علم اس حوصلہ افزائی پر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ستمبر ۱۹۶۷ء میں بھٹوز

www.bhutto.org

پیپلز پارٹی کا پرچم تیار کیا اور جب بھٹو صاحب لاہور کے دورہ پر تشریف لائے تو انہیں یہ پرچم پیش کیا گیا۔ بھٹو صاحب نے اس پرچم کو پسند کیا یہ پرچم پاکستان کے قومی پرچم کی طرح دو رنگ کا تھا تاہم قومی پرچم کے سفید رنگ کی جگہ سرخ رنگ لگایا گیا تھا اور اس کے اوپر "بھٹوز پیپلز پارٹی" کے الفاظ نمایاں طور پر تحریر کئے گئے تھے...... بعدازاں پارٹی کے اہم رہنماؤں کے مشورہ سے بھٹو صاحب نے اپنی جماعت کا نام پاکستان پیپلز پارٹی رکھا اور پارٹی پرچم میں تین رنگ شامل کئے......

پاکستان میں ایک نئی سیاسی جماعت کے قیام کی ضرورت سے متعلق جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے موقف کا اظہار ایک خصوصی تحریر میں کیا۔

" پاکستان اپنی آزاد اور خودمختار زندگی کے تیسرے عشرے میں داخل ہو رہا ہے۔ لیکن بارہ کروڑ پاکستانیوں کے تمام بنیادی مسائل کا حل اور ان کا مستقبل ابھی تک غیر یقینی ہے۔ یہ بات اس لئے بھی زیادہ افسوس ناک ہے کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد اس برصغیر کے مسلمانوں نے مکمل اعتماد کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کی بنیادیں اسلام کے بنیادی اصولوں پر استوار کی جائیں گی۔ اور ہماری سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی اسلام کے دینی اور دینوی اصولوں کی قوت سے رواں دواں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ نہ ہو سکا۔ اور اس کے لئے کسی لمبی چوڑی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ مارشل لاء سے پہلے پاکستان اپنی قومی زندگی کے تمام ضروری شعبوں میں بہت ہی پیچیدہ مسائل اور مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کو بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اسے مخلوط یا غیر مخلوط انتخابات کا نظریہ، مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان صوبائی مساوات کا مسئلہ، دینی اور لادینی سیاسی نظریئے کا باہم تعلق، مغربی پاکستان کی وحدت کا مسئلہ اور دوسرے بہت سے ایسے نازک اور آتش گیر مسائل درپیش تھے۔

معاشرے میں رشوت ستانی، نفسانفسی اور کنبہ پروری کا اس قدر دور دورہ تھا کہ ہماری اخلاقی اور سماجی زندگی تیزی سے پستی کی طرف جا رہی تھی۔ لوگوں میں

www.bhutto.org

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں لاڑکانہ سے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے جناب بھٹو کاغذات نامزدگی داخل کرا رہے ہیں

www.bhutto.org

بددلی اور مایوسی پھیل رہی تھی اور حکومت کے نظم و نسق کی اہلیت پر سے اعتماد اٹھ گیا تھا۔ خصوصاً غریبوں اور محنت کش طبقوں کے حقوق اور امنگوں کو جس بیدردی سے نظرانداز کیا گیا۔ اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ یہ غریب اور محنت کش لوگ ہی تھے، جن کے بل بوتے پر معاشی اور اقتصادی میدان میں سرمایہ داروں کے لئے بے انتہا ترقی کے مواقع پیدا ہوئے اور کارخانوں کی تعداد کئی گناہ بڑھ گئی۔ لیکن ان لوگوں کی ترقی کے لئے جو ہماری آبادی کی اکثریت ہیں۔ مختلف حکومتوں نے کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غریبی اور افلاس ہمارے محنت کش طبقوں کو گھن کی طرح کھانے لگی۔

نوکر شاہی اور حکومت کے اہل کار بجائے اس کے وہ لوگوں کی بہبود کی طرف متوجہ ہوتے۔ انہوں نے سیاسی کشمکش میں سیاست دانوں کے شانہ بشانہ اس آزاد ملک کے خادم بننے کے بجائے اس کے حاکم بن گئے اور یوں ملک میں غیر یقینی سیاسی ماحول اور بھی نازک حالات سے دو چار ہو گیا۔ ہمارے تمام قومی سیاسی مسائل میں اضطراب کی کیفیت دن بدن نمایاں ہوتی گئی۔

ملکی نظم و نسق کی کارکردگی کا معیار بجائے اس کے کہ موجودہ صدی کے بین الاقوامی معیاروں پر پورا اترتا دن بدن تیز رفتاری سے گرتا چلا گیا۔ کاشت کاروں میں بے مقصدی اور ہر مزدور طبقے میں بے نظمی اور غیر معین راہ عمل کا احساس جڑیں پکڑنے لگا اور سفید پوش اور تنخواہ دار طبقہ اپنی جائز ضروریات زندگی کے لئے ترسنے لگا۔ خود غرضی اور ذاتی نفع اندوزی ہمارے معاشرے کے رگ و پے میں رچ گئی۔ تعلیم اور نوجوانوں کی بہبود جو کہ قومی ترقی کے سرچشمے کی حیثیت رکھتے ہیں ہمارے ملک میں روبہ زوال ہو گئے۔ تمام قومی ادارے ماسوا عدلیہ اور افواج پاکستان کے شدید بحران کا شکار ہو چکے ہیں۔

ہندوستان کے جارحانہ عزائم کی وجہ سے ہمارے ملکی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اس کا بین ثبوت وادی کشمیر میں ہندوستان کی کھلم کھلا جارحیت تھی، جس کا مقصد دراصل پاکستان کے بنیادی، معاشی اور غیر علاقائی حقوق پر

غاصبانہ قبضہ تھا۔

یہ تھے وہ حالات جو ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء سے پہلے تھے۔ عوام کی امیدیں ایک دفعہ پھر جاگ اٹھیں۔ عوام نے سوچا کہ ہمارے قومی مسائل اب ایک دردمند ہاتھ سے سلجھ جائیں گے۔ نئی حکومت نے زرعی اصلاحات سے سیاسی زندگی کی تطہیر کے ذریعے اور اقتصادی اور معاشی زندگی میں نظم و ضبط کی کوشش کر کے کسی حد تک اپنے قیام کا جواز پیدا کیا۔ بنیادی جمہوریتوں کے باعث کچھ نئے ادارے وجود میں آئے جن سے قومی مسائل کو حل کرنے کی امید دلائی گئی۔ کسی حد تک نظم و نسق میں خرابیوں کو دور کیا گیا، اور رشوت ستانی پر قابو پانے کی کوشش کی گئی۔

۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کے ہٹنے پر ایک حد تک جمہوریت اور مطلق العنانی کا دوغلا نظام رائج کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً تمام قومی پریس کو نیشنل پریس ٹرسٹ کی صورت میں اپنے قبضے میں لے لیا گیا۔ اور دوسری طرف ایک سیاسی پارٹی قائم کر دی گئی۔ تاکہ وہ ان حالات کا مقابلہ کر سکے۔ درحقیقت جن کا جمہوریت سے انحراف کی وجہ سے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ یہ پارٹی پہلے تو کنونشن لیگ کہلائی، اور بعد میں اس کا نام پاکستان مسلم لیگ رکھ دیا گیا۔

بنیادی جمہورتیوں کے تحت ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۵ء میں انتخابات ہوئے۔ موجودہ حکومت کی نافذ شدہ اصلاحات کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ حکومت اپنی افادیت اور قابلیت کی اہلیت کو مکمل طور پر کھو بیٹھی ہے۔ اس دور حکومت میں بہت سے بنیادی قومی مسائل کا احیاء ہوا ہے اور نئے مسائل نے سر اٹھایا ہے۔ یہ حکومت ماضی کے کارناموں پر نہیں جی سکتی۔ ماضی کے مقابلے میں اب رشوت ستانی، کنبہ پروری اور دوسری بدعنوانیاں کہیں زیادہ عروج پر ہیں۔ کم سے کم عدلیہ جو مارشل لاء سے پہلے بااختیار تھی، مارشل لاء کے بعد کمزور ہو کر رہ گئی ہے اور ہمارے نظام قانون میں قانون دان طبقے کی نارضامندی کے باوجود اس قدر الجھنیں اور بے ضابطگیاں داخل کر دی گئی ہیں کہ عوام جن

کے حقوق کی پشت پناہی بالا آخر قانون ہی کرتا ہے۔ اس ڈھال سے محروم ہوگئے ہیں۔

جرائم اور تشدد کی وارداتوں میں روز افزوں اضافے نے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں صنعت کاری میں بے مقصد اور محض ذاتی اغراض کے پیش نظر افزائش زرعی ترقی کی طرف مجرمانہ عدم توجہ کا باعث بنی ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے ایک بہت ہی سنگین معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جس کے دور رس نتائج پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اب حالات یہ ہیں کہ اس ملک کو خوراک میسر نہیں ہو سکتی، جب تک کہ غیر ملکی اناج کی در آمد نہ کی جائے اور یہ غیر ملکی اناج ہمارے زر مبادلہ کے ذخائر کو تیزی سے ہضم کرتا جا رہا ہے۔

محنت کش طبقہ سخت ہیجان میں مبتلا ہے۔ غریب اور سفید پوش طبقے کے لئے افراط زر اور دن بدن بڑھتی ہوئی قیمتوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے۔

نئی نسل اور ہمارا دانش ور طبقہ بے حسی اور بے مقصدیت کا شکار ہو رہے ہیں جھوٹی اور مبتذل اقدار زندگی نے ہمارے قومی جذبے اور حوصلے کو خطرے میں ڈال دیا ہے طالب علموں میں اضطراب اور کرب کا احساس تیز تر ہوتا جا رہا ہے۔

عوام میں قومی مسائل سے لاتعلقی کی روش پیدا ہو رہی ہے۔ سول سروس تک کو آئینی حقوق کا پہلا سا تحفظ حاصل نہیں رہا۔

۱۹۶۲ء میں ہندوستان اور چین کی جھڑپ کے بعد پاکستان کی بری، بحری اور ہوائی افواج کی قوت میں جس قدر اضافے کی ضرورت تھی، اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ حالانکہ ہندوستان نے اپنی فوجی قوت کو ۱۹۶۲ء کے بعد خطرناک حد تک مضبوط کر لیا تھا۔ یہ سنگین ترین لغزش ناقابل معافی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے جارحانہ حملے کے بعد شروع شروع میں فوجی طاقت کو مضبوط کرنے کی طرف کسی قدر توجہ دی گئی۔ بجائے اس کے تمام دوسری ضروریات کو پس پشت ڈال کر فوجوں کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے اس بات کا چرچا کیا جا رہا ہے کہ دشمن ہندوستان کے ساتھ کسی نہ کسی طرح سمجھوتہ کر لیا جائے اور فوجوں میں تخفیف

www.bhutto.org

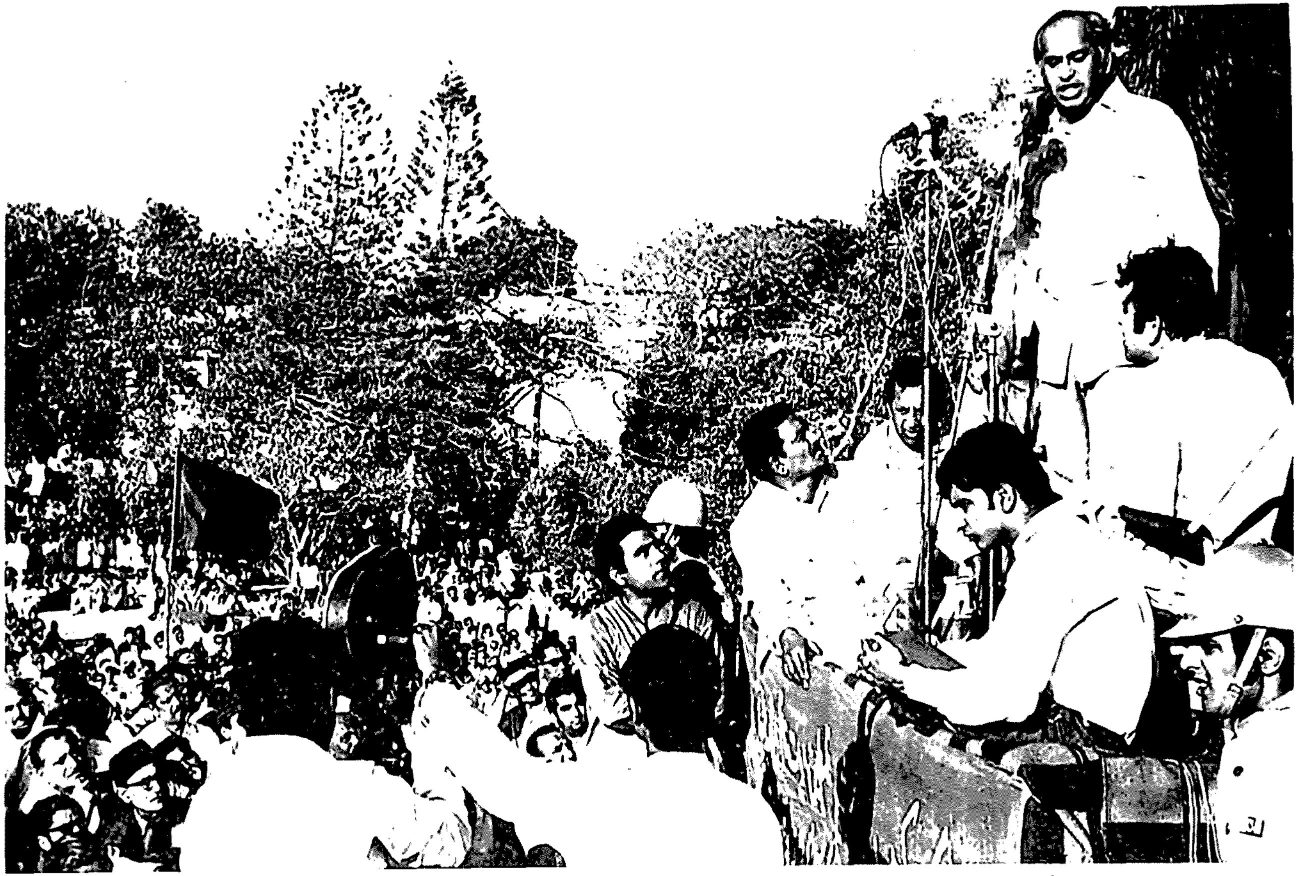

انقلابی جدوجہد کے ابتدائی دنوں کی تصویر، جناب بھٹو تقریر کر رہے ہیں، حفیظ پیرزادہ اور طارق عزیز بھی نظر آرہے ہیں

www.bhutto.org

کر دی جائے۔ خارجہ معاملات اور خارجہ پالیسی میں تضاد کی وجہ سے دن بدن کچھاؤ بڑھتا جارہا ہے۔ مختصر یہ کہ تضاد کا یہ چکراب اس حد تک مکمل ہوچکا ہے کہ اس کی وجہ سے ملک کے بین الصوبائی تعلقات میں بھی کشیدگی بڑھ رہی ہے۔

صدارتی اور پارلیمانی طرز حکومت، محدود انتخابات اور بالغ رائے دہی کے حق کے سلسلے میں نئے آئینی اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ تاشقند کے شرمناک سمجھوتے اور ہندوستان کے ساتھ امن کی عاجزانہ درخواستوں کے باوجود عوام کو ان کے بنیادی حقوق ڈیفنس آف پاکستان رولز کے عذرلنگ کے تحت غیر معین عرصے کے لئے محروم کر دیا گیا ہے۔ اب حال یہ ہے کہ قومی زندگی بے مقصد ہوگئی ہے اور قوم کا دم گھٹنے لگا ہے

قومی زندگی کو مکمل سیاسی بحران کے عمیق گڑھے کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ وہ سیاست دان جو ابھی ابھی پابندیوں سے آزاد ہوکر سیاسی میدان میں واپس آئے ہیں۔ ان میں سے کچھ نے حکمران پارٹی میں شامل ہوکر حکمران پارٹی کی بے مقصدیت اور بے راہ روی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے دوسروں نے اپنی اپنی سیاسی پارٹیوں کی دوبارہ تنظیم کر کے ایک متحدہ محاذ بنالیا ہے کہ شاید وہ اس طرح ملک کے اندرونی اور بیرونی مسائل پر قابو پالیں گے۔

لخطہ بہ لخطہ اور قدم بہ قدم قومی مسائل کا یہ تدریجی اور ارتقائی عمل ایک واضع صورت اختیار کرتا جارہا ہے مگر ان مختلف سیاسی اور قومی الجھنوں سے سلجھاؤ کی صورت ابھر رہی ہے۔ کوئی رد عمل اور تضاد بالا آخر مثبت عمل اور امتزاج کی طرف لوٹتا ہے اور اسی طرح سیاسی تبدیلیاں ایک دور سے دوسرے دور میں داخل ہوتی ہیں۔ یہ سیاسی عمل ناگزیر ہے۔

جمہوریت کی بحالی کے لئے تمام قدامت پسند سیاسی پارٹیوں کا الحاق نہ صرف موجودہ سیاسی صورت حال کو واضع کرتا ہے۔ بلکہ اس سے یہ بھی عیاں ہے کہ ان مختلف قدامت پسند سیاسی پارٹیوں کے اقتصادی اور معاشرتی پروگرام کم و بیش

www.bhutto.org

یکساں ہیں۔ پی ڈی ایم چونکہ قدامت پسند رجحانات کی آئینہ دار ہے۔ اس لئے ترقی پسند عناصر پی ڈی ایم میں شامل سیاسی پارٹیوں سے بہ آسانی اشتراک عمل نہ کر سکے اگر بغور دیکھا جائے تو یہی وجہ ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی پی ڈی ایم کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کر سکی اور اسے اپنے سیاسی وجود کو علیحدہ رکھنا پڑا۔

حالات کی رفتار اس بات کی متقاضی ہے کہ اب اس دور کا آغاز ہو، جس میں تمام ترقی پسند عناصر اور سیاسی پارٹیاں مل کر پی ڈی ایم کی طرح ایک علیحدہ تنظیم قائم کر لیں۔ اس نئی سیاسی صورتحال سے یہ خوش آئند تبدیلی پیدا ہوگی کہ ہماری سیاسی پارٹیاں جو کہ پہلے منفی طور پر محض شخصیات کے سہارے پروان چڑھتی تھیں اب واضح طور پر دو سیاسی رجحانات رکھنے والے یعنی ترقی پسند اور قدامت پسند گروہوں میں بٹ جائیں گی۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ جب قدامت پسند اور ترقی پسند تنظیموں کو اپنا اپنا مقام اور اتحاد حاصل ہو جائے گا۔ تو ان کے لئے آسان ہوگا کہ وہ حقیقی جمہوریت کی بحالی کی بنیاد پر آپس میں سمجھوتہ کر کے ایک قابل عمل مشترکہ پروگرام بنا سکیں۔

آنے والے دور میں توقع کی جاتی ہے کہ یہ ترقی پسند پارٹیاں پی ڈی ایم کی طرح کی متحدہ تنظیم بنانے میں کامیاب ہو سکیں گی، جس کی وجہ سے قومی سطح پر ایک ایسی فضا ابھرے گی، جس میں حزب مخالف کی تمام پارٹیاں متحد ہو کر حقیقی جمہوریت کی بحالی کے لئے آئینی جدوجہد کر سکیں گی۔

ان وجوہات کی بناء پر یہ ضروری ہے کہ اپوزیشن جماعتیں آپس میں باہمی سوجھ بوجھ اور تعلقات کی فضاء پیدا کریں۔ درحقیقت اپوزیشن پارٹیوں کا اتحاد ہے اگر ذرا غور سے موجودہ سیاسی حالات کا تجزیہ کیا جائے، تو ظاہر ہو جائے گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام اس وجہ سے ہی ضروری ہے کہ حزب اختلاف کی موجودہ سیاسی پارٹیوں کا اتحاد اس نئی سیاسی پارٹی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ سیاسی پارٹی ہماری موجودہ سیاسی پارٹیوں کے تاریخی اور سیاسی نظریات کو سلجھانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکے گی، کیونکہ یہ کام ہماری نئی سیاسی پارٹی مخلصانہ طور پر بغیر

www.bhutto.org

کسی تعصب یا ذاتی عناد کے، کرے گی۔ موجودہ حالات میں اس لئے بھی ایک نئی پارٹی بے حد ضروری تھی کہ اس کے بغیر ترقی پسند عناصر کو اکٹھا کرنا ممکن نہیں۔

نیشنل عوامی پارٹی بدقسمتی سے تین متحارب گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور ان میں سے خاص طور پر دو گروہوں کے اختلافات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح عوامی لیگ نہ صرف بین الصوبائی اختلافات میں مبتلا ہے، بلکہ پی ڈی ایم میں شرکت کے سوال پر اور دیگر اقتصادی اور سماجی مسائل پر بھی متحد نہیں رہی مختلف بڑی سیاسی پارٹیوں کے لئے گویہ ناممکن نہیں کہ وہ اپنے اندرونی اختلافات کو درگزر کرتے ہوئے ایک قومی متحدہ محاذ قائم کر سکیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کام بہت مشکل ہو گیا ہے، کیونکہ ان سیاسی پارٹیوں نے اپنے اپنے تفرقات کو ایک واضح صورت دے دی ہے۔ اس لئے ان میں باہمی اتحاد کا کام ایک نئی سیاسی جماعت ہی کر سکتی ہے، جس کی بنیاد ترقی پسند اصولوں پر رکھی گئی ہو۔ عظیم قومی مفاد کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اگلا قدم اٹھایا جائے۔ اس لئے گو سطحی طور پر اس بات میں کچھ تضاد نظر آتا ہو کہ نئی پارٹی کا وجود ضروری تھا، یا نہیں لیکن دراصل اتحاد عوام کے لئے ان حالات میں اس سے زیادہ مثبت اور تعمیری اقدام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

تمام قوم اور تمام ملت اتحاد کے لئے تڑپ رہی ہے۔ حزب اختلاف اپنی تمام کوششوں کے باوجود ابھی تک یہ اتحاد قائم نہیں کر سکی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اتحاد کے لئے محض خواہش ہی کافی نہیں اور اتحاد محض کہنے سے حاصل نہیں ہو جاتا۔ اتحاد عوام کے لئے ٹھوس کام، قربانیوں اور وسائل کی ضرورت ہے۔ خدا نے چاہا تو پاکستان پیپلز پارٹی یہ کام کر کے دکھائے گی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک کے عوام ایک فعال حصے کا، جس میں ہماری نئی نسل پیش پیش ہے، ایمان ہے کہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی سے پاکستان کی عظیم مشکلات کو سر نہیں کیا جا سکتا۔ ہر

www.bhutto.org

زمانے کا اپنا سیاسی ماحول اور سیاسی خدو خال ہوتے ہیں۔ موجودہ دور جو کہ نئی امنگوں اور ان سے وابستہ عمل کی نئی دعوتوں کا آئینہ دار ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک نئی سیاسی پارٹی نئی قوت اور نکھار کے ساتھ پاکستان کے تمام عوام کے لئے ایک ایسے مثالی معاشرے کی تعمیر کا کام سنبھال لے، جس کے لئے اس ملک کے عوام نے بے انتہا قربانیاں دی ہیں۔ اب عوام کبھی بھی اس بات پر رضا مند نہیں ہوسکتے کہ وہ محض ماضی کی طرف دیکھتے رہیں اور نہ ہی وہ موجودہ حالات کی سنگینی کو اور زیادہ برداشت کر سکتے ہیں۔ عوام چاہتے ہیں کہ عدل و انصاف پر مبنی ایک نیا نظام قائم کیا جائے، جس میں ملک کے کروڑوں عوام کے بنیادی حقوق اور مفادات کا تحفظ ہوسکے۔ یہ کام اور یہ فرض ایک نئی سیاسی جماعت ہی ادا کر سکتی ہے۔ اخلاص کے اس جذبے، اس نئے انداز فکر، اس نئے یقین اور نئی امید کے ساتھ ہی اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ ہمارے گوناگوں قومی مسائل کا حل ہماری قومی اقدار اور محنت کش عوام کے مفاد کے مطابق تلاش کیا جاسکے۔

ہمارے انداز فکر میں انقلاب آفرین تبدیلی کی اشد ضرورت ہے اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں، لمبا راستہ اختیار کرنا کوئی خوشگوار کام نہیں۔ جب کہ چھوٹا راستہ موجود ہو۔ لیکن پاکستان کے موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ لمبا راستہ اختیار کیا جائے۔ ہمیں تجربے نے یہ بتا دیا ہے کہ جب ایسے مسائل درپیش ہوں، جن سے عوام اور ملک کی تقدیر وابستہ ہو تو آسان اور چھوٹا راستہ دراصل منزل سے آشنا نہیں کرتا، بلکہ سراب کی نشاندہی کرتا ہے۔

ان سیاسی حقیقتوں کے پیش نظر اور عظیم ملی مفادات کے لئے جن کا تجزیہ کیا گیا ہے، یہ بات واضع ہو چکی ہے کہ ایک نئی سیاسی جماعت اور ایک نیا سیاسی لائحہ عمل اور دستور اس قوم اور ملت کے لئے اشد ضروری ہیں۔ موجودہ حالات میں ایک نئی سیاسی جماعت کی تنظیم اور نشو و نما بہت مشکل کام ہے۔ اس سلسلے میں تمام مجبوریوں اور بندشوں کا احتساب ضروری ہے۔ لیکن ان تمام مشکلات

www.bhutto.org

کے باوجود جو اس قدم کو اٹھانے پر پیش آئیں گی۔ ہماری سیاسی زندگی کی موجودہ حالت اور ہمارا قومی مفاد ہم سے یہی راستہ اختیار کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، چاہے اس کے لئے ہمیں انتہائی قربانی دینی پڑے اور اپنا سب کچھ لٹانا پڑے صرف اسی راستے کو اختیار کرنے سے قومی مفاد اور حب الوطنی کے مفادات کو تقویت پہنچائی جاسکتی ہے۔ عوام اپنے موثر اخلاص اور یقین محکم کے طفیل اس بات کے اہل ہیں کہ وہ حقیقت پسندی سے اپنے تمام مسائل کو خود حل کر سکیں۔ اسی لئے اتحاد عوام اس نئی سیاسی جماعت کا نصب العین ہے۔

قومی مسائل کو حل کرنے کے لئے مشعل راہ ہمارے قائداعظم کے اقوال و ارشادات ہیں اور ہمارے لئے مشعل راہ رہیں گے۔ اس ملک کے عوام اس بات کا تہیہ کر چکے ہیں کہ وہ اس جذبے اور روح کو زندہ کرکے رہیں گے، جو ہمیں قائداعظم محمد علی جناح نے عطا کی تھی۔ ہمارا مقصد نئے مسائل پیدا کرنا نہیں اور نہ پرانے مسائل کو زندہ کرنا ہے، بلکہ ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔ جو قیام پاکستان سے لے کر ہماری سیاسی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں۔ ملک کی تقدیر کا فیصلہ چند افراد اپنی مرضی سے کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ ملک کے تمام عوام اپنے حقیقی نمائندوں کے ذریعے سے ہی جنہیں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب کیا گیا ہو، اپنے آئینی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

پاکستان کے عوام سے یہ اپیل باہمی یقین اور اعتماد کے ساتھ کی جاتی ہے اور باہمی یقین اور اعتماد کی بنیاد عدل و مساوات کے اصولوں پر ہی رکھی جاسکتی ہے، نہ کہ جبر و استبداد اور لوٹ کھسوٹ کے پرانے مسلک پر اس نئی بنیاد پر پاکستان کے عوام اپنے اندرونی اور بیرونی مسائل کا حل یقینی طور پر تلاش کرسکتے ہیں۔

قادر مطلق خدا پر غیر متزلزل ایمان کے ساتھ جو تمام جہانوں اور انسانوں کا پالنے والا ہے۔ دین اسلام کے لئے جذبہ حمیت رکھتے ہوئے اور پاکستان کے مقاصد کے لئے اپنے آپ کو کلی طور پر وقف کرتے ہوئے ہم سب اللہ کا نام

www.bhutto.org

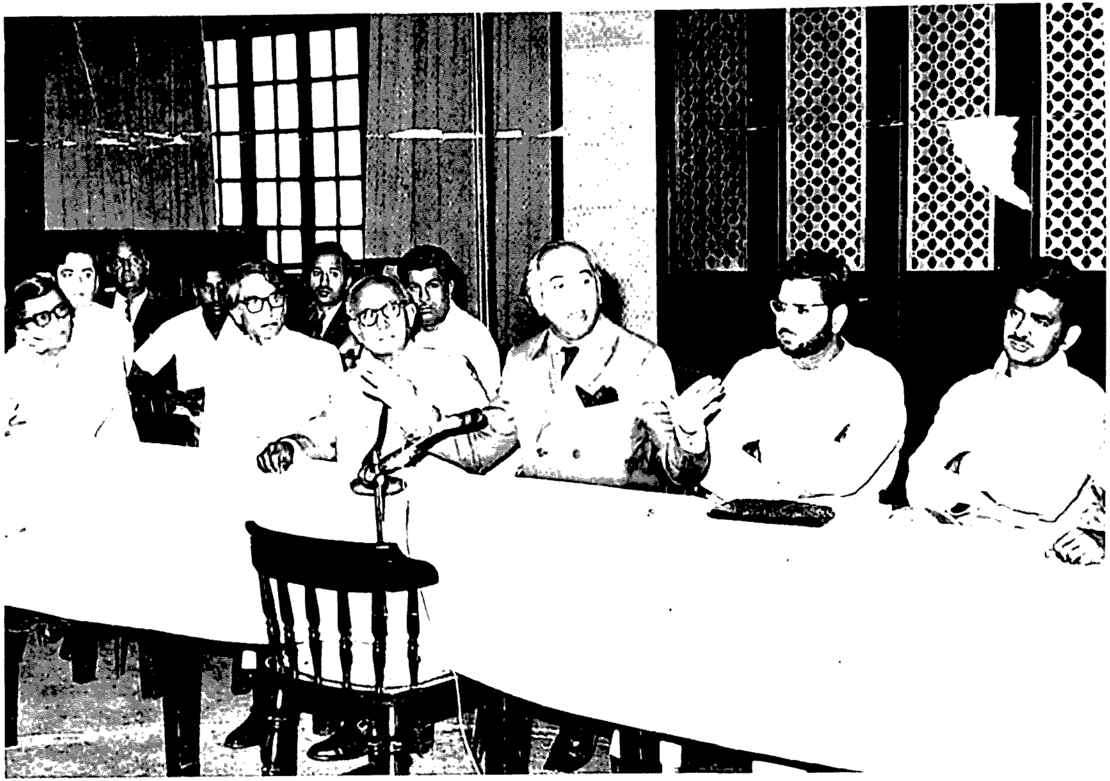

جناب بھٹو ایک پریس کانفرنس کے دوران، مولانا کوثر نیازی، ڈاکٹر مبشر حسن، ملک غلام مصطفیٰ کھر، جے ایم رحیم، غلام مصطفیٰ جتوئی بھی ہمراہ ہیں

www.bhutto.org

لے کر اس عظیم کام کی ابتداء کرتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ اتحاد عوام سے اور اجتماعی تدبر اور سوچ بچار کی بدولت پاکستان کی خدمت میں مگن ہو کر ہم اپنے شان دار مستقبل کی طرف گامزن ہوں گے، اور دنیا میں عدل و انصاف اور امن کو قائم کرنے کا موجب بنیں گے"

www.bhutto.org

صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم اور قیام پاکستان کے ۲۴ سال بعد پاکستان میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ولولہ انگیز قیادت میں چلائی گئی عوامی انقلابی تحریک کے نتیجہ میں پہلی مرتبہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو عام انتخابات منعقد ہوئے۔ جس میں پاکستان کے عوام نے زبردست جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اور اپنے نمائندے منتخب کئے۔ ان انتخابات میں مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ جبکہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے صرف دو سیٹوں کے علاوہ باقی تمام سیٹیں جیت لیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے مختلف شہروں میں قومی اسمبلی کے چھ حلقوں سے انتخابات میں حصہ لیا۔ جن میں سے پانچ حلقوں سے انہوں نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ ۱۱ جنوری ۱۹۷۰ء کو صدر یحییٰ نے اعلان کیا کہ آئین بنتے ہی وہ اقتدار عوامی حکومت کے حوالے کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قانونی ڈھانچہ درحقیقت آئین بننے کے بعد عوامی حکومت کو اقتدار کی منتقلی کی ضمانت ہے، جنرل یحییٰ اگر چاہتے تو اقتدار جلد از جلد عوامی نمائندوں کو منتقل کرنے کیلئے کوئی لائحہ عمل تیار کر سکتے تھے۔ مگر بدقسمتی سے ہوس اقتدار نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا اور ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء سے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوط ڈھاکہ کے عظیم سانحہ تک وہ نیا آئین بنانے کے پروگرام کو عملی جامعہ نہ پہنا سکے۔ جس کے تحت وہ اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کر سکتے۔ اس دوران پاکستان کے دونوں حصوں کی سیاسی جماعتوں اور عوام میں بے چینی بڑھتی گئی۔ اور سیاسی حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔ ۲۶

مارچ ۱۹۷۱ء کو صدر یحییٰ نے عوامی لیگ کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ اور شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر لیا گیا۔ عوامی لیگ پر پابندی اور شیخ مجیب کی گرفتاری پر مشرقی پاکستان میں زبردست احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ بھارت جو پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک ہمیشہ اس تاک میں رہا کہ کسی نہ کسی طرح پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کا کوئی موقع ہاتھ آجائے نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور دیناج پور کے علاقہ ٹھاکر گاؤں میں بھارت کی مسلح افواج بڑی تعداد میں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ اور شیخ مجیب کی حامی مسلح تنظیم مکتی باہنی جو در حقیقت بھارت کے تربیت یافتہ فوجیوں پر ہی مشتمل تھی کی مدد کی غرض سے بھارتی فوجی مشرقی پاکستان میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ ۶ اپریل ۱۹۷۱ء کو پاکستانی فوج نے کھلنا اور جیسور میں ۸۴۰ ہندوستانی سپاہیوں کو گرفتار کیا۔ مشرقی پاکستان میں بھارتی فوجیوں کی آمد کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا۔ کیونکہ انہیں شیخ مجیب کی عوامی لیگ کے کارکنوں کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ اور وہ بھارتیوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے ہر وقت تیار تھے۔ آنے والے دنوں میں مشرقی پاکستان میں حالات بد سے بد تر ہوتے گئے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو آل انڈیا ریڈیو نے خبر نشر کی کہ مشرقی پاکستان میں "آزاد حکومت" کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۱ء کو بھارتی فوج نے کومیلا اور برہمن باڑیہ کے درمیان پاکستان کی سرحدی چوکی پر توپ خانہ کی مدد سے زبردست حملہ کیا۔ ۱۹ مئی ۱۹۷۱ء کو بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان سے پچیس لاکھ افراد کو مغربی بنگال میں دھکیل دیا گیا ہے۔ اور اگر انہیں واپس نہ لیا گیا تو ہمیں مجبوراً پاکستان پر حملہ کرنا پڑے گا۔ ۲۶ مئی کو اندرا گاندھی نے پھر اعلان کیا کہ "ہم بڑی طاقتوں کی پروا کئے بغیر پاکستان کے خلاف فوجی کارروائی کریں گے" ۳ جولائی ۱۹۷۱ء کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر باضابطہ فضائی حملہ کیا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو روس بھارت فوجی معاہدہ پر عمل در آمد شروع ہو گیا۔ روس کے فوجی ماہرین بھارت پہنچ گئے اور مشرقی پاکستان پر حملے کے نقشے تیار کر لئے گئے۔ ایک طرف تو بھارت پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے بھرپور منصوبے بنا رہا تھا۔ مگر دوسری طرف صدر یحییٰ اور ان کے حواری اقتدار کے نشہ میں مست موج میلے کر رہے تھے۔ انہوں نے حالات کی سنگینی پر کوئی توجہ نہ دی۔ اور نہ ہی قوم کو اعتماد میں لے کر سیاسی حالات ٹھیک

کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۳ نومبر ۱۹۷۱ء کو ڈیلی ٹیلیگراف کے نمائندہ مقیم دہلی کی ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں بتایا گیا کہ بھارتی افواج نے مشرقی پاکستان کا مکمل محاصرہ کر لیا ہے۔ پیدل، بکتر بند اور فضائی فوج کا بڑا حصہ پاکستان کی سرحدوں پر پہنچا دیا گیا ہے۔ بھارتی فوجیں بیک وقت مشرقی اور مغربی پاکستان پر حملہ کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ نام نہاد "بنگلہ دیش" کی فضائیہ کے لئے اڈے اور طیارے مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ روس کے جنگی جہاز مشرقی پاکستان کی ناکہ بندی کے لئے خلیج بنگال میں داخل ہوگئے ہیں۔ برطانیہ اور روس نے بھارت کو میزائل اور ٹینک مہیا کر دیئے ہیں۔ ۲۵ نومبر کو بھارت نے مشرقی پاکستان کے پانچ محاذوں پر زبردست جنگ شروع کر دی۔ جب جنرل یحییٰ اور ان کے حاشیہ برداروں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہیں جان کے لالے پڑ گئے۔ اور انہوں نے اس مشکل ترین وقت میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی خدمات حاصل کیں تاکہ وہ ملک کو بچانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ جناب بھٹو نے جنرل یحییٰ سے اپنے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملک کی سلامتی کے لئے اپنی تمام خدمات حکومت کو پیش کر دیں۔ اور سفارتی سطح پر جنگ لڑنے کے لئے اقوام متحدہ روانہ ہوگئے۔ ۱۲ سے ۱۵ دسمبر تک جناب بھٹو نے سلامتی کونسل میں اپنے ملک کے دفاع کی بھرپور جنگ لڑی مگر بدقسمتی سے ادھر ۱۶ دسمبر کو بھارتی فوجیں ڈھاکہ میں داخل ہو گئیں۔ اور مشرقی پاکستان، ہندوستان کے قبضہ میں چلا گیا۔ سقوط ڈھاکہ کے ناقابل برداشت سانحہ کے بعد جنرل یحییٰ کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی کہ وہ ملک کے اقتدار پر مزید براجمان رہ سکیں۔ چنانچہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اقوام متحدہ سے واپس بلا کر درخواست کی گئی کہ وہ ملک کا نظم و نسق سنبھالیں۔ اور ملک و قوم کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیں۔ اس طرح ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جناب بھٹو نے عنان حکومت سنبھال لی۔ جس وقت جناب بھٹو کو اقتدار منتقل ہوا۔ اس وقت جنرل یحییٰ صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے حکومت کر رہے تھے۔ لہٰذا مجبوراً جنرل یحییٰ کے اقتدار سے ہٹنے پر جناب بھٹو کو یہ دونوں عہدے سنبھالنے پڑے۔

نئے صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا۔ جناب بھٹو کی بحیثیت سربراہ مملکت پہلی نشری تقریر بھی ایک

www.bhutto.org

تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ جناب بھٹو نے کہا۔

میرے ہم وطنو، پیارے دوستو، طالب علمو، مزدورو، کسانو، نوجوانو، پاکستان کے لئے لڑنے والو اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنے والو! میں پاکستان کی تاریخ کے ایک اہم اور فیصلہ کن مرحلے پر آیا ہوں۔ ہم اپنی قومی زندگی کے بدترین بحران سے دو چار ہیں۔ ہمیں ٹکڑے جمع کرنے ہیں۔ بہت چھوٹے ٹکڑے، لیکن ہم نیا پاکستان بنائیں گے۔ ایک خوشحال و ترقی پسند، استحصال سے آزاد پاکستان، وہ پاکستان جس کے لئے قائداعظم نے کوشش کی تھی جس پاکستان کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی جانوں اور عزتوں کی قربانیاں دی تھیں۔ وہ پاکستان بنے گا، اسے ہر حال میں بننا ہے، یہ میرا ایمان ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ کے تعاون سے افہام و تفہیم سے اور صبر سے ہم ایک مضبوط اور عظیم پاکستان بنائیں گے۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں، میں لکھی ہوئی تقریر بھی پڑھ سکتا ہوں لیکن میں آپ سے براہ راست باتیں کرنا چاہتا ہوں مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے میں غلطی بھی کر سکتا ہوں لیکن آپ کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا آپ کا تعاون اور آپ کی مدد ہو تو میں کوہ ہمالیہ سے بھی بلند ہوں لیکن مجھے آپ کا تعاون ضرور حاصل ہونا چاہئے۔ آپ مجھے وقت دیں میرے پیارے ہم وطنو! میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔ جب سے میں ملک میں واپس آیا ہوں مسلسل کام کر رہا ہوں اسی لئے میں اس اہم تقریر کو پہلے سے نہیں لکھ سکا۔ مجھے براہ راست آپ سے بات کرنی چاہئے اس لئے میں کئی معاملات پر بات کروں گا۔ اس وقت کچھ اہم نکات میرے سامنے ہیں میں آپ کو زیادہ تکلیف نہیں دوں گا، میں ہر وقت ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نہیں آؤں گا لیکن جب ضروری ہو گا ہو سکتا ہے اچانک۔ ایسا ہو اور معمول کے پروگرام رک جائیں، میں آپ کو اسی وقت تکلیف دوں گا جب ضروری ہو گا اس کا مطلب ہے کہ مجھے آپ کی رضامندی چاہئے اور اہم فیصلوں کی آپ سے منظوری حاصل کرنا ہے میں آپ سے منظوری لئے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔ میں وقت ضائع نہیں کروں گا، ایک ایک منٹ اہم ہے اور وقت پہلے ہی ہم سے بہت آگے جا چکا ہے۔

www.bhutto.org

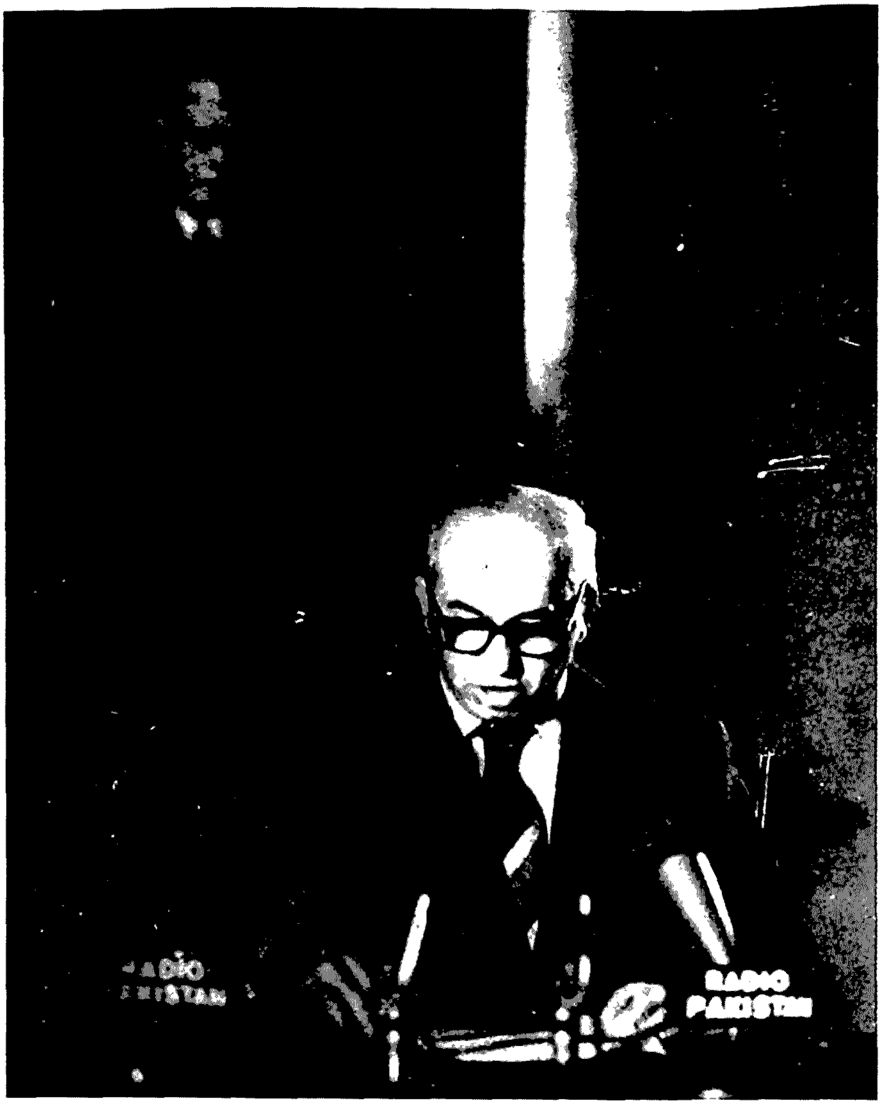

جناب ذوالفقار علی بھٹو کا قوم سے خطاب

www.bhutto.org

میں اردو میں تقریر پسند کرتا ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ میری تقریر کا ترجمہ آپ کو جلدی سنایا جائے گا میں عام جلسوں میں اردو میں تقریریں کرتا ہوں اور اب بھی ضروری ہوا تو میں تقریر کے دوران اردو کے الفاظ استعمال کروں گا۔ لیکن چونکہ یہ میری پہلی تقریر ہے۔ جسے ساری دنیا سن رہی ہے اس لئے میں انگریزی میں بول رہا ہوں، انگریزی ہماری زبان نہیں ہے لیکن ہم نے اس کی جگہ دوسری زبان لانے کا کوئی اقدام نہیں کیا یہ معاملات بعد میں طے ہوسکتے ہیں میں آج غیر ملکی زبان انگریزی میں تقریر کر رہا ہوں مجھے اس پر افسوس ہے دنیا سن رہی ہے دنیا پاکستان کی طرف دیکھ رہی ہے لیکن یہی ایک وجہ نہیں ہے میں اردو اچھی طرح نہیں بول سکتا، میں عوام کی زبان بولتا ہوں وہ میری بات سمجھتے ہیں بعض اوقات وہ میری غلطیوں پر ہنستے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں میں اردو روانی سے نہیں بول سکتا لیکن میں اسے بہتر بنالوں گا اور آپ سے قومی زبان میں باتیں کروں گا، لیکن آج مجھے انگریزی بولنے پر معاف کردیں۔ میں پہلی بات کے طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کاش آج زادراہ نہ ہوتا۔ میں جو کہہ رہا ہوں اس کا مطلب بھی یہی ہے لیکن اس بات نے جو میں نہیں کہہ رہا کہ میرے سامنے مشکل کال ہے، بلکہ اس کی وجہ کچھ حالات اور ان کے نتائج ہیں۔

مجھے پتہ نہیں تھا کہ میں اپنی زندگی میں یہ دن بھی دیکھوں گا کہ بھارتی وزیر جنگ جگ جیون رام کی باتیں سنوں گا جو وہ آج کر رہا ہے، لیکن جگ جیون رام کو پتہ ہونا چاہئے کہ یہ انجام نہیں اسے اپنی عارضی کامیابی پر بغلیں نہیں بجانی چاہئیں، برصغیر کی پوری تاریخ میں اس وقت سے جب مسلمانوں نے یہاں قدم رکھے تھے جب محمد بن قاسم یہاں آیا تھا مسلمانوں کو شکست نہیں ہوئی، ہوسکتا ہے بعض نتائج ہمارے حق میں نہ ہوں نتائج ہمارے حق میں نہیں نکلے، لیکن اس سے ہمیں سبق ملا، اس سے ہمیں سمجھ آجائے گی اور ہم عوام کے تعاون اور اعتماد سے نیا دور شروع کریں گے۔ میرے بھائیو، بہنو اور دوستو میں آپ سے کھل کر بات کروں گا، میں کسی بڑی خواہش اور تلخی کے بغیر باتیں کر رہا ہوں ماضی اور مستقبل خدا کا ہے، لیکن میں ایک عظیم نظریہ پر یقین رکھنے والے پاکستانی کی طرح کھلے دل سے بات کر رہا ہوں میرے سامنے ایک عظیم عقیدہ ہے۔ قوم نے اس نازک گھڑی میں

مجھے بلایا ہے اور صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹرز کے عہدے دیئے ہیں یہ انتظام مختلف ہے، کیونکہ میں عوام کا منتخب نمائندہ ہوں۔

میں اکٹھے مل کر رہنے کے لئے مشرقی پاکستان کے رہنماؤں سے بات چیت کے لئے تیار ہوں لیکن مشرقی پاکستان سے بھارتی فوجیوں کی واپسی پیشگی شرط ہے، ہمیں مستقبل کے انتظامات طے کرنے کے لئے بات چیت کا موقع ملنا چاہیئے ہم پاکستان کے اندر منصفانہ سیاسی سمجھوتہ کے لئے تیار ہیں، یہ ایسا سمجھوتہ ہوگا، جیسا دو بھائیوں کے درمیان ہوتا ہے تاہم بات چیت ہمارے وطن کی سرزمین سے بھارتی فوجیوں کی واپسی کے بعد ہی شروع ہو سکتی ہے، مشرقی پاکستان کو پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا وہاں کے عوام نے برصغیر کی تقسیم کی تحریک کے دوران بڑا کردار انجام دیا اور پاکستان کے لئے محبت کا اظہار کیا، مجھے یقین ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں، بھارت کو اپنی عارضی فوجی کامیابی پر بغلیں نہیں بجانی چاہیں کیونکہ فوجی کامیابی دیرپا نہیں ہوا کرتی۔

میں اپنے معاشرے کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ پہل عوام کریں کہ عوام آزاد ماحول میں سانس لیں، گھٹن ختم ہو جائے، میں جانتا ہوں کہ آمریت کے کیا معنی ہوتے ہیں اور آمریت کسی طرح بنیادی امور کے بارے میں فیصلے صرف اپنے مفاد کے مطابق کرتی ہے، مگر مہذب ملک میں ایسے طریقے نہیں چلتے، تہذیب غالباً سول حکومت ہے۔ تہذیب سے مراد جمہوری ادارے ہیں، تہذیب کا مطلب جمہوریت ہے۔ پاکستان میں یا تو ہر ادارے کو تباہ کر دیا گیا ہے یا اس کے وجود کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں اس صورتحال کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہمیں دوبارہ جمہوریت قائم کرنا ہے، ہمیں دوبارہ جمہوری ادارے قائم کرنے ہیں، ہمیں دوبارہ عوام کا اعتماد بحال کرنا ہے، جس میں ایک عام آدمی، ایک غریب آدمی مجھ سے یہ کہہ سکے کہ تم جہنم میں جاؤ، میں تم پر اعتماد نہیں رکھتا، میں تمہیں پسند نہیں کرتا ہمیں ایسی حکومت قائم کرنا ہے جو جواب دہ ہو، آج ہمیں اس صورت حال کا سامنا کیوں کرنا پڑا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں کوئی حکومت جواب دہ نہیں رہی جواب دہ ہوئے بغیر آپ کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اس لئے براہ خدا میرے اس قول پر یقین کیجئے کہ میں ملک میں جمہوریت بحال کرنے کی گہری خواہش

www.bhutto.org

رکھتا ہوں۔ پاکستان کے عوام کو آئین دینا چاہتا ہوں، میں عوام کو ان کی حکمرانی واپس دینا چاہتا ہوں، میں یہ سب کچھ کرنے کا عزم رکھتا ہوں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ عوام پر کسی ایک شخص کی مرضی کے سیاہ بادل چھائے رہیں۔ اس کی ہم نے بہت بھاری قیمت ادا کی ہے اور ہم آئندہ دکھ نہیں جھیل سکتے، لیکن چونکہ ہمیں آج ایسی افسوسناک صورتحال کا سامنا ہے، اس لئے آپ کو مجھے کچھ مہلت اور کچھ وقت دینا ہوگا تاکہ اس سمت کی طرف بڑھ سکوں، مگر میں قوم کی قیمت پر کوئی مہلت نہیں چاہتا، میں نے قوم سے بعض وعدے کئے ہیں یہ وعدے پورے کئے جائیں گے اور ان میں سے ایک وعدہ جمہوریت کی بحالی کا ہے چنانچہ جمہوریت بحال ہوگی اور عوام کو آئین دیا جائے گا، میں یہ سب سکیمیں نہیں دے رہا ہوں، میں سکیمیں دینے کے لئے عوام سے ہر چوتھے مہینے خطاب کرنا نہیں چاہتا۔

میں آپ سے صرف اس وقت مخاطب ہوں گا جب اس کی ضرورت محسوس کروں گا اور جب میں ملک میں جمہوریت کی طرف سفر کا آغاز کروں گا اور یہ وقت بہت جلد آنے والا ہے اس وقت میری اور میرے دوستوں کی دھڑ اپنے مشرقی پاکستانی بھائیوں اور مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ ہیں، مشرقی پاکستان پاکستان کا ناقابل تسخیر اور ناقابل تنسیخ حصہ ہے۔ مشرقی پاکستان کے دلیر عوام نے تخلیق پاکستان میں عظیم کردار ادا کیا ہے ان کی جدوجہد کے بغیر پاکستان قائم نہیں ہوسکتا تھا، وہ ہمارے ملک کی اکثریت ہیں اور مجھے اس امر کا احساس ہے کہ وہ ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ ہم سے خفا ہیں تو ہمیں معاف کر دیں مگر ہمیں فراموش نہ کریں۔ میں اپنی بہادر اور دلیر مسلح افواج سے، جنہوں نے مشرقی پاکستان میں جنگ لڑی ہے، کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں، آپ کو اب بھی اسی طرح دلیر رہنا چاہئے جیسا کہ آپ ماضی میں دلیر رہے ہیں خدا کے لئے موجودہ مشکلات کو برداشت کیجئے، ہماری راتوں کی نیندیں اچاٹ ہیں، ہم اس وقت تک ایک لمحہ کے لئے بھی چین نہیں لے سکتے جب تک ہم آپ کو آپ کی عزت نفس اور وقار واپس نہیں دلا دیتے۔ آپ کے رشتے ناطے یہاں ہیں، آپ کے رشتہ دار یہاں ان مقامات پر رہتے ہیں جہاں میری جماعت نے بھاری اکثریت سے ووٹ حاصل کئے ہیں۔ آپ ہم سے بہت قریب ہیں اگرچہ آپ کے اور ہمارے درمیان ان لوگوں کے

مقابلے میں جو آج ہمارے قریب ہیں لمبے فاصلے حائل ہیں، ہمت نہ ہاریئے، ہمارے دل اور ہماری روحیں آپ کے ساتھ ہیں اور یہ محض کھوکھلے الفاظ نہیں ہیں۔ آپ بہادر لوگ ہیں آپ جرات مند لوگ ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں، خدا کے لئے یہ نہ سوچئے کہ ہم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ اگر آپ کو جھکنا پڑے تو پھر ہم سب کو بھی جھکنا پڑے گا، ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ جھکیں گے، نہیں ہوگا کہ اکیلے آپ کو جھکنا پڑے خدا کے لئے ثابت قدم رکھئے، خدا کے لئے میرے الفاظ یاد رکھئے اور یہ بات اپنے دلوں میں نقش کر لیجئے کہ ہم وہ سب کچھ کریں گے جو ہمارے امکان بس میں ہے میں نے ابھی ابھی ملک کی سربراہی سنبھالی ہے مگر میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک میں معمول کے مطابق حالات آبرو مندانہ طریقے پر بحال ہوں اور یہ کہ آپ کو رسوانہ ہونا پڑے، آپ کی رسوائی ہماری رسوائی ہوگی اور ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان نتائج کو حاصل کرنے کی کوشش میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں جانے دیں گے، میں وہ باتیں ظاہر کرنا نہیں چاہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو اشارے مل سکتے ہیں۔

اب میں ان لوگوں سے مخاطب ہوتا ہوں جو نظریہ پاکستان پر ثابت قدم رہے ہیں ان کو میرا پیغام ہے ...... ڈٹے رہو اور دلیری سے مقابلہ کرو اس لئے کہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ساتھ آخری فتح نظریہ پاکستان کو حاصل ہوگی، مشرقی پاکستان میں بھارت کی موجودگی کا احساس ہمیں ہر لمحہ رہتا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ نظریہ پاکستان ایک سچائی اور مسلم بنگال کی امنگوں کا عکاس ہے مسلم بنگال ہمیشہ ہمیشہ پاکستان کا حصہ رہے گا برصغیر کے مسلم بنگال کو ہندوؤں کے تسلط کے ہاتھوں دوسرے تمام علاقوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مصائب جھیلنے پڑے تھے۔ مسلم بنگال پاکستان کا ایک حصہ رہا ہے اب میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے باہمی تعلقات کی طرف آتا ہوں اور یہاں میں کہتا ہوں کہ بہت غلطیاں ہوئی ہیں۔ یہ غلطیاں کیسے ہوئیں اور کس سے سرزد ہوئی ہیں، میں اس مرحلے پر اس معاملے کو نہیں چھیڑ سکتا، لیکن اگر غلطیاں ہوئی ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اس کی سزا ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی صورت میں دی جائے اور ایک دوسرا ملک فوجی طاقت استعمال کر کے ملک کو تباہ کر دے اس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی غلطیوں کی تلافی اور ازالہ کے لئے

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ایک موقع دیا جائے تاکہ میں بنگال کے لیڈروں سے اور عوام سے مل سکوں اور مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان بیرونی مداخلت کے بغیر اور غیر ملکی تسلط اور قبضے کے بغیر باہمی مصالحت کر سکوں، سمجھوتہ دو بھائیوں کے درمیان ہونا چاہئے۔ جو گزشتہ چوبیس برس سے ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور بعض خاص حالات میں آنے والے تمام وقتوں اور زمانے تک ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

مگر اس کے لئے ہمیں ایک موقع تو ضرور دینا چاہئے تاکہ مصالحت کے بارے میں ہمارے درمیان اور متحدہ پاکستان کے ڈھانچے میں بات چیت ہو سکے اور یہ کہتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ پاکستان کے مستقبل کے انتظامات کے بارے میں قطعی غیر مشروط بات چیت کا طریق کار طے کرنے کے لئے ہم پوری طرح تیار ہیں مگر اس سلسلہ کی واحد شرط یہ ہے کہ یہ سب ایک اور متحدہ پاکستان کے ڈھانچے میں ہونا چاہئے یہ ایک بہت بڑا ڈھیلا ڈھالا انتظام ہو سکتا ہے۔ مگر ایسے انتظام کو بھی پاکستان کے تصور کے اندر ہونا چاہئے اور ہمیں اس کا موقع ملنا چاہئے تاکہ بیرونی مداخلت کے بغیر اور یقیناً بھارت کے قبضے کے بغیر مشرقی اور مغربی پاکستان کے رہنماؤں کے درمیان سمجھوتہ ہونا چاہئے جب تک بھارتی فوجیں میرے وطن کی سرزمین کے ایک حصہ پر قابض ہیں، میں ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا ہماری طرف سے دھاگے کا سرا پکڑنے کے لئے بھارتی فوجوں کو مشرقی پاکستان خالی کر دینا ہوگا صرف یہی ایک شرط ہے بھارت دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے مشرقی پاکستان پر قبضہ نہیں کیا، بلکہ وہ مشرقی پاکستان کا آزادی دہندہ ہے۔ اس لئے دھاگے کا سرا پکڑنے سے پہلے مشرقی پاکستان پر بھارت کا قبضہ ہر حال میں ختم کیا جانا چاہئے۔

دنیا کے ایک سو چار ملکوں نے پاکستان کے موقف کی حمایت کی ہے میرے عزیز ہم وطنو! آپ یہ نہ سمجھئے کہ ہم ہار گئے ہیں، ہم جیتے ہیں اس لئے کہ ایک سیاسی فتح ایک جنگی فتح کے مقابلے میں ہمیشہ عظیم تر ہوتی ہے۔ جنگی فتوحات آتی جاتی رہتی ہیں، جرمن ماسکو کے دروازے تک پہنچ چکے تھے، جاپانیوں نے سنچوریا پر قبضہ کر لیا تھا، غیر ملکی قبضوں کے بارے میں اور بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہوں غیر ملکی جنگی کارروائی دیرپا حیثیت نہیں رکھتی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو اور ملک غلام مصطفیٰ کھر ایک پریس کانفرنس کے دوران

www.bhutto.org

ایک سیاسی فیصلہ ہی جو انصاف پر مبنی ہو، دیر پا فیصلہ ہوتا ہے، دنیا کے ایک سو چار ملکوں نے پاکستان کی حمایت کی ہے اور یہ ایک بین الاقوامی الیکشن ہے۔ بھارت دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کی باتیں کرتا ہے میں اپنے ملک کے دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات پر شرمسار نہیں ہوں اس لئے کہ میری جماعت ملک کے اس بازو کی فتح مند جماعت کی صورت میں ابھری ہے اس لئے دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے ہمارے مفادات وابستہ ہیں۔ لیکن اگر بھارت دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتائج سے متعلق مشرقی پاکستان کے عوام کے دیئے ہوئے فیصلے کو درہم برہم بنانے کی نیت سے پاکستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ بین الاقوامی انتخابات کو قابل توجہ نہیں سمجھتا۔

بھارت نے مشرقی پاکستان کے انتخابات کو ایک بہانہ بنایا ہے اور بے گھر افراد کے مسائل کی باتیں کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر اس نے میرے ملک پر حملہ کیا ہے ہم نے کبھی نہیں کہا کہ ہم بے گھر افراد کو واپس لینا نہیں چاہتے بلکہ ہم نے کہا ہے کہ بے گھر افراد کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو، ہم اپنے شہریوں کو واپس لینے کے لئے تیار ہیں مگر اب بھارت ان بے گھر افراد کو اپنی توپوں، اپنی سنگینوں اور اپنے ٹینکوں پر سوار کرا کے واپس لا رہا ہے۔

میرے مشرقی پاکستانی بھائیو! مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ بھارت اس طرح اور بہت سے لوگوں کو واپس لائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ساتھ کیا صورتیں آتی ہیں۔ بھارت ایک فوجی حکومت سے بات نہیں کرنا چاہتا اور وہ مسئلہ کا فوجی حل نہیں چاہتا، مگر بھارت نے جو کچھ آج مشرقی پاکستان پر مسلط کیا ہے وہ ایک سیاسی حل ہے؟ بھارت نے کہا تھا کہ مسئلہ کا صرف سیاسی حل ہو سکتا ہے، مگر اس نے ایک جنگی نتیجہ اخذ کیا ہے اور اگر داخلی طور پر ہم خود فوجی حل مسلط کرنے میں ناکام ہوئے ہیں تو اسی طرح بھارت بھی بیرونی طور پر فوجی حل مسلط کرنے میں ناکام ہو گا۔ مشرقی پاکستان میں ناکامی بھارت کا مقدر بن چکی ہے بھارت ہر گز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بھارت جانتا ہے کہ پاکستانی عوام کے جذبے پر، برصغیر کے مسلمانوں کے جذبے پر، کسی صورت میں کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا یا انہیں کسی صورت میں بھی عارضی جنگی فتح سے مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ بھارت کو اس حقیقت پر بہت ناز نہیں کرنا چاہئے کہ وہ عیاری کے ساتھ طاقت استعمال کر کے پاکستان

www.bhutto.org

کے مغربی بازو پر فوجی دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ ہم لڑیں گے اور ہم اپنی عزت نفس اور وقار اور پاکستان کی سالمیت کی خاطر برابر جنگ لڑتے رہیں گے۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ ہمیں ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔ بھارت کے سامنے راستہ کھلا ہوا ہے۔ بھارت کے سامنے راستہ یہ ہے کہ یا تو وہ خود انصاف برابری اور مساوات کے تقاضوں اور اصولوں کو تسلیم کرے یا پھر ایک ناقابل تسخیر دشمن کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجائے اور اس کیوجہ یہ ہے کہ پاکستانی عوام کے جذبہ استقامت اور جرات کو ہرگز مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ عارضی طور پر کیسی ہی صورتحال کیوں نہ پیدا ہوئی ہو۔ اس لئے ہم ایک پاکستان کو زندہ اور برقرار رکھنا چاہتے ہیں ہم ایک باعزت سمجھوتے کے لئے تیار ہیں۔ ایک منصفانہ انتظام کرنے کے لئے تیار ہیں ہم ایسا انتظام چاہتے ہیں جس کی بنیاد ملک کے دونوں بازوؤں کے عوام کی امنگوں پر ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایسا ہر انتظام ہمیں اپنے طور پر کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

ہم آئین بنانے کی طرف بھی آگے بڑھیں گے، ہم ملک کو قانون کی حکمرانی دینا چاہتے ہیں، مگر یہ آئین میرا نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ عوام کا ایک منتخب نمائندہ ہوں، میں پاکستانی عوام کا ایک خدمت گار ہوں، میں پاکستانی عوام کو جانتا ہوں، میں ان کے ساتھ دیہات میں، قصبوں میں، شہروں میں رہا ہوں، میں ان کے تمام احساسات سے واقف ہوں، میں جانتا ہوں کہ ان کے دلوں میں کیا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ میں کھوکھلے وعدے نہیں کر رہا ہوں۔ میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بہنو! میں آپ کو ایک ایسا آئین دوں گا جو آپ کی ضروریات اور آپ کی خواہشات کے مطابق ہوگا اور یہ بہت جلد کیا جائے گا مگر براہ کرم مجھ کچھ وقت دیجئے تاکہ میں بعض ابتدائی نوعیت کے داخلی مسائل حل کر سکوں اور بیرونی صورتحال سے بھی نبٹ سکوں، احتساب نہ ہونے اور جواب دہی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں بہت برے دن دیکھنے پڑے ہیں۔ ہم نے جنگ نہیں ہاری۔ ہم ناکام نہیں ہوئے ہیں۔ ہم کو ناکام بنایا گیا ہے۔ اس پر ہمارے سپاہیوں کو ہمارے عوام کو ہرگز شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے فوجیوں نے بہت بہادری سے جنگ لڑی ہے۔ ہمارے عوام نے دلیری سے جنگ لڑی ہے۔ ہم اس نظام کے باعث ناکام ہوئے ہیں۔ ہم جرات اور حوصلہ

www.bhutto.org

مندی کی کمی کے باعث ناکام نہیں ہوئے ہمارے فوجیوں اور عوام کو جو کچھ مشرقی پاکستان میں دیکھنا پڑا ہے اسکے آگے ڈنکرک کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مغربی پریس ہمارا مخالف رہا ہے۔ پریس ہمارے خلاف لکھ رہا ہے، مگر ہمیں اس سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فتح بہرحال ہماری ہوگی، سچ تو یہ ہے کہ پاکستانی دنیا کا بہترین سپاہی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں تو یہ صرف ذوالفقار علی بھٹو کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ایک ممتاز غیر ملکی فوجی جنرل کے الفاظ ہیں۔ ایک عظیم برطانوی فوجی جنرل جس نے کہا ہے کہ دنیا بھرنے آج تک پیدل فوج کا کوئی سپاہی پاکستانی سپاہی سے بہتر نہیں دیکھا اس لئے آپ ہرگز ہرگز دل نہ چھوڑیئے، میں مسلح افواج میں اپنے نوجوان دوستوں سے اپیل کرتا ہوں میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں ہم اس دن کو بدل دیں گے۔ ہم انتقام لیں گے اور ہم دیکھیں گے کہ ہمیں آج جس عارضی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اسے کامیابی میں بدل دیا جائے گا اور اگر بھارت در حقیقت انتقام کی راہ پر چلتا ہے اگر بھارت انصاف اور برابری پاکستان کے حقوق اور برصغیر کے حقوق کی بنیاد پر تعاون اور مفاہمت نہیں چاہتا ہے تو ہم بھی اس سے انتقام لیں گے۔ پوری قوم کو جھوٹ پر زندہ رکھا گیا ہے، دھوکہ دیتے رہنا، روزمرہ کا معمول بنایا گیا ہے، ہم کو گمراہ کیا گیا ہے، اس وقت میں اس معاملہ کی تہہ میں نہیں جارہا ہوں، میں اس سوال کو چھیڑنا بھی نہیں چاہتا اور اگر ضروری ہوا تو میں اس سے گریز کرنا بھی پسند نہیں کروں گا، مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے ہمیشہ سچ بولوں گا اور تمام حقائق یا تو ریڈیو کے ذریعہ سے یا عوام سے رابطے کے ذریعے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں عوام کے ساتھ اپنا رابطہ ہرگز نہیں توڑوں گا۔ میں یہ تمام معاملات آپ کی منظوری کے لئے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ ہوسکتا ہے آپ میرے فیصلوں سے اتفاق نہ کریں مگر یہ کوشش کروں گا کہ ان معاملات کی آپ کے سامنے وضاحت کرتا رہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ معاملات کو سمجھیں۔ اس لئے میں اس مشن کو بہت جلد شروع کرنے والا ہوں اور چونکہ ملک میں سیاسی خلا موجود رہا ہے اور اس سیاسی خلا کی وجہ سے ہمیں بہت دکھ اٹھانے پڑے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا حصہ غیر ملکی قبضے میں چلا گیا ہے اور ہمیں مشرقی

www.bhutto.org

پاکستان میں شرم ناک طریقے پر ہتھیار ڈالنے پڑے ہیں اور اگر مشرقی پاکستان کی داخلی صورتحال کو سیدھے خطوط پر ڈالا گیا ہوتا تو میں نہیں سمجھتا کہ آج ہمیں یہ دیکھنا پڑتا۔ اس سلسلے میں میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ جب تک یہ ذمہ داریاں میرے سپرد ہیں اس وقت تک اس رخ پر میں تیزی سے آگے بڑھتا رہوں گا۔

سماجی اور اقتصادی انصاف کی طرف میں ضرورت۔کے مطابق تیز رفتاری سے اقدام کروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ عام آدمی پر بوجھ ہٹا دیا جائے، ناہمواریاں دور کر دی جائیں۔ رشوت، اقربانوازی اور بدانتظامی کو دور کرنے کے لئے بھی میں تیزی سے اقدام کروں گا اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ ماضی میں ہم اس قسم کے الفاظ غیر ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرتے رہے ہیں۔ مگر میں رشوت کے خلاف سخت کارروائی کروں گا، میں بیوروکریسی کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنا کام کرے۔ اپنے فرائض ادا کرے۔ میں دن رات کام کرتا ہوں اور میں توقع رکھتا ہوں کہ بیوروکریسی بھی دن رات کام کرے گی۔ میں چوبیس گھنٹے تک لگاتار کام کرنے والا آدمی ہوں۔ میرے لئے آرام کرنے یا نیند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور میں توقع رکھتا ہوں کہ بیوروکریسی بھی ایسا ہی کرے گی۔ اب ٹی پارٹیاں ختم ہوجانا چاہئیں۔ دھوکہ دینے اور ٹالنے کی کارروائیاں ختم ہوجانے چاہئیں میں بیوروکریسی کا مخالف نہیں ہوں بیوروکریسی کی ہمیں بھی ضرورت ہے مگر ہم عوام کی خدمت کے لئے ایک آزاد خیال اور ولولہ انگیز بیوروکریسی چاہتے ہیں، ہمیں ایسی بیوروکریسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو برطانیہ کی قائم کی ہوئی روایتوں اور نظریات کی پیروی کرتی ہو۔ برطانیہ والے غیر ملکی تھے مگر پاکستان کی بیوروکریسی غیر ملکیوں پر مشتمل نہیں ہے اور جب میں بیوروکریسی کا ذکر کرتا ہوں تو میری اس سے مراد صرف اسلام آباد میں کام کرنے والا سیکرٹریٹ نہیں ہے۔ اس سے میری مراد وہ بیوروکریٹ ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ کیوں نہ ہو۔ میں پہلے سے اعلان کئے بغیر اچانک دورے کروں گا ہوسکتا ہے کہ چترال میں اتروں، خیرپور خاص میں اتروں یا لائل پور میں اتروں اس لئے بیوروکریٹوں کو جان لینا چاہئے کہ میں کسی بھی وقت کسی جگہ پہنچ سکتا ہوں اور یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ بیوروکریسی عوام کی صحیح خدمت کر رہی ہے یہ کسی کے خلاف انتقام کے طور پر نہیں کیا جارہا ہے

www.bhutto.org

ماضی میں جن بیوروکریٹوں نے میرے ساتھ بدسلوکی کی یا ایسی باتیں کیں جو اصولوں کے منافی ہوں تو میں انہیں معاف کرتا ہوں۔ ہم ایک نئے باب کا آغاز کر رہے ہیں ایک نئی تاریخ شروع کر رہے ہیں اور میں توقع رکھتا ہوں کہ بیوروکریسی بھی اسی حد تک ہمارے ساتھ تعاون کرے گی جس کا تعلق ملک کے مفاد سے ہے۔ اس سلسلے میں چند باتیں پولیس کے بارے میں بھی کہنا چاہتا ہوں جن کو بہت برا بھلا کہا جاتا ہے۔ پولیس بدنام رہی ہے یہ صرف جزوی طور پر درست ہے مگر یہ بات مکمل طور پر نہیں ہوگی۔ پولیس کے لئے ان کی تعلیم کے لئے ان کی رہائش کے معاملات اور دوسرے امور کو درست کیا جائے گا اور پولیس کو سہولتیں مہیا کی جائیں گی گڑبڑ اس وجہ سے ہے کہ کوئی پولیس والا جو صرف ایک سو روپے کا تنخواہ دار ہو اور اختیارات بہت زیادہ ہوں...... ہم مناسب وقت پر اس کی طرف توجہ دیں گے۔

میں زرعی اصلاحات نافذ کرنے کاارادہ رکھتا ہوں اور میں پہلی فرصت میں زرعی اصلاحات نافذ کرنا چاہتا ہوں اس کادوسرا مرحلہ آئندہ نوعیت کا ہوگا۔ جب جمہوریت بحال ہوجائے گی اور یہ اس لئے کہ زرعی اصلاحات کی حد مقرر کرنا عوام کے منتخب نمائندوں کا کام ہے مگر پہلے مرحلے میں ایسی زرعی اصلاحات نافذ کروں گا جو انتہائی ضروری ہوں گی اور جس کے لئے ہمیں کسی مباحثے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ زرعی اصلاحات بھی بہت اہم اور نمایاں ہوں گی۔ جو کوئی ان اصلاحات کو بے فائدہ بنانے کی کوشش کرے گا، اس کو سزا ملے گی میں پہلے مرحلے میں زرعی اصلاحات میں کسی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کروں گا۔

میں پہلے مرحلے میں لیبر اصلاحات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مزدوروں کے حقوق کے بارے میں یہ اصلاحات اور زرعی اصلاحات نافذ ہونے والی ہیں یہ بہت جلد نافذ ہوں گی۔ مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے گا مگر اس کے ساتھ زمینداروں اور صنعت کاروں سے کہتا ہوں کہ انہیں یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ آسمان زمین پر آ رہے گا آسمان کبھی زمین پر نہیں گرتا، پیداوار میں کسی قسم کی کمی نہیں پیدا ہونی چاہئے خواہ یہ کمی زرعی شعبے میں ہو یا صنعتی شعبے میں اور اگر اصلاحات کو ناکام بنانے کی غرض سے صنعتی یا زرعی پیداوار میں کسی قسم کی کمی ہوئی تو ایسی صورت میں عوام کے نام پر کارخانے اور ز قومی ملکیت میں لے لوں گا۔ املاک اور

جائیداد سرکاری تحویل میں لے لوں گا۔ میں ان سب کی طرف سے تعاون کی امید رکھتا ہوں میں ان لوگوں سے بھی تعاون حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہوں جن کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ اصلاحات کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے۔ تو ایسی کوشش کرنے والوں کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔ میں یہ باتیں عوام کی بہتری کے طور پر کر رہا ہوں۔

دوسری بات سرمائے کی پاکستان سے بیرونی ملکوں میں پرواز کے متعلق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو سرمایہ پاکستان سے باہر منتقل کر دیا گیا ہے۔ وہ جو پاکستان کا سرمایہ ہے۔ جو پاکستانی عوام کا خون اور پسینہ ہے۔ اس کو ہر قیمت پر پاکستان واپس لانا چاہئے چند دنوں کے اندر واپس لانا چاہئے۔ میں کی سرمائے کی منتقلی کے بارے میں بعض احکام جاری کرنے والا ہوں لیکن اگر ملک سے باہر گیا ہوا سرمایہ رضاکارانہ طور پر واپس نہ لایا گیا تو اس سلسلے میں جو کارروائی کروں گا اس پر مجھ کو مورد الزام نہ ٹھہرایا جائے۔ میں ملک کے تمام ایسے لوگوں سے جنہوں نے اس غریب ملک کو پاکستان کا خون بیرون ملک منتقل کر دیا ہے، پاکستان کا خون پاکستان واپس لے آنے کی اپیل کرتا ہوں۔ اس لئے کہ عوام کو اس خون کی ضرورت ہے۔ اس خون کی افواج کو ضرورت ہے پاکستان کو یہ سرمایہ واپس لانا ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر میں کسی شخص کو کسی فرد کو پاکستان سے باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں ان لوگوں کے افراد اور خاندان کے خلاف کارروائی کروں گا جنہوں نے یہ سرمایہ پاکستان سے باہر بھیجا ہے۔ یہ رقم پاکستان کی ہے۔ آپ کو یہ سرمایہ واپس پاکستان لانا ہوگا، ورنہ میں سرمائے کو باہر سے اندر واپس لانے کے ذرائع جانتا ہوں۔ میں پاکستان کی سرحد بند کر دوں گا۔ میں کسی فرد کو پاکستان سے باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں رضاکارانہ طور پر اس سرمائے کی واپسی کے لئے مہلت دیتا ہوں میں اسکے لئے چھ ماہ یا تین ماہ کی کمیٹیاں اور کمیشن قائم نہیں کروں گا۔ بس ان لوگوں کو جانتا ہوں جن کا سرمایہ بیرونی ملکوں میں ہے میں انہیں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سرمائے کو واپس لایا جا سکتا ہے۔ اس سرمائے کو عزت کے ساتھ واپس لے آیئے واپس لایئے مسلح افواج کی ضروریات کے لئے جس کو ٹینکوں کی ضرورت ہے۔ مسلح افواج کو دوبارہ بحال کرنا ہے مسلح افواج نے پاکستان کو

www.bhutto.org

خودمختاری اور سالمیت کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔ اس لئے یہ سرمایہ واپس آنا چاہیے۔

اب میں طلباء کو مخاطب کرتا ہوں۔ ان طلباء سے جنہوں نے مجھے ذمہ دارانہ پوزیشن تک پہنچایا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں سب سے پہلے طلباء آگے بڑھے تھے یہاں تک مجھے یاد ہے ایشیاء اور افریقہ کا کوئی لیڈر جو ذمہ داری کی پوزیشن تک پہنچا ہے۔ ایسا نہیں ہے جس کو بڑی طاقتوں کی سازشوں کا نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔ خود مجھ کو دو بڑی طاقتوں کی سازش کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر مجھ کو اس عہدے تک پاکستانی عوام نے پہنچایا ہے اور میں آپ کا ممنون ہوں میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میرے طلباء میرے بچے ہیں۔ طلباء برادری سے کہتا ہوں کہ ہم آپ کی اندرونی سیاست میں مداخلت نہیں کریں گے۔ طلباء برادری میں میری کوئی پارٹی نہیں ہے۔ میں طلباء برادری کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ خواہ طلباء کی کوئی جماعت الیکشن جیتے، میں پاکستان کی ہر یونیورسٹی میں جاؤں گا۔ مگر براہ کرم مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے مجھے بہت سی غلط فہمیاں دور کرنا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پریس اور دوسری قوتوں نے میرے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ طلباء سے میں کہتا ہوں کہ میں تعلیمی میدان میں بہت سی اصلاحات نافذ کرنا چاہتا ہوں بہت سی اصلاحات اور میں آپ کو آپ کی قسمت کا مالک بنانا چاہتاہوں۔ مگر یہ پاکستان کی تقدیر ہی ہے اس لئے میں متوقع ہوں کہ آپ بھی اسی جذبے اور احساس ذمہ داری کے ساتھ مجھ سے تعاون کریں گے۔ جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے آپ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اس عارضی دور میں کسی سکیم کی اجازت نہیں دوں گا۔ مجھے کچھ وقت دیجئے۔ میں سب کچھ کروں گا۔ اس دوران میں کابینہ بناؤں گا اور اس میں ہر فرد کو شامل کروں گا جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض بہترین طریقے سے انجام دینے کے اہل ہیں۔ یہ ایک عارضی کابینہ ہوگی۔ اس وقت ہر چیز عارضی ہے، کوئی مستقل نہیں ہے۔ مستقل اقدامات عوام کی طرف سے آئین کی منظوری کے بعد ہوں گے مستقل انتظامات عوام کی آواز پر مبنی ہوں گے اور میں بھی اس آواز کا ایک حصہ ہوں گے اس وقت ہر چیز ارضی ہے اور خود میری حیثیت بھی عارضی ہے۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں وہ سب کچھ عارضی ہے اور اگر کسی شخص کے ذمے کوئی

www.bhutto.org

ذوالفقار علی بھٹو ایک قومی تقریب میں شریک

www.bhutto.org

ذمہ داری سونپی جاتی ہے تو اسے غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے یہ سب کچھ انتظامیہ میں ہو گا۔ افسر شاہی میں ہو گا اور دوسری جگہوں پر ہو گا۔ ایک قومی بحران ہے یہ ہماری بقاء کا بحران ہے اور کسی شخص کو ایک عہدے سے دوسرے عہدے پر تبدیل کر دیا جاتا ہے، تو اسے ناراض نہیں ہونا چاہئے اور اگر کسی کو علیحدہ کر کے کسی دوسرے کو لایا جاتا ہے۔ تو اس کے جذبات بھی مجروح نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ہم تمام نے ایک دوسرے کے مقام کو سنبھالنا ہے، کب کوئی میرا مقام نہیں سنبھال سکتا اور کیا ہم سب کو باہر نہیں نکلنا؟ ہم سب کو باہر نکلنا ہے۔ ہر چیز عارضی ہے اور صرف وہ ذات ربانی اور اس کی کائنات مستقل ہے۔
براہ کرم غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہوں میں تمام غلط کاروں میں سے محض کسی ایک کے خلاف اقدام نہیں کروں گا۔ میں حقائق کی بنا پر ہر وہ اقدام کروں گا جو پاکستان کے لئے ضروری ہو گا، اس لئے ضرورتوں کے مطابق احکامات کئے جائیں گے۔ میں یہ سب کچھ وقتی طور کر رہا ہو یہاں میں مسلح افواج کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہوں گا۔ مسلح افواج کو جاننا چاہئے کہ میں ہمیشہ ان کا مدح سرا رہا ہوں۔ میں نے ماضی میں وزیر خارجہ اور وزیر کی حیثیت سے ہمیشہ ان کے لئے کام کیا ہے۔ میں نے مسلح افواج کو مضبوط بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔
مسلح افواج نے ہر موقع پر بہادرانہ انداز میں ملک کا دفاع کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں بعض اقدامات ضروری ہیں۔ میں یہ بات نیم دلی سے نہیں بلکہ خلوص دل سے کر رہا ہوں میں پہلے بھی بعض اقدامات کر چکا ہوں جس کا نفاذ فی الفور ہو گا۔ اور وہ یہ ہیں کہ فوراً اسی وقت مندرجہ ذیل جرنیل ریٹائرڈ کر دیئے گئے ہیں سابق صدر پہلے ہی ریٹائرڈ ہو گئے ہیں اس لئے سابق صدر جنرل آغا یحییٰ خان کا مسلح افواج سے اب کوئی تعلق نہیں رہا اور اب جنرل عبدالحمید خان جنرل ایس جی ایم پیرزادہ جنرل عمر، جنرل خداداخان، جنرل کیانی اور جنرل مٹھو بھی ریٹائر ہو گئے ہیں۔ یہ اقدام عوام اور مسلح افواج کی خواہش پر کیا گیا ہے۔ یہ میرا ذاتی فیصلہ نہیں، ان میں سے بعض کو میں جانتا تک نہیں ان میں بعض کو میں نے دیکھا تک نہیں لیکن میں نے صلاح مشورے لئے ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ عوام اور مسلح افواج کی خواہش ہے میں عوام کا خادم ہوں۔ میں عوام کے فیصلوں اور مسلح افواج کے جذبات کو سلام کہتا ہوں۔ یہ جرنیل ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور اب یہ مزید خدمات انجام نہیں دے سکتے۔

انہیں باعزت اور پروقار طریقے سے ریٹائرڈ کیا گیا ہے اور ان کی جگہ پر کرنے کے لئے پہلے انتظامات مکمل کئے جا چکے ہیں۔

میرے پیارے جوانو، میرے پیارے افسرو اور میرے پیارے بھائیو! آپ بہادری سے لڑے ہیں۔ آپ کو متفکر نہیں ہونا چاہئے، آپ کو شرمندگی نہیں محسوس ہونی چاہئے۔ ہم ایک نظام کے ستائے ہوئے ہیں ہم اس نظام کو ختم کر دیں گے۔ میں آپ سے براہ راست رابطہ قائم کروں گا۔ میں اس وقت ہر چیز کی طرف توجہ نہیں دے سکتا لیکن جس نازک مرحلہ پر صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹرز کی حیثیت سے میں دفاع اور امور خارجہ کے محکمے اپنے پاس ہی رکھوں گا۔ میں دوسری وزارتیں جلد ضرورت ہوئی تو تقسیم کر دوں گا تاکہ دوسرے لوگ میری مدد کر سکیں۔ ہم باہم مل کر آپ کی مشکلات کو دور کریں گے۔ اس وقت آپ کے جذبات مجروح ہیں۔ آپ کے ذہن مشتعل ہیں۔ آج آپ انتقام چاہتے ہیں۔ لیکن براہ کرم تھوڑی دیر انتظار کرلیں۔ ہم باہم مل کر بیٹھ کر ایک سکیم بنائیں گے جو قومی وقار کے عین مطابق ہو، سکیم جو آپ کا وقار بلند کرے گی۔ ہمارا وقار بلند کرے گی ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں، عوام اور مسلح افوج ایک ہیں۔ مشکلات اس لئے پیدا ہوئی ہیں کہ عوام اور مسلح افواج کی تقسیم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ مسلح افواج عوام میں سے ہی ہوتی ہیں اور عوام ہی مسلح افواج کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم عوام اور مسلح افواج کو ایک کریں گے۔ ان میں خیرسگالی پیدا کریں گے لیکن مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ آپ کی افہام تفہیم کی ضرورت ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ذمہ داری کے احساس کے تحت یہ سب کچھ قبول کیا جائے گا۔ اگر کسی فرد کو ذمہ داریاں سونپی جائیں گی۔ تو انہیں قبول کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں اسے دلائل دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں لوگوں کی تلاش میں ہوں جو مجھے پسند کرتے ہوں اور جو میرے خلاف بھی کہتے رہے ہوں۔ میں قومی اہمیت کے فیصلے کر رہا ہوں۔ ہونہار لوگوں کے متعلق فیصلے۔ مجھے پاکستان کے اندر قابل لوگوں کی ضرورت ہے۔ مجھے پاکستان کے باہر قابل لوگوں کی ضرورت ہے۔ مجھے پاکستان کے قابل لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں پاکستان کے قابل لوگوں کو ذمہ داریاں سونپنا چاہتا ہوں۔ جس کی بنیاد سفارش نہیں ہوگی۔ ذاتی پسند

نہیں ہوگی بلکہ اس کی بنیاد قابلیت ہوگی اور میں قابل لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ میری مدد کریں میں اس وقت فیصلے کر رہا ہوں اور میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب آگے آئیں اور میری مدد کریں اپنی مدد کریں اس طرح ہم پہاڑ عبور کر سکتے ہیں اور حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں ہم۔ تمام مصائب پر قابو پا سکتے ہیں۔

یہ میرا پہلا فیصلہ ہے اور میرے خیال میں میرا یہ فیصلہ مسلح افواج، نوجوان افسروں اور عام لوگوں کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہر چیز عارضی ہے۔ میری اپنی پوزیشن بھی عارضی ہے تمام انتظامات عارضی ہیں۔ میں نے جنرل گل حسن سے کہا ہے کہ وہ پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف کا عہدہ سنبھال لیں اور وہ فوری طور پر اپنا یہ عہدہ سنبھال لیں گے۔ وہ سیدھے اپنے کام پر جائیں گے اور دن رات کام کریں گے۔ وہ ایک سپاہی ہیں ایک پیشہ ور سپاہی، میرا خیال نہیں کہ وہ سیاست میں ملوث ہیں اور میرا خیال ہے کہ مسلح افواج میں ان کا احترام کیا جاتا ہے اور انکی حمایت کی جاتی ہے۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ میں عام لوگوں کے جذبات سے واقف ہوں کوئی شخص اس فیصلے کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو، یہ عارضی انتظامات ہیں اور مستقل انتظامات بعد میں کئے جائیں گے جب مجھے ان معاملات پر گہرے غور و فکر اور بات چیت کا موقع ملے گا لیکن یہ فیصلے بہرحال بے حد ضروری تھے اس لئے میں نے فیصلے کئے ہیں لیکن جنرل گل حسن لیفٹننٹ جنرل کے عہدے پر ہی فائز رہیں گے انہیں یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ انہیں اس عارضی انتظام کی وجہ سے جنرل کے عہدے پر ترقی مل جائے گی مجھے توقع ہے کہ پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف لیفٹننٹ جنرل گل حسن اعتماد پیدا کریں گے اور پاکستانی عوام اور حکومت پاکستان کی خدمت کریں گے۔ مجھے ان پر مکمل اعتماد ہے لیکن ہمیں یہ توقع بھی کرنی چاہئے کہ وہ ملک کے لئے بہت اہم خدمات انجام دیں گے۔ وہ فوج کی نئے خطوط پر تنظیم نو کریں گے، آزاد عوامی فوج کے خطوط پر اسے مرتب کریں گے۔

میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں نیشنل عوامی پارٹی پر سے پابندی اٹھا رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ اس سلسلے میں بہت سی غلط فہمیاں اور تنازعات موجود ہیں۔ لیکن میں نے یہ قدم اچھی نیت سے اٹھایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہم سب محب وطن ہیں اور ہم سب پاکستان کی

خدمت کرنا چاہتے ہیں اس لئے نیپ پر سے پابندی اٹھا رہا ہوں میں نیپ کے رہنماؤں کو بہت جلد بلواؤں گا۔ انہیں ملنے کی درخواست کروں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ لفظ بلواؤ استعمال کر رہا ہوں۔ میرے پاس ان کے خلاف کچھ۔ نہیں مجھ پر یقین کیجئے کہ ہم قومی سطح پر یکطرفہ فیصلہ نہیں کر رہے ہیں میں ان تمام سے مشورے کروں گا لیکن اگر کوئی غیر ضروری شرارت کی گئی تو مجھے طریقہ ہے کہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر ہمیں تیزی سے رد عمل کا اظہار کرنا پڑے گا لیکن میں اس سے پہلے ان تمام سے ملوں گا اور ان سے بات چیت کروں گا۔

خارجہ پالیسی نئے سرے سے مرتب کی جائے گی قدرتی طور پر نئی خارجہ پالیسی آزاد ہوگی اور اس کا مقصد پاکستان کے اعلیٰ مفادات کا حصول ہو گا۔ ہم تمام بڑی طاقتوں سے بہتر تعلقات کے خواہاں ہیں ہم ایک ایسی خارجہ پالیسی چاہتے ہیں جو مثبت ہو میں اس نازک موضوع پر زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ہم مثبت خارجہ پالیسی چاہتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں جو ضمنی انتخابات ہوئے ہیں وہ ناقابل قبول اور عوام کی توہین ہیں میں ان ضمنی انتخابات کے نتائج کو کالعدم قرار دیتا ہوں میں مشرقی پاکستان کے دو رہنماؤں مسٹر نور الامین اور چکمہ قبیلے کے سربراہ سے جو اس وقت ملک سے باہر ہیں۔ بات چیت کروں گا میں چاہتا ہوں کہ وہ جلدی وطن واپس آجائیں تاکہ ہم صلاح مشورے کر سکیں مشرقی پاکستان کے صرف یہ دو ہی منتخب رہنما ہیں جو دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کامیاب ہوئے تھے۔

آخر میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر قوت آپ کی خدمت کرنے پر صرف کروں گا۔ میں آپ کی خدمت کروں گا چاہے اس کی وجہ سے میں قتل ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ میں جانتا ہوں کہ پاکستان کے عوام کیا چاہتے ہیں میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ میں انہیں میں سے ہوں۔ جناب مجھ پر بھروسہ کیجئے۔ اس لئے کہ مجھے آپ پر مکمل بھروسہ ہے میں جانتا ہوں کہ آپ کے تعاون سے ہم ہمالیہ کے پار بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن آپ کے تعاون کے بغیر میں کچھ بھی نہیں، مجھ سے کوئی کام بندوق یا گولی سے نہیں کرایا جاسکتا۔ میر آپ کے دلوں میں رہنا چاہتا ہوں، میں آپ کو کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔ میں عوام

ساتھ رہوں گا۔ ہم مل کر خوشحال اور بڑے پاکستان کی طرف بڑھیں گے۔ ہم ایسا کریں گے اس لئے کہ ہم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں جو خدا کا آخری پیغام ہے۔ اسلام نے دنیا کو بھائی چارے مساوات اور اخوت کا درس دیا ہے۔ اسلامی سوشلزم کی بنیاد صرف اسلام اور اس کے سماجی تصور پر ہے جس کا انحصار اخوت، مساوات اور قوت برداشت اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ہم کامیاب اور کامران ہوں گے۔ مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں۔

میرے بھائیو اور بہنو اس دکھ اور درد کے لمحے میں اپنے ذہنوں میں کسی شک و شبہ کو جگہ نہ دیجئے۔ اٹھ کھڑے ہوں اور دنیا کا سامنا کیجئے۔ یہ دنیا بڑی تلخ ہے، لیکن ہمیں تلخ حقیقت کا سامنا کرنا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کامیاب ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں، پاکستان عظیم مقصد کے لئے، حصول کے لئے ایک بڑے آئیڈیل کے لئے بنا تھا، ایسے آئیڈیل کے لئے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا، یہ آئیڈیل ہمیشہ رہے گا۔ تو آیئے ہم مل کر عہد کریں، یہ عہد میرا ہی نہیں آپ کا بھی ہے، ہم اس صورت حال کو ختم کریں گے، چاہے یہ کام ہمارے بچوں ہی کو کیوں نہ کرنا پڑے، پاکستان زندہ باد۔

www.bhutto.org

ذوالفقار علی بھٹو اور روزنامہ مساوات

ذوالفقار علی بھٹو شہید نے ۱۹۶۶ء میں جنرل ایوب کی آمرانہ حکومت کے خلاف جو تحریک شروع کی اور ملک میں رائج سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ اور استحصالی نظام کے شکنجے میں آئے ہوئے غریب، مظلوم اور مجبور عوام کے بنیادی حقوق کی بازیابی کے لئے جس مشن اور پروگرام کا اعلان کیا اسے ملک کے کونے کونے میں عوام تک پہنچانے کے لئے انہوں نے ملک بھر کے طوفانی دورے کئے مگر ملک کے تمام ذرائع ابلاغ پر حکومت کا قبضہ تھا اخبارات بھی حکومت کے خوف سے یا حکومت کے خصوصی تعاون کے زیر اثر ہونے کے باعث جناب بھٹو کی عوامی انقلابی تحریک کو اپنے صفحات میں مناسب جگہ نہیں دیتے تھے، چنانچہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایک انقلابی، زیرک اور دور اندیش سیاستدان ہونے کے ناطے فیصلہ کیا کہ ان کی جماعت پاکستان پیپلزپارٹی کا اپنا ایک ترجمان اخبار ہونا چاہئے جو پارٹی کے پروگرام اور منشور کو ملک کے طول و عرض میں پھیلانے کا فریضہ سرانجام دے۔ اس طرح ۷ر جولائی ۱۹۷۰ء میں جناب بھٹو کی خواہش اور ہدایت پر روزنامہ مساوات نے لاہور سے اپنی اشاعت کا باقاعدہ آغاز کیا۔ جناب محمد حنیف رامے روزنامہ مساوات کے پہلے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے روزنامہ مساوات کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آمریت کے خلاف عوام کی انقلابی جدوجہد میں مساوات کے کردار کے لئے رہنما اصول متعین کئے۔ جناب بھٹو نے مساوات کو اپنا تیسرا بیٹا قرار دیا اور توقع ظاہر کی کہ ان کا یہ تیسرا بیٹا ملک میں رائج استحصالی نظام کے خاتمہ کی تحریک میں عوام کے

www.bhutto.org

ISLAM IS OUR FAITH
DEMOCRACY IS OUR POLITY
SOCIALISM IS OUR ECONOMY
ALL POWERS TO THE PEOPLE

Chairman
Pakistan People's Party
Prime Minister's House Rawalpindi

Dated 14 June 1976

No. D.909-2.1/76

Dear Mr. Niazi,

As you are aware, the Daily Musawaat (Urdu) is being published from Karachi, Lahore and Lyallpur under the Chief Editorship of Mir Jamil-ur-Rahman. I have mentioned to you on several occasions that this paper has suffered much from lack of patronage and support from our responsible personalities. Hence its position has suffered. It does not carry the prestige and the weight it enjoyed in the past. The Musawaat is our own paper. It deserves your fullest co-operation and assistance. Only with your active support the paper can rehabilitate its position in competition with the other Urdu dailies of the country. But before this can happen, I repeat, a much larger measure of support is needed from you and your Ministry than the Musawaat has received so far.

2. In another attempt to gain your kind interest in the Musavaat I have had senior correspondents placed in the Federal Capital as well as at all the Provincial

www.bhutto.org

Headquarters. These correspondents (list attached) are experienced journalists. They should receive from you a little more attention and assistance which you normally extend to correspondents of other newspapers. Your co-operation with the Musawaat correspondents is sure to prove most useful in projecting Government's and the Party's policies and programmes. Their reporting will certainly be more effective and more in line with our thinking than what the correspondents of other newspapers have been putting out.

3. I sincerely hope that you will do what you can to promote the development and growth of the Musawaat to a level at which it can compete with credit with the other Urdu dailies which presently have a larger circulation for reasons well known to you. I have directed Musawaat's correspondents to keep in touch with you. They will be available at short notice whenever you wish to meet them for briefing them on any matters of public or Party interest. For the sake of the Party and the Government please give a little bit of your very valuable and precious time to your own newspaper. Should you wish to discuss anything with me in this connection, please feel free to do so.

Yours sincerely,

Zulfikar Ali Bhutto

Maulana Kausar Niazi,
Minister for Religious Affairs,
Government of Pakistan,
Islamabad.

www.bhutto.org

روزنامہ مساوات لاہور کی افتتاحی تقریب کا منظر، جناب بھٹو صدارت کر رہے ہیں، مساوات کے لئے چیف ایڈیٹر محمد حنیف رامے اظہار خیالات کر رہے ہیں۔ سامعین میں میاں محمود علی قصوری، ظہیر بابر، بیگم نرگس اعوان، بیگم نادر خاکوانی وغیرہ نمایاں ہیں

www.bhutto.org

شبانہ بشانہ شریک ہو گا اور مثالی کردار ادا کرے گا...... ذوالفقار علی بھٹو کے اس تیسرے بیٹے مساوات نے جناب بھٹو کی توقعات سے بڑھ کر اپنا کردار ادا کیا اور جناب بھٹو اور پاکستان پیپلز پارٹی کے انقلابی پروگرام کو دیکھتے ہی دیکھتے وطن عزیز کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ روزنامہ مساوات کے ادارتی صفحہ کی پیشانی کے ساتھ قرآن پاک کی سورۃ البقرہ کی یہ سطور شائع کی جاتیں تھیں۔

"فرعون زمین پر بڑا بن بیٹھا۔ اس نے اہل زمین کو طبقات میں بانٹ دیا اور ایک طبقہ کو کمزور کر دیا، پھر ہم نے ارادہ کیا کہ جنہیں کمزور کر دیا گیا ہے ان پر نظر کرم کریں انہیں امامت بخشیں، وارث بنائیں اور زمین پر حکمرانی دیں"

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان غیر مساوی تقسیم کو ختم کرنا ہی دراصل ذوالفقار علی بھٹو کا مشن اور پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور تھا جسے ہر خاص و عام تک پہنچانے کا فریضہ روزنامہ مساوات کو سونپا گیا۔ مساوات نے یہ فرض بطریق احسن ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور محدود مالی وسائل مگر بے شمار مسائل کی موجودگی کے باوجود صحافت کی دنیا میں ایک نئے اور انقلابی دور کا آغاز کیا۔

روزنامہ مساوات کو عوام میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ یہ اخبار چند روز کے اندر ہی اپنی اشاعت کے اعتبار سے ملک کے دیگر تمام اخبارات کو پیچھے چھوڑ گیا...... مساوات کی اشاعت اس قدر زیادہ ہوگئی کہ اس کی مانگ پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ اس اخبار کے ساتھ عوام کو وہی عشق ہو گیا جو انہیں اپنے محبوب قائد ذوالفقار علی بھٹو کی ذات سے تھا۔ اس اخبار کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ مارکیٹ میں اس کی ایک ایک کاپی پچاس پچاس روپے میں بھی فروخت ہوئی...... روزنامہ مساوات عوام کے حقوق کی بازیابی کی تحریک میں ہمیشہ عوام کے سنگ سنگ رہا اور یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ ۱۹۷۰ء کے تمام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کی عظیم الشان اور تاریخی فتح میں روزنامہ مساوات کا کردار بے مثال تھا...... ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے حکمران جماعت بن جانے کے بعد روزنامہ مساوات کا

www.bhutto.org

حال وہی ہوا جو اکثر سرکاری اخبارات کا ہوا کرتا ہے۔ عوامی جدوجہد کے علمبردار اخبار کو حکومت کی سرپرستی راس نہ آئی اور حکومت کے دنوں میں اسے عوام میں وہ پذیرائی حاصل نہ رہی جو جدوجہد کے دنوں میں اسے حاصل تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ اس اخبار کے روح رواں جناب محمد حنیف رامے پنجاب حکومت میں وزیر خزانہ بنا دیئے گئے اور ان کے پاس وقت نہ رہا کہ وہ مساوات کے معاملات پر توجہ دے سکیں تاہم ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء کی طرف سے جناب ذوالفقار علی بھٹو کی عوامی حکومت کا تختہ الٹے جانے کے بعد مساوات کو ایک بار پھر اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع ملا...... اگرچہ مارشل لاء انتظامیہ نے دیگر قومی اخبارات کی طرح روزنامہ مساوات پر بھی زبردست سنسرشپ عائد کر رکھی تھی، تاہم مساوات عوام کے جذبات کی ترجمانی کا حق کسی نہ کسی طرح ادا کرتا رہا...... ۴ر اپریل ۱۹۷۹ء کو مساوات کے بانی اور عوام کے محبوب قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کو شہید کیا گیا تو مساوات نے زبردست صدائے احتجاج بلند کی اور شہید بھٹو، بیگم نصرت بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے پیغام کو وطن عزیز کے بچے بچے تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ صورت حال جنرل ضیاء اور ان کے حواریوں کے لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ جناب بھٹو کو شہید کرنے کے بعد ان کے تیسرے بیٹے مساوات کی آواز بھی ہمیشہ کے لئے دبا دی جائے اس طرح ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو مارشل لاء انتظامیہ نے روزنامہ مساوات کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی اور مساوات کا دفتر اور پرنٹنگ پریس سیل کر کے اس پر پہرہ بیٹھا دیا گیا۔

جناب بھٹو شہید کی ذات کی طرح روزنامہ مساوات کے ساتھ بھی جنرل ضیاء کو سخت نفرت تھی اور وہ کسی صورت یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ بھٹو شہید کی طرح مساوات زندہ رہے، ۱۹۸۳ء میں ایک پریس کانفرنس کے دوران اخبار نویسوں نے جنرل ضیاء سے کہا کہ روزنامہ مساوات کی بندش سے سینکڑوں صحافی کارکن بے روزگار ہو گئے ہیں۔ آپ انسانی بنیاد پر ہی صحافی کارکنوں کے روزگار کی بحالی کے لئے مساوات کی بندش کے احکامات واپس لے لیں۔ جنرل ضیاء انتہائی برہمی کے عالم میں اخبار نویسوں پر برس پڑے اور کہا "جنرل ضیاء کی آخری سانس تک مساوات کی اشاعت بحال نہیں ہو سکتی"۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو خوشگوار موڈ میں
مولانا کوثر نیازی اور حفیظ پیرزادہ ہمراہ

www.bhutto.org

۱۷ ر اگست ۱۹۸۸ء کو جنرل ضیاء کی آخری سانس کا رشتہ ان کے جسم سے ٹوٹ گیا اور ان کی لاش ایک فضائی دھماکہ کے بعد ہزاروں لیٹر پیٹرول میں جل کر راکھ ہو گئی۔

جنرل ضیاء کی ہلاکت کے دو ماہ بعد لاہور ہائیکورٹ نے روزنامہ مساوات کی اشاعت پر عائد پابندی ختم کر دی اور اخبار از سر نو شائع ہونے لگا۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء سے لیکر آج تک روزنامہ مساوات عوامی امنگوں کے ترجمان اخبار کی حیثیت سے اپنا تاریخ ساز کردار ادا کر رہا ہے ...... جناب ذوالفقار علی بھٹو کے اس تیسرے بیٹے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی پیشانی پر "ذوالفقار علی بھٹو شہید" لکھا ہوا ہے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی زندگی میں ہمیشہ مساوات کی حتیٰ الامکان سرپرستی جاری رکھی ...... دسمبر ۱۹۷۱ء سے اپریل ۱۹۷۷ء تک کے عرصہ حکمرانی میں اگرچہ انہیں سیاسی، حکومتی اور بین الاقوامی امور میں بے حد مصروف رہنا پڑا اور وہ مساوات پر زیادہ توجہ نہ دے سکے تاہم وہ مساوات کے امور سے متعلق ضرور رہتے تھے اور اکثر و بیشتر اپنی حکومت کے وزراء اور پارٹی کے رہنماؤں کو تلقین کرتے کہ وہ مساوات کے امور میں دلچسپی لیں۔

ذیل میں جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید کا روزنامہ مساوات سے متعلق اس وقت کے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی کے نام ایک خط پیش کیا جا رہا ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جناب بھٹو اپنے تیسرے بیٹے مساوات کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔

www.bhutto.org

بھٹو حکومت ۵ سال ۶ ماہ ۱۵ دن

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت سربراہ مملکت پانچ سال چھ ماہ اور پندرہ روز حکومت کی۔ اس دوران وہ ایک سال آٹھ ماہ اور پچیس روز صدر مملکت رہے جبکہ ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو آئین کے نفاذ کے بعد ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تک انہوں نے بحیثیت وزیر اعظم پاکستان ملک اور قوم کی خدمت کی جناب بھٹو کی۔ حکومت کے دوران رونما ہونے والے اہم واقعات درج ذیل ہیں۔

۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء — مسٹر بھٹو نے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کی حیثیت سے حلف لیا۔ صدر بھٹو نے جنرل یحییٰ خان، جنرل عبدالحمید، لیفٹنٹ جنرل ایس جی ایم پیرزادہ، میجر جنرل عمر، میجر جنرل خداداد، میجر جنرل کیانی، اور میجر جنرل مٹھا کو ریٹائرڈ کر دیا۔ لیفٹنٹ جنرل گل حسن قائم مقام کمانڈر انچیف بنا دیئے گئے۔

۲۱ر دسمبر ۱۹۷۱ء — صدر بھٹو نے پاکستان کے تمام شہریوں پر ملک سے باہر جانے پر پابندی لگا دی۔ مسٹر ممتاز بھٹو سندھ، مسٹر غلام مصطفیٰ کھر پنجاب اور مسٹر حیات محمد خان شیرپاؤ سرحد کے گورنر مقرر کر دیئے گئے اسٹیٹ بنک کے گورنر ایس یو درانی برطرف کر دیئے گئے، ان کی جگہ مسٹر غلام اسحاق گورنر مقرر کر دیئے گئے۔ شیخ مجیب الرحمان کو جیل سے ایک بنگلے میں منتقل کر دیا گیا۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء سلامتی کونسل نے پاکستانی اور بھارتی فوجوں کی واپسی کی قرار داد منظور کر لی۔

۲۲ امیر ترین خاندانوں کے پاسپورٹ ضبط کر لئے گئے جناب، نورالامین نے نائب صدر کی حیثیت سے حلف اٹھا لیا۔ کموڈور حسن حفیظ کو بحریہ کا قائم مقام کمانڈر انچیف مقرر کر دیا گیا۔ وائس ایڈمرل مظفر حسین سمیت بحریہ کے چھ اعلیٰ افسر ریٹائرڈ کر دیئے گئے۔ صدارتی کابینہ کے دس وزراء نے حلف اٹھا لیا۔ تمام کارروائی اردو میں ہوئی، ایک حکم کے ذریعے صدر پاکستان و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے والیان ریاست کے وظائف بند کر دیئے۔

۲۴ر دسمبر ۱۹۷۱ء مشرقی پاکستان کے سانحہ کی تحقیقات کے لئے صدر ذوالفقار علی بھٹو نے ایک کمیشن کا اعلان کیا، کمیشن کا سربراہ حمود الرحمان کو مقرر کیا گیا۔ مسٹر حیات محمد شیرپاؤ نے گورنر سرحد کا عہدہ سنبھال لیا۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۷۱ء حکومت پاکستان نے ۱۹ صنعتی اداروں کے لائسنس منسوخ کر دیئے۔ حسن حفیظ احمد رئیر ایڈمرل بنا دیئے گئے۔

۲۹ر دسمبر ۱۹۷۱ء سردار غوث بخش رئیسانی نے گورنر بلوچستان کا حلف اٹھا لیا۔

۳۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء ۷۰ ہزار عازمین کو حج سے روکنے کی بابت سابقہ حکومت کا فیصلہ منسوخ کر دیا گیا۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۷۱ء صدر بھٹو نے ایٹمی توانائی کمیشن کا چارج خود سنبھال لیا۔

یکم جنوری ۱۹۷۲ء سوات میں زمرد کی کانیں حکومت کی تحویل میں لے لی گئیں۔

۲ر جنوری ۱۹۷۲ء ۱۹ بنیادی صنعتیں کسی معاوضہ کے بغیر سرکاری تحویل میں لے لی گئیں۔

۴ر جنوری ۱۹۷۲ء زرعی ترقیاتی کارپوریشن توڑ دی گئی۔

۸ر جنوری ۱۹۷۲ء یحییٰ خان اور جنرل حمید کو نظر بند کر دیا گیا۔

۱۰ر جنوری ۱۹۷۲ء خبروں اور اطلاعات پر سے پابندی ختم کر دی گئی۔ جنرل حبیب

www.bhutto.org

اللہ گرفتار کر لئے گئے۔

۱۱ر جنوری ۱۹۷۲ء صدر بھٹو اور ظاہر شاہ میں اہم مذاکرات شروع ہو گئے۔

۱۳ر جنوری ۱۹۷۲ء بھارت سے پاکستانی جنگی قیدیوں کی پہلی فہرست وصول ہوئی۔

۱۶ر جنوری ۱۹۷۲ء تمام کمپنیوں کی مینجنگ اور سول ایجنسیاں ختم کر دی گئیں۔

۲۱ر جنوری ۱۹۷۲ء مردان میں تین سو کرایہ داروں کو دو کانوں کا مالک بنا دیا گیا۔

۲۳ر جنوری ۱۹۷۲ء صدر بھٹو ترکی کے دورہ پر روانہ ہوئے۔

۲۶ر جنوری ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے قاہرہ اور دمشق میں صدر سادات اور صدر حافظ الاسد سے مذاکرات کئے۔

۲۹ر جنوری ۱۹۷۲ء عالمی بنک کے صدر میکنامارا سے صدر بھٹو کے راولپنڈی میں مذاکرات، پاکستان کی سیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال۔

۳۰ر جنوری ۱۹۷۲ء پاکستان دولت مشترکہ سے الگ ہو گیا۔

۳۱ر جنوری ۱۹۷۲ء صدر بھٹو ساٹھ ارکان کے ساتھ پیکنگ کے دورہ پر گئے۔ وزیر اعظم چو این لائی سے بات چیت۔

۱۹ر فروری ۱۹۷۲ء امریکہ نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد بحال کر دی۔

۲۲ر فروری ۱۹۷۲ء سرحد میں پولیس کے سترہ مطالبات منظور کر لئے گئے۔ پاک بحریہ کی گن بوٹ ''راج شاہی'' کراچی پہنچ گئی۔

۲۶ر فروری ۱۹۷۲ء چھوٹے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا گیا۔

۲۸ر فروری ۱۹۷۲ء پچاس روپے کے نوٹ منسوخ اور نئے نوٹ جاری کر دیئے گئے۔

۲۹ر فروری ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے زرعی اصلاحات کا اعلان کرنے کے بعد کہا کہ کوئی شخص اب ایک سو پچاس ایکڑ سے زائد زمین نہیں رکھ سکے گا۔

۲ر مارچ ۱۹۷۲ء جنرل ٹکا خان بری فوج کے اور ائر مارشل ظفر چوہدری فضائی فوج کے سربراہ مقرر کر دیئے گئے۔ جنرل گل حسن اور ائر مارشل رحیم کو سفارتی عہدے دے دیئے گئے۔ ایئر وائس مارشل خیبر خاں سبکدوش کر دیئے گئے۔

۵ر مارچ ۱۹۷۲ء ساحل بلوچستان پر نئی بندر گاہ تعمیر کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔ صدر بھٹو ، جمعیت کے لیڈروں سے مذاکرات۔

۱۱ر مارچ ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے ۱۳ سو سے زائد افسروں کو فوری طور پر ریٹائرڈ کر دیا۔

۱۴ر مارچ ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کر دیا۔

۱۵ر مارچ ۱۹۷۲ء صدر بھٹو روس کے سرکاری دورے پر روانہ ہو گئے۔

۱۹ر مارچ ۱۹۷۲ء صوبہ سندھ میں کمشنریاں ختم کر دی گئیں۔ بیمہ زندگی کا کاروبار قومی تحویل میں لے لیا گیا۔

۲۰ر مارچ ۱۹۷۲ء پاکستان اور چین کے درمیان شہری ہوا بازی کے فروغ اور فضائی کمپنیوں میں تعاون کا معاہدہ ہو گیا۔

۲۴ر مارچ ۱۹۷۲ء سرکاری ڈاکٹروں پر پرائیویٹ پریکٹس پر پابندی لگا دی گئی۔ میر غوث بخش بزنجو بلوچستان اور ارباب سکندر خان خلیل سرحد کے گورنر مقرر کر دیئے گئے۔

۸ر اپریل ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے راولپنڈی میں تمام پارلیمانی لیڈروں سے عبوری آئین پر مذاکرات کئے۔

۱۰ر اپریل ۱۹۷۲ء صدر نے پولیس اصلاحات کا اعلان کیا۔

۱۲ر اپریل ۱۹۷۲ء پہلی براہ راست منتخب قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس شروع ہوا۔ صدر بھٹو نے قانونی اصلاحات کا اعلان کیا۔ صدر بھٹو پر قومی اسمبلی نے متفقہ اعتماد کا اظہار کیا۔

۱۷ر اپریل ۱۹۷۲ء قومی اسمبلی نے عبوری آئین منظور کر لیا۔ عبوری آئین میں اردو کو قومی زبان تسلیم کیا گیا۔

۱۸ر اپریل ۱۹۷۲ء خان عبدالقیوم خاں نے وزیر داخلہ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

۲۱ر اپریل ۱۹۷۲ء عبوری آئین نافذ اور مارشل لاء ختم کر دیا گیا۔ جمہوریت کی صبح طلوع ہو گئی اور بھٹو نے دس لاکھ افراد کے سامنے اپنے عہدے کا

www.bhutto.org

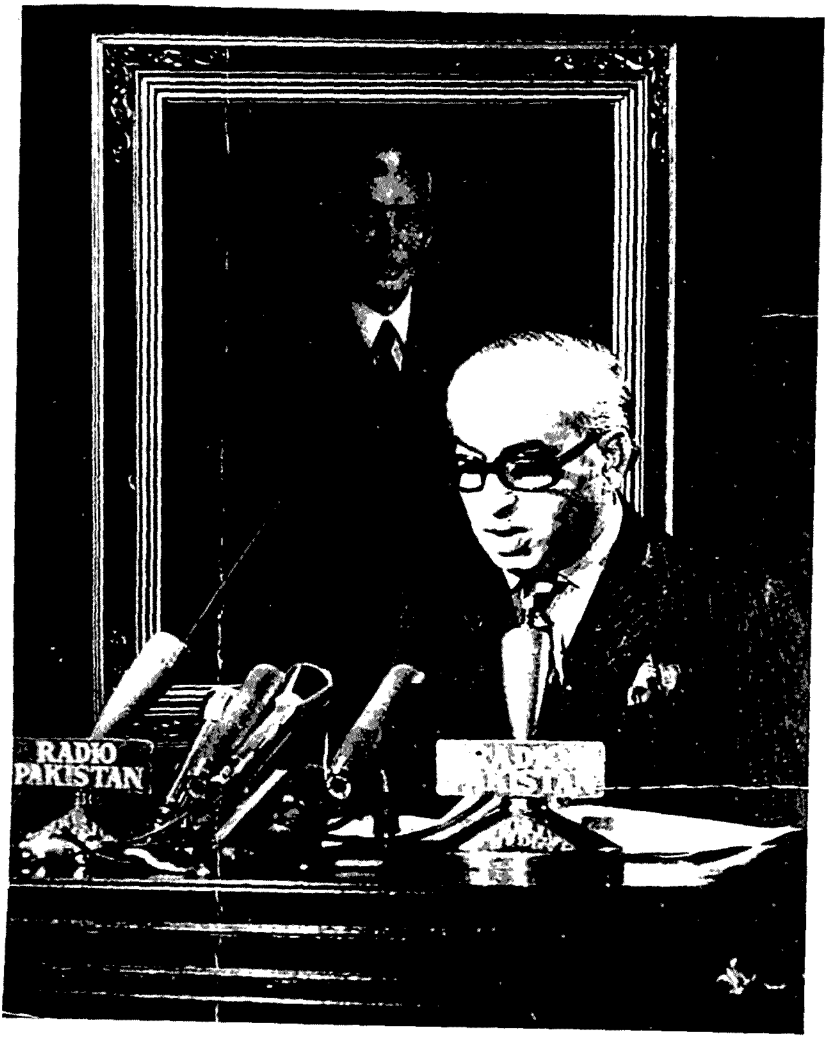

بحیثیت سربراہ مملکت جناب بھٹو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر
قوم سے خطاب کر رہے ہیں

www.bhutto.org

حلف اٹھایا۔

۲۹ر اپریل ۱۹۷۲ء رسول بخش تالپور، ارباب سکندر خاں خلیل اور غوث بخش بزنجو نے سندھ، سرحد اور بلوچستان کے گورنر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

یکم مئی ۱۹۷۲ء ممتاز علی بھٹو سردار عطاء اللہ خان مینگل اور مولانا مفتی محمود نے صوبہ سندھ، بلوچستان اور سرحد کے وزرائے اعلیٰ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

۵ر مئی ۱۹۷۲ء محمود علی قصوری، محمد حنیف، شیخ رشید اور راجہ تری دیورائے نے مرکزی کابینہ کا حلف اٹھایا۔

۶ر مئی ۱۹۷۲ء بھارتی فوج کو وادی لیپا سے نکال دیا گیا۔ اردو کو بلوچستان کی سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا گیا۔

۹ر مئی ۱۹۷۲ء سرحد میں چھ وزیروں اور سات مشیروں نے حلف اٹھایا۔ پاکستانی فوج نے کشمیر میں دو چوکیاں دشمن سے خالی کرالیں۔

۱۱ر مئی ۱۹۷۲ء وزیر خزانہ مسٹر مبشر حسن نے اعلان کیا کہ حج پر سے پابندی ختم کر دی گئی، روپے کی قیمت کم کر دی گئی، بونس ووچر سکیم ختم۔

۱۴ر مئی ۱۹۷۲ء در آمدات پر سیلز ٹیکس کی شرح میں کمی کر دی گئی۔ در آمدات کے لئے کیٹیگریز اور استحقاق کا طریقہ ختم کر دیا گیا۔

۱۸ر مئی ۱۹۷۲ء بینکوں پر موثر کنٹرول کے لئے اصلاحات کا اعلان۔

۲۴ر مئی ۱۹۷۲ء ادویات کی خام مال کی در آمد سے متعلق فیصلہ پر عملدر آمد روک دیا گیا۔

۲۷ر مئی ۱۹۷۲ء مزدوروں کے لئے مزید مراعات کا اعلان۔

۲۹ر مئی ۱۹۷۲ء صدر بھٹو مسلم ممالک کے دورے پر روانہ ہو گئے۔

۳۰ر مئی ۱۹۷۲ء صدر حسن البکر نے صدر بھٹو کو عراق کا اعلیٰ ترین اعزاز دیا۔

یکم جون ۱۹۷۲ء جدہ میں صدر بھٹو اور شاہ فیصل میں مذاکرات شروع ہو گئے۔

۳ر جون ۱۹۷۲ء پانچ اور دس روپے کے نوٹ منسوخ کر دیئے گئے۔

۶ر جون ۱۹۷۲ء	از میر میں صدر بھٹو کی صدارت میں پاکستانی سفیروں کی کانفرنس۔
۹ر جون ۱۹۷۲ء	صدر بھٹو اور شہنشاہ ایران کے درمیان ایران میں مذاکرات۔
۱۰ر جون ۱۹۷۲ء	صدر بھٹو اسلامی ممالک کا دورہ ختم کر کے اسلام آباد واپس پہنچ گئے۔
۱۴ر جون ۱۹۷۲ء	تمام سرکاری دفاتر میں فوری طور پر اردو کے نفاذ کا پنجاب کابینہ کا فیصلہ۔
۱۵ر جون ۱۹۷۲ء	صدر نے قومی اقتصادی کونسل اور ایگزیکٹو کمیٹی کی تشکیل کا اعلان کر دیا۔ سندھ کے وزیر خزانہ کی حیثیت سے کمال ظفر نے حلف اٹھایا۔
۲۸ر جون ۱۹۷۲ء	شملہ کانفرنس میں شرکت کے لئے صدر بھٹو روانہ ہو گئے۔ شملہ میں صدر بھٹو اور اندرا گاندھی کے مذاکرات شروع ہو گئے۔
۳۰ر جون ۱۹۷۲ء	بھارتی اور پاکستانی نمائندوں کے درمیان مذاکرات شروع ہو گئے۔
۲ر جولائی ۱۹۷۲ء	معاہدہ شملہ پر دستخط ہو گئے۔
۱۴ر جولائی ۱۹۷۲ء	قومی اسمبلی نے بھاری اکثریت سے شملہ معاہدے کی توثیق کر دی۔
۱۵ر جولائی ۱۹۷۲ء	صدر بھٹو نے متفقہ سمجھوتے کی تفصیلات کا اعلان کر دیا۔
۱۰ر اگست ۱۹۷۲ء	جموں و کشمیر میں کنٹرول لائن کے تعین کے طریقہ کار پر سمجھوتہ ہو گیا۔
۱۲ر اگست ۱۹۷۲ء	عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کے لئے صدر نے آرڈیننس جاری کر دیا۔
۱۳ر اگست ۱۹۷۲ء	چھوٹے تاجروں، صنعت کاروں اور پیشہ ور افراد کے لئے ٹیکسوں میں رعایت۔
۱۵ر اگست ۱۹۷۲ء	فضل الٰہی کو سپیکر اور حنیف خاں کو ڈپٹی اسپیکر منتخب کر لیا گیا۔

www.bhutto.org

۲۲ر اگست ۱۹۷۲ء گلگت اور بلتستان میں جاگیرداری نظام ختم کر دیا گیا۔

۳۱ر اگست ۱۹۷۲ء ملک بھر میں تیسری مردم شماری شروع ہو گئی صوبہ سندھ کے ۹۷ کالجوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔

یکم ستمبر ۱۹۷۲ء سوتی کپڑے، شکر اور بناسپتی گھی کی صنعتوں کے لئے ۳ بورڈوں کا قیام۔

۲۵ر ستمبر ۱۹۷۲ء سندھ میں ۱۴۰ سکول سرکاری تحویل میں لینے کا اعلان۔

۷ر اکتوبر ۱۹۷۲ء عبدالحفیظ پیرزادہ کو وزارت قانون کا نگران مقرر کر دیا گیا۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۲ء صدر اور پارلیمانی لیڈروں کے درمیان دستوری معاہدہ طے پایا جس کی بنیاد پر مستقل آئین بنے گا۔ نسیم احمد سیکرٹری اطلاعات بنا دیئے گئے۔

۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۲ء بیرون ملک سفر پر تمام پابندیاں ختم کر دی گئیں۔

۲ر نومبر ۱۹۷۲ء تاخوچک کے سلسلے میں پاکستان نے مانک شا کی تجویز مسترد کر دی۔ قبائلی علاقہ سے رکن قومی اسمبلی میجر جنرل جمال دار وزیر مملکت بنا دیئے گئے۔

۴ر نومبر ۱۹۷۲ء کمپنیوں کے منافع میں کارکنوں کے لئے پانچ فیصد حصہ کے لئے آرڈیننس نافذ کر دیا گیا۔

۵ر نومبر ۱۹۷۲ء بھارت نے پاکستان کے ۳۳۸ شہری قیدی رہا کرنے کا اعلان کر دیا۔

۹ر نومبر ۱۹۷۲ء پاکستان نے معاہدہ سیٹو سے علیحدگی اختیار کر لی۔ شمالی ویت نام اور کوریا کو تسلیم کر لیا گیا۔

۱۵ر نومبر ۱۹۷۲ء پاکستان نے مشرقی جرمنی کو تسلیم کر لیا۔

۱۸ر نومبر ۱۹۷۲ء بھارت نے ۶ ہزار نظر بند پاکستانیوں کے افراد خاندان کو واپس بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

۲۱ر نومبر ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے دس ہزار بنگالیوں کو پاکستان سے جانے کی پیش کش کر

www.bhutto.org

دی۔

۲۷ر نومبر ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے بھارت کے جنگی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

۲۸ر نومبر ۱۹۷۲ء صدر بھٹو نے کراچی میں ایٹمی توانائی بجلی گھر کا افتتاح کیا۔ لاہور میں بھارتی جنرل مانک شا اور ٹکا خان کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے۔

۳۰ر نومبر ۱۹۷۲ء اقوام متحدہ میں بنگلہ دیش کی رکنیت ، پاکستانی جنگی قیدیوں کی واپسی سے مشروط کر دی گئی۔ راولپنڈی میں پیپلز پارٹی کا پانچ سالہ کنونشن شروع ہو گیا۔

یکم دسمبر ۱۹۷۲ء وا سرحد پر بھارت کے ۶۱۶ اور پاکستانی جنگی قیدیوں کا تبادلہ۔

۷ر دسمبر ۱۹۷۲ء جنرل ٹکا خاں اور بھارتی جنرل مانک شا کے درمیان کشمیر میں کنٹرول لائن کے تعین پر سمجھوتہ ہو گیا۔ پاک فضائیہ کے دو افسر بھارت کی قید سے رہائی پا کر وطن واپس آ گئے۔

۱۱ر دسمبر ۱۹۷۲ء کنٹرول لائن کے تعین کے معاہدہ کی بھارت اور پاکستان نے توثیق کر دی۔

۱۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء مقبوضہ علاقوں سے فوجوں کی واپسی شروع ہو گئی۔

۱۵ر دسمبر ۱۹۷۲ء ملی جلی معیشت سب کے لئے خوراک رہائش اور روز گار کی فراہمی حکومت و عوام میں بہتر تعلقات کے لئے صدر بھٹو نے رہنما اصول متعین کئے۔

۲۱ر دسمبر ۱۹۷۲ء ۱۸ سال سے زائد عمر کے تمام پاکستانیوں کو شناختی کارڈ رکھنے ہوں گے۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء بھارتی مقبوضہ علاقوں پر پاکستان کا کنٹرول قائم ہو گیا۔

۲۷ر دسمبر ۱۹۷۲ء شہریوں کی دفاعی تربیت کے لئے نیشنل گارڈز اسکیم کا اعلان۔

www.bhutto.org

۳۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء آئین کمیٹی نے مسودہ آئین تیار کر لیا۔

۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء آئین کی تنسیخ غداری قرار دے دی گئی۔

۵ر جنوری ۱۹۷۳ء صدر بھٹو نے ۱۰۵ ہاریوں کو مالکانہ حقوق کی اسناد تقسیم کیں۔

۸ر جنوری ۱۹۷۳ء رومانیہ کے صدر چاؤ سیسکو پاکستان کے دورے پر پہنچے۔

۱۵ر جنوری ۱۹۷۳ء شہنشاہ ایران پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔

۲۱ر فروری ۱۹۷۳ء بغیر لائسنس اسلحہ رکھنے والوں کے لئے ۷ سال قید کی سزا صدر نے آرڈیننس جاری کر دیا۔

۱۲ر مارچ ۱۹۷۳ء روس نے پاکستان کو ۲۶ کروڑ روپے کے قرضوں سے سبکدوش کر دیا۔

۱۴ر مارچ ۱۹۷۳ء امریکہ نے پاکستان اور بھارت کو اسلحہ کی ترسیل بحال کر دی۔ قومی اسمبلی نے جائداد کو قبضہ میں لینے سے متعلق آرٹیکل منظور کر لیا۔

۲۱ر مارچ ۱۹۷۳ء بلوچستان میں شیشک ٹیکس ختم کر دیا گیا۔

۲۲ر مارچ ۱۹۷۳ء پاکستان میں موٹر سازی کا کام شروع ہوا۔ پہلے مرحلے میں فوج نے پچاس جیپیں تیار کر لیں۔

۱۰ر اپریل ۱۹۷۳ء قومی اسمبلی نے پاکستان کا مستقبل آئین منظور کر لیا۔

۲۷ر اپریل ۱۹۷۳ء بلوچستان میں جام صاحب لسبیلہ کی سربراہی میں کابینہ نے حلف اٹھایا۔

۲۹ر اپریل ۱۹۷۳ء پشاور میں عنایت اللہ گنڈاپور کی سربراہی میں سرحد کابینہ نے حلف اٹھایا۔

۲ر مئی ۱۹۷۳ء فوجی افسروں کی سازش کے سلسلے میں ۱۱۳ افراد کی گرفتاری۔

۹ر مئی ۱۹۷۳ء صدر بھٹو ایران کے دورے پر روانہ ہو گئے۔

۱۲ر مئی ۱۹۷۳ء پاک افغان سرحد بند کر دی گئی۔

۱۶ر مئی ۱۹۷۳ء سندھ میں ۳ لاکھ ایکڑ زمین ۲۵ ہزار ہاریوں میں تقسیم کی گئی۔

یکم جون ۱۹۷۳ء چھوٹے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا گیا۔

www.bhutto.org

۱۱ر جولائی ۱۹۷۳ء مسٹر بھٹو نے ۱۵ ہزار بنگالیوں کی یکطرفہ طور پر چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔

۱۲ر جولائی ۱۹۷۳ء صدر بھٹو امریکہ کے دورے کے لئے روم روانہ ہو گئے۔

۳۰ر جولائی ۱۹۷۳ء پاک بھارت مذاکرات میں جنگی قیدیوں اور بنگالیوں کی واپسی پر سمجھوتہ ہو گیا۔

۶ر اگست ۱۹۷۳ء حبیب اللہ سینٹ کے چیئرمین اور طاہر محمد خان وائس چیئرمین منتخب ہو گئے۔

۹ر اگست ۱۹۷۳ء صاحب زادہ فاروق علی خاں نے قومی اسمبلی کے اسپیکر کا عہدہ سنبھال لیا۔

۱۰ر اگست ۱۹۷۳ء چوہدری فضل الٰہی پاکستان کے نئے صدر منتخب ہو گئے۔

۱۱ر اگست ۱۹۷۳ء سول اور فوجی افسروں کی تنخواہوں کے لئے نئے اسکیلز کا اعلان کیا گیا۔ مسز اشرف عباسی ڈپٹی اسپیکر منتخب ہو گئیں۔

۱۲ر اگست ۱۹۷۳ء مستقل آئین کے تحت ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم منتخب ہو گئے ۱۴۹ جبری ریٹائرڈ سرکاری ملازمین بحال کر دیئے گئے۔

۱۳ر اگست ۱۹۷۳ء سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے جشن آئین کی تقریبات منسوخ کر دی گئیں۔ صدر اور وزیر اعظم پاکستان نے حلف اٹھایا۔

۲۸ر اگست ۱۹۷۳ء پاکستانی جنگی قیدیوں اور شہریوں کی رہائی کے سلسلے میں پاک بھارت مذاکرات کامیاب ہو گئے۔

۲ر ستمبر ۱۹۷۳ء بناسپتی گھی کی صنعت کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔

۱۵ر ستمبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو امریکہ کے دورے پر روانہ ہو گئے۔

۲۷ر ستمبر ۱۹۷۳ء دہلی سمجھوتے کے تحت ۸۴۲ فوجی اور شہری، جنگی قیدیوں کی پہلی جماعت پاکستان واپس پہنچ گئی۔

۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو مشرق وسطیٰ کے دورے پر روانہ ہوئے۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۳ء عربوں کی جنگ ہماری جنگ ہے وزیر اعظم بھٹو کا اعلان۔

www.bhutto.org

۲ر نومبر ۱۹۷۳ء نیم فوجی تنظیموں کو توڑنے کے لئے آرڈیننس نافذ کر دیا گیا۔

۳ر نومبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو کی اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل تنکو عبدالرحمان سے ملاقات۔

۵ر نومبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو آزاد کشمیر کے دورے پر روانہ ہو گئے۔

۷ر نومبر ۱۹۷۳ء ائر مارشل نور خاں کو پی آئی اے کا نیا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

۱۰ر نومبر ۱۹۷۳ء مسلم سربراہ کانفرنس کے لئے وزیر اعظم بھٹو کے صلاح مشورے۔ گورنر پنجاب غلام مصطفیٰ کھر نے بحیثیت وزیر اعلیٰ پنجاب حلف اٹھایا۔

۲۲ر نومبر ۱۹۷۳ء وطن دشمن جماعتوں پر پابندی لگانے کا آرڈی ننس نافذ کر دیا گیا۔

۲۹ر نومبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو کویت کے دورے پر روانہ ہوئے۔

۳۰ر نومبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو نے لاڑکانہ میں اتاترک مصطفیٰ کمال کی یادگار کی نقاب کشائی کی۔

کیم دسمبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو کی ہدایت پر کراچی میں بسوں کا کرایہ کم کر دیا گیا۔

۱۰ر دسمبر ۱۹۷۳ء وزیر اعظم بھٹو بحرین، قطر اور ابوظہبی کے تین روزہ دورہ پر روانہ ہوئے۔

کیم جنوری ۱۹۷۴ء حکومت پاکستان نے پندرہ قومی بنکوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ اس کے ساتھ ہی جہاز راں کمپنیوں اور تیل کمپنیوں کو بھی قومی تحویل میں لینے کا اعلان کیا گیا۔ بلوچستان کے گورنر اکبر بگتی کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔ اعشاری نظام کا نفاذ کیا گیا۔

۲ر جنوری ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے کراچی میں عباسی شہید ہسپتال کا افتتاح کیا۔

۳ر جنوری ۱۹۷۴ء خان آف قلات میر احمد یار خاں نے بلوچستان کے گورنر کی حیثیت سے حلف وفاداری اٹھایا۔

۷ر جنوری ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے لاڑکانہ میں شہریوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا

www.bhutto.org

کہ غریبوں کے حقوق اور مفادات کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا۔

۱۱ر جنوری ۱۹۷۴ء بلوچستان میں شیشک کی وصولی کے متعلق وزیر اعظم بھٹو نے تحقیقات کا حکم دیدیا اور قانون کو ہاتھ میں لینے والوں سے سختی سے نپٹنے کا حکم دیا۔

۱۲ر جنوری ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاک چین تعلقات میں رخنہ ڈالنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے گا۔

۱۲ر جنوری ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے کراچی میں سپورٹس کمپلیکس کا افتتاح کیا وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر غلام مصطفیٰ کھر نے ساہی وال میں اودر ہیڈ برج کا افتتاح کیا۔

۱۸ر جنوری ۱۹۷۴ء بیگم نصرت بھٹو نے کراچی کی رضویہ کالونی میں زین العابدین ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا۔

۲۳ر جنوری ۱۹۷۴ء قومی اسمبلی نے ریڈ کراس کا نام انجمن ہلال احمر رکھنے کی منظوری دے دی۔

۲۴ر جنوری ۱۹۷۴ء بجلی کی قلت کے پیش نظر وزیر اعلیٰ پنجاب نے صوبہ بھر میں چراغاں کرنے پر پابندی لگا دی۔

۲۷ر جنوری ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے سیون شریف میں ترقیاتی مرکز کا سنگ بنیاد رکھا۔

۲۸ر جنوری ۱۹۷۴ء پنجاب کی وزارتی کونسل نے دیہی علاقوں میں بے گھر اور غریب مزارعین اور دستکاروں کو رہائشی مکانات کی تعمیر کے لئے پانچ پانچ مرلے اراضی مفت دینے کے متعلق اسکیم کو آخری شکل دے دی۔

۲۹ر جنوری ۱۹۷۴ء پنجاب ایمپلائز سوشل سیکورٹی سکیم کے تحت لاہور، ملتان، گوجرانوالہ میں تین مکمل ہسپتال قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔

۵ر فروری ۱۹۷۴ء سینٹ کے اجلاس میں بیرونی ماہرین پر انحصار کم کرنے کے لئے بل

www.bhutto.org

پیش کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے پٹرولیم کی مصنوعات پر کنٹرول اور وارثت کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔

۶ر فروری ۱۹۷۴ء قومی اسمبلی نے جہاز ران کمپنیوں پر کنٹرول کا بل منظور کر لیا۔

۸ر فروری ۱۹۷۴ء پاکستان اور روس کے درمیان سائنسی اور فنی تعاون کا سمجھوتہ طے پا گیا۔

۹ر فروری ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں جیورسٹ کانفرنس کا افتتاح کیا۔ حکومت نے ہائیکورٹوں کے ججوں کی تنخواہوں میں اضافے کا فیصلہ کیا۔

۱۰ر فروری ۱۹۷۴ء یاسر عرفات نے اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے وزیراعظم بھٹو کی دعوت قبول کر لی۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۴ء قومی اسمبلی نے بنکوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا بل منظور کر لیا۔

۱۳ر فروری ۱۹۷۴ء قومی اسمبلی نے ترامیم سمیت پاسپورٹ بل منظور کر لیا۔

۱۷ر فروری ۱۹۷۴ء اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے بیرونی ممالک کے وفود لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔

۱۸ر فروری ۱۹۷۴ء تیس (۳۰) اسلامی ممالک کے اعلیٰ افسروں کو اجلاس رات کے تیسرے پہر تک جاری رہا۔

۲۱ر فروری ۱۹۷۴ء اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۵ ممالک کے سربراہ لاہور پہنچ گئے۔

۲۳ر فروری ۱۹۷۴ء تنظیم آزادی فلسطین کو واحد نمائندہ تنظیم تسلیم کر لیا گیا۔

۲۴ر فروری ۱۹۷۴ء لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس ختم ہو گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے اختتامی تقریر میں کہا کہ عالم اسلام کے لئے ہم خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔

۲ر مارچ ۱۹۷۴ء زمبیا کے صدر کینتھ کاونڈا پاکستان کے سرکاری دورے پر اسلام

www.bhutto.org

وزیراعظم بھٹو ۱۹۷۶ء میں مغربی جرمنی کی پارلیمینٹ میں مہمانوں کی گیلری میں بیٹھے بحث سن رہے ہیں۔ پاکستان کے ممتاز ماہر قانون بیرسٹر شہزاد جہانگیر بھی ان کے ہمراہ ہیں

www.bhutto.org

آباد پہنچے اور انہوں نے وزیراعظم بھٹو سے بات چیت کی۔

۵ر مارچ ۱۹۷۴ء اسلامی سربراہی کانفرنس کے دوران خدمات انجام دینے کے سلسلے میں حکومت نے ریڈیو پاکستان کے ملازمین کے لئے ایک ماہ کی زائد تنخواہ دینے کا اعلان کیا۔

۹ر مارچ ۱۹۷۴ء متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زید بن سلطان النہیان اسلام آباد پہنچے تو وزیراعظم بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔

۱۰ر مارچ ۱۹۷۴ء لاہور میں شیخ زید بن سلطان نے وزیراعظم کے ہمراہ اسلامی میلہ دیکھا، وزیراعظم نے انہیں مینار پاکستان کا ماڈل پیش کیا۔

۱۲ر مارچ ۱۹۷۴ء شیخ زید بن سلطان نے لاہور میں کہا کہ پاکستان کی قوت عالم اسلام کی قوت ہے۔ متحدہ عرب امارات کے صدر نے لاڑکانہ میں شیخ زید ہسپتال کے سنگ بنیاد کی نقاب کشائی کی۔

۱۳ر مارچ ۱۹۷۴ء پاکستان اور متحدہ عرب امارتوں کے وزارتی کمیشن کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

۱۴ر مارچ ۱۹۷۴ء اسلامی سربراہی کانفرنس کی خدمات کے صلہ میں محکمہ اطلاعات کے ملازمین کو ایک ماہ کی تنخواہ دینے کا اعلان کیا گیا۔

۲۲ر مارچ ۱۹۷۴ء ملتان سے تیس میل دور سرائے سدھو میں ایک کنویں سے قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے۔

۲۵ر مارچ ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے دیہہ مندار کے مقام پر پاکستان کے پہلے ارضی مواصلاتی اسٹیشن کا افتتاح کیا۔

۳۱ر مارچ ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو کے دورہ ایران کے خاتمے پر جو مشترکہ اعلان جاری کیا گیا اس میں کہا گیا تھا کہ ایران اور پاکستان اپنی آزادی اور سالمیت کے تحفظ کے لئے ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

۳ر اپریل ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے فرانس کے صدر پومپیدو کی وفات پر تعزیت کا پیغام بھیجا۔

www.bhutto.org

۱۲ر اپریل ۱۹۷۴ء پاکستان میں کلمہ طیبہ والی ماچسوں کی در آمد پر پابندی لگادی گئی۔

۱۸ر اپریل ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں خشک بندر گاہ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اس بندر گاہ کے قیام سے ملک کی خوشحالی میں مزید اضافہ ہو گا۔

۲۰ر اپریل ۱۹۷۴ء سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ وزیراعظم بھٹو، نے سابق صدر کی وفات پر اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ انہیں مرحوم کے پسماندگان سے ہمدردی ہے۔

۲۶ر اپریل ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ میں ۱۵۰ کلوواٹ میڈیم ویو ٹرانس میٹر کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ بیرونی جارحیت کی صورت میں ایران پاکستان کو بھرپور امداد دے گا۔

۲۸ر اپریل ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ روس، بھارت، افغانستان، اور عراق کو جدید ترین اسلحہ دے رہا ہے۔ وزیراعظم نے پیشکش کی کہ پاکستان بنگلہ دیش کو چاول اور دوسرا ضروری سامان دینے کو تیار ہے۔

۳۰ر اپریل ۱۹۷۴ء بھارت سے پاکستانی جنگی قیدیوں کی واپسی کا کام مکمل ہوگیا۔ آخری سپاہی مشرقی کمان کے کمانڈر لیفٹننٹ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی تھے ان کے ساتھ تین میجر جنرل بھی آئے۔

یکم مئی ۱۹۷۴ء ملک بھر میں یوم مئی کا تہوار سرکاری طور پر منایا گیا۔ ملک بھر کے سرکاری دفاتر میں عام تعطیل رہی۔

۳ر مئی ۱۹۷۴ء کو جنگی قیدیوں کے واپسی کی خوشی میں یوم تشکر منانے کا اعلان کیا گیا۔

۷ر مئی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل لاء محمد ایوب کے گھر گئے اور ان کی اہلیہ سے مرحوم کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔

۱۱ر مئی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو عوامی جمہوریہ چین کے دورے پر پیکنگ پہنچے تو انہوں نے چیئرمین ماؤزے تنگ سے ۹۰ منٹ اہم مذاکرات کیے۔ پاکستان

www.bhutto.org

اور سعودی عرب اقتصادی سائنسی، ثقافتی شعبوں میں تعاون بڑھانے کے لئے مشترکہ وزارتی کمیشن کے قیام پر رضامند ہو گئے۔

۱۲ر مئی ۱۹۷۴ء وزیراعظم پاکستان کے اعزاز میں دی گئی دعوت میں بھارتی سفیر واک آؤٹ کر گئے۔ چین نے پاکستان کی آزادی اور کشمیریوں کے حق خود اختیاری کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۴ر مئی ۱۹۷۴ء وزیراعظم چین نے اسلامی کانفرنس کے نتائج کا خیر مقدم کیا۔ پاک چین مذاکرات میں پاکستان کی دفاعی ضروریات کا جائزہ لیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو کے دورہ چین کے خاتمہ پر مشترکہ اعلان جاری کر دیا گیا۔

۱۵ر مئی ۱۹۷۴ء راولپنڈی میں وزیراعظم کی صدارت میں کابینہ کا اجلاس ہوا جس میں اخباری کاغذ کی قیمت فوری طور پر =/۴۱۰۰ روپے ٹن کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان اور مشرقی جرمنی کے درمیان اسلام آباد میں پہلا تجارتی معاہدہ طے پایا۔

۱۹ر مئی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام پر عملدر آمد تیز کر رہا ہے اس ضمن میں انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں خطاب کیا اور کہا کہ پاکستان بھارت کے ایٹمی دھماکہ کی وجہ سے اپنی خارجہ پالیسی تبدیل نہیں کرے گا۔

۲۳ر مئی ۱۹۷۴ء بھارت کے ایٹمی دھماکہ پر پاکستان کے موقف کی وضاحت کے لئے وزیراعظم بھٹو نے عالمی رہنماؤں کو پیغامات ارسال کئے۔

۸ر جون ۱۹۷۴ء وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے قومی اسمبلی میں نئے سال کا بجٹ پیش کیا۔ سرکاری ملازمین کے مہنگائی الاؤنس اور پنشن میں اضافہ کر دیا گیا۔

۱۱ر جون ۱۹۷۴ء بھارت کے ایٹمی دھماکہ پر پاکستان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں تشویش کا اظہار کیا کوئٹہ کے قریب ایران کی مدد سے سیمنٹ کا

www.bhutto.org

کارخانہ قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔

۱۳؍ جون ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ جو ختم نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔

۱۹؍ جون ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو کو قتل کرنے کی سازش کا انکشاف ہوا۔ صوبہ سرحد اسمبلی میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

۲۷؍ جون ۱۹۷۴ء چین نے ایٹمی حملہ اور بیرونی جارحیت کے خلاف پاکستان کی بھرپور امداد کرنے کا اعلان کر دیا۔

۱۱؍ جولائی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ہم اپنی سالمیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ افغان حکمرانوں نے سرحد سے تجاوز کیا تو وہ خود اپنا نقصان کریں گے۔

۱۲؍ جولائی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے سید و شریف میں کہا کہ پاکستان کے خلاف جارحیت کا سختی سے جواب دیا جائے گا۔ جب تک میں وزیراعظم ہوں پاکستان کی طرف کوئی بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

۱۴؍ جولائی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر کسی ملک نے پاکستان پر حملہ کیا تو اسے پچھتانا پڑے گا۔ اگر افغانستان اتحاد کی بات کرتا ہے تو اسے پاکستان میں شامل ہو جانا چاہیے۔

۱۵؍ جولائی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کشمیر کے بارے میں بھارت یا شیخ عبداللہ کا فیصلہ قبول نہیں کرے گا بھارت سے بات چیت دوبارہ شروع کرنے کا دارومدار حالات پر ہے۔

۱۷؍ جولائی ۱۹۷۴ء حکومت پاکستان نے سرحدوں پر بھارتی اور افغان فوجوں کی نقل و حرکت کے پیش نظر ملک کے دفاع کیلئے تمام انتظامات مکمل کر لئے۔

۲۶؍ جولائی ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ چار قومیتوں کا نعرہ لگانے والے پاکستان کے

www.bhutto.org

دشمن ہیں۔ افغانستان پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے باز نہ آیا تو ہم انتقام لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

۲۹ر جولائی ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پختونستان میری لاش پر ہی قائم ہو سکتا ہے پاکستان بلوچوں کا واحد سہارا ہے۔

۳۱ر جولائی ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے خاران میں اعلان کیا کہ پاکستان جارحیت کے مقابلہ کے لئے بیرونی حمایت حاصل کرے گا۔ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔

یکم اگست ۱۹۷۴ء حکومت پاکستان نے سوتی کپڑے، روئی کی مصنوعات اور ہوزری پر ڈیوٹی ختم کر دی گئی۔

۱۱ر اگست ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو پر قاتلانہ حملہ کی ناکام کوشش میں بائیس افراد گرفتار کر لئے گئے۔

۱۳ر اگست ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے یوم آزادی کے موقع پر کہا کہ ملک میں جمہوری اداروں کو منظم بنایا جائے اور اتحاد اسلامی کے خواب کو حقیقت بنانے کے لئے پاکستانی قوم متحد ہو جائے۔

۱۶ر اگست ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اور آزاد کشمیر کے عوام نے اس امر کا تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ کشمیری عوام کے لئے خود اختیاری کے حصول کے لئے متحدہ جدوجہد کریں گے اور یہ جدوجہد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کشمیر کا منصفانہ حل تلاش نہیں کر لیا جاتا۔

۴ر ستمبر ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے سری لنکا کی وزیر اعظم مسز بندرانائیکے کا استقبال کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اور سری لنکا تاریخی اور ثقافتی رشتوں میں منسلک ہیں۔

۸ر ستمبر ۱۹۷۴ء وزیر اعظم بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ملک بھر سے داد تحسین حاصل کی۔ وزیر اعظم بھٹو نے تعلیمی اداروں میں زائد فیسوں کی وصولی کی رپورٹ طلب کر لی۔

www.bhutto.org

۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء برطانوی اخبارات نے قادیانیوں کے متعلق فیصلے کو سراہا اور لکھا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر وزیراعظم بھٹو نے پاکستان کو خانہ جنگی سے بچالیا ہے۔

۱۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار کئے جانے والے تمام افراد کی رہائی کا حکم دے دیا۔

۲۲ر ستمبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ امریکی اسلحہ کی رسد روک کر پاکستان سے امتیازی سلوک کیا جارہا ہے۔ بھٹو نے کہا کہ پاکستان کو ہتھیاروں کی فراہمی سے برصغیر میں امن مستحکم ہو گا اور امریکہ کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

۲۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو کر رہے گا۔

۳۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اور چین کے درمیان جو انتہائی گہرے تعلقات ہیں وہ پاکستانی عوام کے لئے باعث فخر ہیں۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے پاکستان نیشنل سنٹر لاڑکانہ کا افتتاح کیا۔ پیپلز سٹیڈیم میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ملک دشمن قوتوں کا ہر محاذ، مقابلہ کیا جائے گا۔

۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سرمایہ دار اور صنعت کار بے خوف و خطر سرمایہ کاری کریں ان کے لئے بے پناہ مواقع موجود ہیں۔

۲۶ر اکتوبر ۱۹۷۴ء روس نے پاکستان کو مزید مالی اور فنی امداد دینے کا اعلان کیا۔ روس پاکستان کو سٹیل ملز کراچی کے لئے ۲۲ کروڑ ۸۰ لاکھ روبل دینے پر رضا مند ہو گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے تہران میں شہنشاہ ایران سے ملاقات کی، سیاسی جماعتوں کے قانون میں ترمیم کر دی۔

۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو اور ڈاکٹر کسنگر کے درمیان دو گھنٹے تک بات چیت ہوئی۔ امریکہ کی طرف سے پاکستان کی علاقائی سالمیت اور خود مختاری کی حمایت کا اعلان کر دیا گیا۔

www.bhutto.org

۸ر نومبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بہاولپور یا کراچی کو صوبہ بنانے کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ وزیراعظم نے بہاولپور میں کپڑے کے کارخانہ کے قیام کی بھی منظوری دی۔

۹ر نومبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے صادق آباد میں کہا کہ اب پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ سندھو دیش و پختونستان کی تحریکوں اور بلوچستان میں بغاوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

۱۴ر نومبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہ پاکستان فلسطینیوں کے حقوق کی حمایت جاری رکھے گا۔

۲۴ر نومبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ عدلیہ کو اپنے فرائض انجام دینے میں حکومت کا مکمل تعاون حاصل رہے گا۔

۲۶ر نومبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان کے عوام کو بیسویں صدی کی ترقی کے ثمرات سے بہرہ ور کرنے کے لئے حکومت پاکستان انتہائی کوشش کر رہی ہے۔

۲۷ر دسمبر ۱۹۷۴ء وزیراعظم بھٹو نے افغانستان کے صدر سردار داؤد کو پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔ وزیراعظم نے اس ضمن میں کہا کہ ہمسایہ ملکوں سے خوشگوار تعلقات کا قیام پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول ہے۔

یکم جنوری ۱۹۷۵ء پتن (سوات) کے زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے سعودی عرب نے دس کروڑ روپے کی امداد کا اعلان کیا۔

۳ر جنوری ۱۹۷۵ء نیپالی وزیراعظم مسٹر نگندر پرشاد جال نے پاکستان پہنچ کر بھٹو سے اہم مذاکرات کئے۔

۱۳ر جنوری ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے شکار پور کو ضلع قرار دینے کا اعلان کیا۔

۱۸ر جنوری ۱۹۷۵ء ختم نبوت کے خلاف عقیدے کا پرچار جرم قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی میں بل پیش کیا گیا۔

۱۹ر جنوری ۱۹۷۵ء آسٹریلیا کے وزیراعظم مسٹر گف وٹلم پاکستان کے دورے پر اسلام آباد

www.bhutto.org

لاہور میں منعقدہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر شاہ فیصل، معمر قذافی، جناب بھٹو اور یاسر عرفات دیگر سربراہان مملکت کے ہمراہ

www.bhutto.org

پہنچے، انہوں نے سو گھنٹے تک وزیراعظم بھٹو سے دونوں ملکوں کے باہمی امور پر تبادلہ خیال کیا۔ مذاکرات کے نتیجے میں وزیراعظم آسٹریلیا نے پاکستان کو تین لاکھ ٹن گندم اور سوات کے زلزلہ زدگان کے لے ایک لاکھ ۲۵ ہزار ڈالر کی امداد دینے کا اعلان کیا گیا۔

۲۰ر جنوری ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے وزیراعظم چواین لائی کو چوتھی نیشنل پیپلز کانگرس میں دوبارہ چین کا وزیراعظم مقرر کرنے پر گرمجوشی کے ساتھ مبارک باد دی۔

۲۱ر جنوری ۱۹۷۵ء لبنان کے زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے ۹۰ ہزار پونڈ عطیہ دینے کا اعلان کیا۔

۲۲ر جنوری ۱۹۷۵ء آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے وزیراعظم بھٹو کو ڈاکٹر آف سول لاز کی اعزازی ڈگری دینے کا اعلان کیا۔

۲۳ر جنوری ۱۹۷۵ء پاکستان اور بھارت کے درمیان تجارتی معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ لاہور میں ایس ایس پی کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔

۲۴ر جنوری ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل والڈہائیم کے نام ایک مکتوب میں کہا کہ افغانستان پاکستان میں دہشت پسند کارروائیوں میں مصروف ہے۔ وزیراعظم نے یونیورسٹیوں کے تمام ہوسٹلوں میں واٹر کولر لگانے کا حکم دے دیا۔

۲۵ر جنوری ۱۹۷۵ء حکومت پاکستان نے بدین اور پیر دلشادی کے درمیان ۳۵ کروڑ روپے کی لاگت سے کاغذ کا کارخانہ لگانے کا فیصلہ کیا۔

۲۸ر جنوری ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے جہلم کا دورہ مکمل کر لیا۔ اس دورے میں انہوں نے عوامی رابطے کا کام بھی کیا۔

۲۹ر جنوری ۱۹۷۵ء گجرات کے ایک جلسہ عام میں وزیراعظم بھٹو نے پاکستان اور کشمیر میں عام ہڑتال کرانے کا اعلان کیا۔

۲ر فروری ۱۹۷۵ء روس کا پانچ رکنی تجارتی وفد ڈپٹی وی پی سی نین کی قیادت میں کراچی سے

www.bhutto.org

اسلام آباد پہنچا۔

۳ر فروری ۱۹۷۵ء وزیرِاعظم بھٹو امریکہ کے سہ روزہ دورے پر اسلام آباد سے روانہ ہوگئے۔ وہ اپنے دورے کے پہلے مرحلے پر روم پہنچے۔

۴ر فروری ۱۹۷۵ء وزیرِاعظم بھٹو امریکہ کے سرکاری دورہ پر واشنگٹن پہنچے، امریکہ کے اعلیٰ حکام نے ان کا استقبال کیا۔

۵ر فروری ۱۹۷۵ء اسلام آباد میں اوقاف کانفرنس منعقد ہوئی۔

۶ر فروری ۱۹۷۵ء وائٹ ہاوس کے عشائیہ میں امریکہ کے صدر فورڈ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ وزیرِاعظم بھٹو نے نازک وقت میں اقتدار سنبھل کر آہنی عزم کے ساتھ ملک کی رہنمائی کی، ہم امریکہ کے سچے دوست کو فخر سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

۷ر فروری ۱۹۷۵ء وزیرِاعظم بھٹو نے امریکہ کا دورہ مکمل کرلیا۔ ان کے دورہ امریکہ کے اختتام پر جو مشترکہ اعلان جاری کیا گیا اس میں پاکستان کی آزادی اور علاقائی سالمیت کی حمایت کرنے کا اعلان کیا گیا۔

۸ر فروری ۱۹۷۵ء مسٹر حیات محمد خان شیرپاؤ بم کے حادثہ میں ہلاک ہوگئے۔

۹ر فروری ۱۹۷۵ء شیرپاؤ کو سپرد خاک کر دیا گیا، ولی خان سمیت سرحد کے تمام سرکردہ لیڈر شیرپاؤ کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے۔

۱۰ر فروری ۱۹۷۵ء نیشنل عوامی پارٹی کو کالعدم قرار دے دیا گیا، پارٹی کی املاک اور فنڈز ضبط کر لئے گئے، دفاتر سربمہر کر دیئے گئے۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۵ء صوبہ سرحد کی وزارتی کونسل نے شیرپاؤ کا مقبرہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ مولانا مفتی محمود کو حزب اختلاف کا قائد چن لیا گیا۔

۱۲ر فروری ۱۹۷۵ء صوبہ سرحد میں ولی خان کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ ولی خان کا پتلا جلایا گیا، شیرپاؤ کی یاد میں برہنہ پا جلوس نکالا گیا۔

۱۳ر فروری ۱۹۷۵ء وزارتی کمیشن کے فیصلوں کے مطابق ایران اور پاکستان صنعت، زراعت، مواصلات اور تجارت کے شعبوں میں مشترکہ منصوبے شروع کرنے پر رضا

www.bhutto.org

مند ہو گئے۔

۱۵ر فروری ۱۹۷۵ء پاکستان اور روس کے درمیان اشیاء کے تبادلے کے سمجھوتے پر دستخط ہو گئے۔

۱۷ر فروری ۱۹۷۵ء صوبہ سرحد میں گورنر راج نافذ کر دیا گیا۔ صوبائی کابینہ توڑ دی گئی۔

۱۹ر فروری ۱۹۷۵ء پاکستان اور متحدہ عرب امارات نئے مشترکہ منصوبے کے طور پر بڑے پیمانے پر ایک زرعی اور مویشی فارم کے قیام پر رضامند ہو گئے۔

۲۳ر فروری ۱۹۷۵ء امریکہ نے پاکستان کو ہتھیاروں کی فراہمی بحال کرنے کا اعلان کر دیا۔ بلغاریہ کی مدد سے کوئٹہ اور بلوچستان میں پولٹری فارم قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔

۲۴ر فروری ۱۹۷۵ء وزیر اعظم بھٹو نے اندرا عبداللہ گٹھ جوڑ کے خلاف ہڑتال کرنے کے لئے ۲۸ر فروری کا دن مقرر کیا۔ امریکہ نے پاکستان اور بھارت پر سے امریکی اسلحہ کی خریداری پر پابندی ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

۲۶ر فروری ۱۹۷۵ء امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی پر بھارت کا احتجاج مسترد کر دیا۔

یکم مارچ ۱۹۷۵ء تیل پیدا کرنے والے ممالک کی کانفرنس میں شرکت کے لئے عزیز احمد کی قیادت میں پاکستانی وفد الجزائر روانہ ہو گیا۔

۳ر مارچ ۱۹۷۵ء بیگم نصرت بھٹو نے لاہور میں ویمن انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا۔ چین نے پر زور الفاظ میں مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کرنے کی کوشش کی مذمت کی۔

۴ر مارچ ۱۹۷۵ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان زراعت اور آبپاشی میں آسٹریلیا کے تجربات سے فائدہ اٹھائے گا۔

۶ر مارچ ۱۹۷۵ء وزیر اعظم بھٹو نے سکوائش کے عالمی چیمپئن قمر الزماں اور برطانوی چیمپئن محب اللہ خاں کو دس دس ہزار روپے کا انعام دیا۔

۹ر مارچ ۱۹۷۵ء فیکٹریوں میں قومی پرچم کو سلامی دینے کے بعد کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے ایران اور عراق کے مابین معاہدے پر دونوں ملکوں کے سربراہوں کو مبارک باد کے پیغامات بھیجے۔

www.bhutto.org

۱۴ر مارچ ۱۹۷۵ء لاڑکانہ میں وزیراعظم بھٹو نے شوگر ملز کا افتتاح کیا۔ شیرپاؤ کے مقبرہ اور مسجد کے ڈیزائن کی منظوری دے دی گئی۔

۱۸ر مارچ ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے سرگودھا میں اعلان کیا کہ پاکستان کی دفاعی تیاریاں مکمل ہیں۔ افغانستان کو پاکستان کے خلاف سازشوں کے سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے۔

۲۰ر مارچ ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے جھنگ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک دشمنوں کے عزائم ناکام بنادیئے جائیں گے اور ایک صوبے کو دوسرے صوبے کے استحصال کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

۲۱ر مارچ ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ یہاں دو ہزار بستروں کا ایک ہسپتال قائم کیا جائے گا۔

۲۳ر مارچ ۱۹۷۵ء پاکستان بھر میں یوم استقلال منایا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے راولپنڈی میں گارڈن پارٹی دی۔ صدر پاکستان نے مسلح افواج کی پریڈ سے خطاب کیا۔

۲۵ر مارچ ۱۹۷۵ء پاکستان کے عظیم محسن اور سعودی عرب کے شاہ فیصل کو قاتلانہ حملہ میں شہید کر دیئے گئے۔ شاہ فیصل کی وفات کی خبر سن کر قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔

۲۷ر مارچ ۱۹۷۵ء قومی اسمبلی نے شاہ فیصل کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ وزیراعظم بھٹو جنازہ میں شرکت کے لئے ریاض پہنچ گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ شاہ فیصل مجاہد کی طرح زندہ رہے اور شہید کی طرح جان دی۔

۲۸ر مارچ ۱۹۷۵ء راولپنڈی میں وزیراعظم بھٹو کی زیر صدارت بین الصوبائی کانفرنس منعقد ہوئی۔ قومی اسمبلی نے صوبہ سرحد میں سنگین جرائم کی روک تھام کا بل منظور کر لیا۔

۳۱ر مارچ ۱۹۷۵ء پاکستان کی سینٹ نے سعودی عرب کے شاہ فیصل کے قتل پر گہرے غم کا اظہار کیا۔

۳ر اپریل ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے سیالکوٹ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

www.bhutto.org

پاکستان کی سالمیت کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا، پختونستان کا مطالبہ بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ چاروں صوبے ہمیشہ متحد رہیں گے۔

۴ر اپریل ۱۹۷۵ء بھٹو نے گوجرانوالہ میں فیصل شہید ہسپتال کا افتتاح کیا، یہ سو بستروں کا ہسپتال ہے۔

۱۱ر اپریل ۱۹۷۵ء سٹیٹ بنک آف پاکستان نے ایک روپے کے نئے نوٹ جاری کرنے کا اعلان کیا، وزیراعظم بھٹو نے انتظامی اخراجات میں کمی کرنے کے لئے کمیٹی قائم کر دی۔

۱۸ر اپریل ۱۹۷۵ء قائداعظم فاؤنڈیشن کے لئے قائداعظم کی ہمشیرہ محترمہ شیریں جناح نے اپنی جائیداد کا ایک چوتھا حصہ عطیہ کے طور پر دینے کا اعلان کیا۔

۲۹ر اپریل ۱۹۷۵ء ٹھٹھہ اور بدین کے اضلاع میں آباد کاروں کے قرضوں پر واجب الادا سود معاف کر دیا گیا۔

۲ر مئی ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے مری بگتی ایجنسی کے مقام تاگی میں فوجی جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے، وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان پاکستان کا جزولانیفک ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جاپان نے پاکستان کو ایک کروڑ اسٹرلنگ قرضہ دینے کا اعلان کیا۔

۷ر مئی ۱۹۷۵ء بلوچستان کے وزیراعلیٰ جام غلام قادر نے کہا کہ وزیراعظم بھٹو نے پٹ فیڈر کے علاقہ میں زرعی اصلاحات کے تحت حاصل کردہ پانچ لاکھ ایکڑ اراضی فوری طور پر تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔

۸ر مئی ۱۹۷۵ء حکومت پاکستان نے دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمہ کی ۳۰ ویں سالگرہ پر ایک بیان میں کہا کہ پاکستان تسلط، استحصال اور جارحیت کے خلاف جدوجہد جاری رکھے گا۔

۲۳ر مئی ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے چاروں صوبوں کے مزدور لیڈروں سے دو روزہ بات چیت مکمل کر لی۔

۲۷ر مئی ۱۹۷۵ء امریکہ نے پاکستان کو ۶۵ ہزار ٹن گندم فراہم کرنے کا اعلان کیا۔

www.bhutto.org

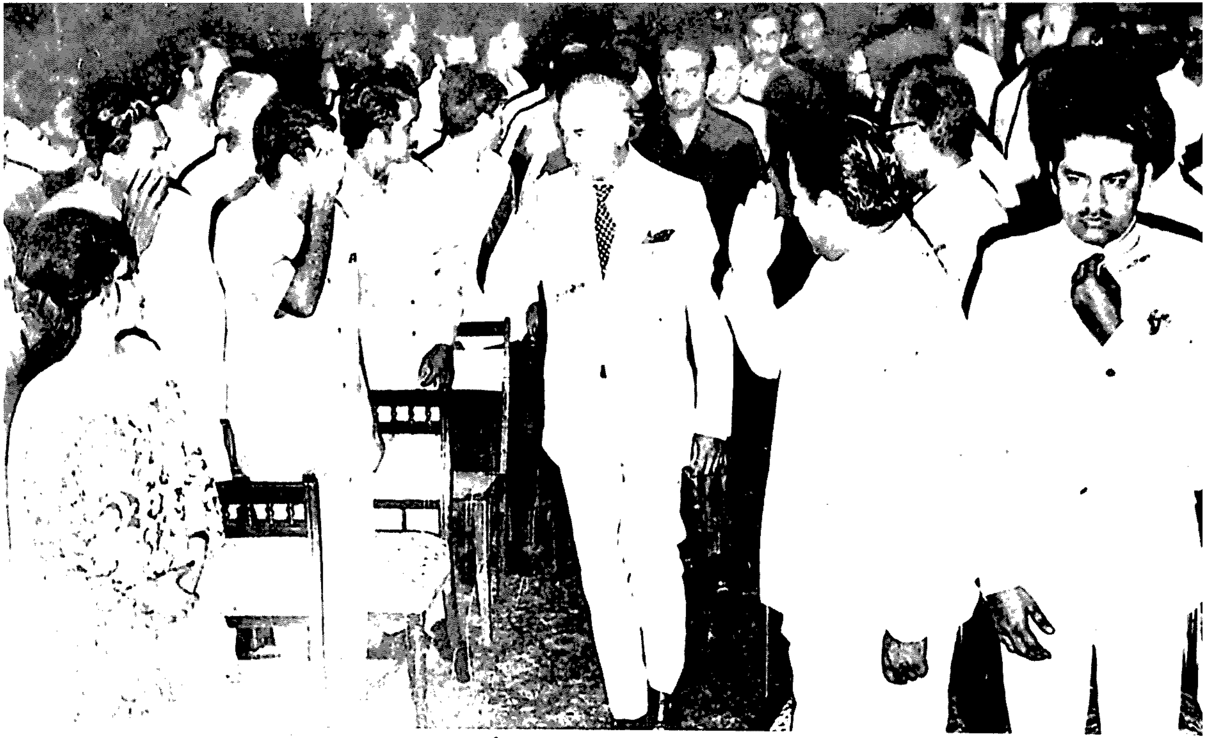

جناب بھٹو ایک تقریب میں تشریف لا رہے ہیں، صوبائی وزیر چوہدری ممتاز احمد کاہلوں
اور دیگر شرکاء استقبال کر رہے ہیں

www.bhutto.org

۳۱ر مئی ۱۹۷۵ء قومی اسمبلی میں اقلیتوں کی نشستیں تین سے بڑھا کر پانچ کر دی گئیں۔

۵ر جون ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیری عوام حق خود اختیاری کی جدوجہد میں تنہا نہیں پاکستانی اور کشمیری عوام کی منزل ایک ہی ہے۔

۲۱ر جون ۱۹۷۵ء سینٹ کے مسلمان ارکان کے لئے عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ صوبہ سرحد میں بناسپتی گھی پر کنٹرول ختم کر دیا گیا۔ پاکستان نے کپڑے کی صنعت میں توسیع کرنے کی غرض سے چین سے چار ٹیکسٹائل پلانٹ خریدنے کا اعلان کیا۔

۲۴ر جون ۱۹۷۵ء پنجاب میں سپاہ خدمت کو ختم کر دیا گیا۔ آبیانہ اور رجسٹریشن فیس میں کمی کر دی گئی۔

۲۷ر جولائی ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ستر لاکھ روپے کی عبوری امداد کا اعلان کیا۔

۲۸ر جولائی ۱۹۷۵ء بلوچستان سے سینٹ کے چار امیدوار منتخب کر لئے گئے۔ سعودی عرب اور پاکستان کے مشترکہ بنک الجزیرہ کے بورڈ آف ڈائریکٹر کے اجلاس میں مسٹر جمیل نشتر کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔

۳۰ر جولائی ۱۹۷۵ء چترال کے قریب ہندوکش کے سلسلے میں سونے اور سرمے کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے۔

۳۱ر جولائی ۱۹۷۵ء محمد عباس عباسی نے پنجاب کے نئے گورنر کے عہدے کا حلف اٹھایا وہ امیر آف بہاولپور کے صاحبزادے ہیں، مصطفیٰ کھر مستعفی ہو گئے۔

یکم اگست ۱۹۷۵ء وزیراعظم نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے پچاس لاکھ روپے کی منظوری دیدی۔

۹ر اگست ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے راولپنڈی میں ایک بار پھر اعلان کیا کہ تنازعہ کشمیر طے ہوئے بغیر برصغیر میں امن قائم نہیں ہو سکتا، بھارت کی بالادستی قبول نہیں کی جائے گی۔

۱۳ر اگست ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے یوم آزادی کے موقع پر قوم کے نام ایک پیغام میں کہا ہم

www.bhutto.org

پڑوسی ملکوں سے پرامن دوستی چاہتے ہیں لیکن خودمختاری اور علاقائی سالمیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔

۱۵ر اگست ۱۹۷۵ء بنگلہ دیش میں انقلاب آگیا، شیخ مجیب الرحمان قتل کر دیئے گئے۔

۱۸ر اگست ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان تنازعہ کشمیر کے منصفانہ تصفیہ کے مطالبہ سے کبھی دستبردار نہیں ہوگا۔ اسلام آباد میں حکومت پاکستان اور بھارت کے درمیان سلال ڈیم کے بارے میں رسمی بات چیت شروع ہو گئی۔

۲ر ستمبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو اور شہزادہ فہد کے درمیان مختلف امور پر مذاکرات ہوئے۔ سعودی عرب نے پاکستان کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے امداد فراہم کرنے کا اعلان کیا۔ سعودی حکومت نے ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں پر فریضہ حج ادا کرنے کے سلسلے میں پابندی عائد کر دی۔

یکم اکتوبر ۱۹۷۵ء تیل کے بحران اور علاقائی مسائل پر وزیراعظم بھٹو اور شہنشاہ ایران کے درمیان مذاکرات ہوئے، کراچی سٹیل ملز کے بڑے پلانٹ کی تعمیر شروع ہو گئی۔

۶ر اکتوبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے عیدالفطر کے موقع پر عوام کے نام ایک پیغام میں کہا کہ پاکستان کو طاقتور اور خوشحال بنانے کے لئے طویل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ صوبائی تعصب پھیلانے والوں سے ہوشیار رہیئے۔

۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۵ء امریکہ کے صدر فورڈ نے پاکستان کو یقین دلایا کہ پاکستان کی اقتصادی امداد جاری رہے گی اور امریکہ علاقائی سالمیت کے تحفظ کے لئے پاکستان کی حمایت کرتا رہے گا۔

۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۵ء پاکستان دو سال کے لئے سلامتی کونسل کا رکن منتخب ہوگیا۔ وزیراعظم بھٹو اور رومانیہ کے صدر کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے۔

۲ر نومبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو اور اردن کے ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال میں ملاقات ہوئی، وزیراعظم نے یقین دلایا کہ پاکستان اور اردن کے درمیان زیادہ تعاون اور مفاہمت کی مستحکم بنیادیں موجود ہیں۔

۴ر نومبر ۱۹۷۵ء پاکستان اور الجزائر کے درمیان تجارتی معاہدہ طے پایا جس کے تحت پاکستان الجزائر کو چھ ہزار ٹن چاول فراہم کرے۔ حکومت پاکستان نے سینی گال کے رہنما گابا کو اسلامی کانفرنس کا نیا سیکرٹری جنرل منتخب ہونے پر مبارکباد دی۔

۵ر نومبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کو دفاعی اور اقتصادی اعتبار سے ناقابل تسخیر اور مستحکم بنادیا جائے گا۔ وزیراعظم بھٹو نے رزک میں کیڈٹ کالج کی تعمیر کی منظوری دے دی۔

۱۰ر نومبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے چھوٹے زمینداروں کا مالیہ اور دیگر محصولات مکمل طور پر معاف کر دیئے۔

۲۴ر نومبر ۱۹۷۵ء غیرممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے وفاقی حکوت نے ۲۱ لاکھ روپے کا زر مبادلہ مختص کیا۔ قومی اسمبلی نے ہوائی اڈوں کی سیکورٹی فورس کا بل منظور کر لیا۔

۲۶ر نومبر ۱۹۷۵ء قومی اسمبلی میں جہیز بل پیش کر دیا گیا اس کے تحت اگر پانچ ہزار روپے سے زائد جہیز دیا گیا تو حکومت اسے ضبط کر لے گی۔

۷ر دسمبر ۱۹۷۵ء سرگودھا میں وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے کارکن خلوص اور لگن سے عوام کی خدمت کریں۔

۱۶ر دسمبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو سری لنکا کے دورے پر کولمبو پہنچے تو ہوائی اڈے پر وزیراعظم مسز بندرانائیکے نے ان کا استقبال کیا۔ بھٹو نے سری لنکا کی قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور سری لنکا کے تعلقات ہر آزمائش پر پورے اترے ہیں۔

۲۰ر دسمبر ۱۹۷۵ء وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ ہر مزدور کو ۷۵ روپے ماہوار بڑھاپے کی پنشن ملا کرے گی۔ نئی اسکیم کا اطلاق ۵۵ سال مرد اور ۵۰ سال عورت پر پندرہ سال کی ملازمت پوری کرنے کے بعد ہو گا۔ وزیراعظم نے انکشاف کیا کہ پاکستان میں ہر سال ۸۰ کروڑ روپے کی چائے پی جاتی ہے جو دنیا بھر میں ریکارڈ

www.bhutto.org

ہے۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۷۵ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ عوام متحد ہو کر ملک میں انتشار اور بددلی پھیلانے والوں کا مقابلہ کریں۔

یکم جنوری ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کراچی میں قائد اعظم کے صد سالہ یوم ولادت کی تقریبات کا افتتاح کیا۔

۹ر جنوری ۱۹۷۶ء چین کے وزیر اعظم چواین لائی کی موت کا پیغام، تعزیت دیتے ہوئے کہا کہ ایشیاء کی شمع بجھ گئی۔

۱۶ر جنوری ۱۹۷۶ء وفاقی اور صوبائی ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کرنے کی غرض سے ایک کمیشن قائم کیا گیا۔

۱۹ر جنوری ۱۹۷۶ء حکومت سرحد نے لیکچراروں کو پانچ ترقیاں دینے کا اعلان کیا۔ آزاد کشمیر کے ممبروں کی تنخواہوں کا بل منظور ہو گیا۔

۲۳ر جنوری ۱۹۷۶ء پاکستان اور بنگلہ دیش میں ڈاک، تار ٹیلی فون کی بحالی کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ برازیل نے پاکستان کو فولاد کے کارخانے کے لئے خام لوہا مہیا کرنے کا اعلان کر دیا۔

۲۴ر جنوری ۱۹۷۶ء پاکستان نے اقوام متحدہ میں فلسطینی ریاست کے قیام کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

۲۵ر جنوری ۱۹۷۶ء بنگلہ دیش میں پاکستانی املاک کے معاوضہ کی ادائیگی کا فارمولا تیار کر لیا گیا۔

۲۶ر جنوری ۱۹۷۶ء سکھر میں وزیر اعظم بھٹو کی زیر صدارت پیپلز پارٹی کا دوروزہ کنونشن شروع ہوا۔

۲۸ر جنوری ۱۹۷۶ء قائد اعظم اکیڈمی کو خود مختار ادارہ بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو اکیڈمی کے صدر مقرر گئے۔

یکم فروری ۱۹۷۶ء شیخ زید بن سلطان النہیان نے لاڑکانہ میں زنانہ ہسپتال کا افتتاح کیا یہ ہسپتال متحدہ عرب امارات کی امداد سے تعمیر کیا گیا۔

www.bhutto.org

۶ر فروری ۱۹۷۶ء سعودی عرب نے پاکستان میں میرپور متھیلو میں کیمیائی کھاد فیکٹری لگانے کے سلسلے میں انیس کروڑ روپے کے قرضہ کا اعلان کیا۔

۹ر فروری ۱۹۷۶ء دس کروڑ ڈالر کے سرمایہ پاک لیبیا کمپنی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۶ء مظفر علی قزلباش کو فرانس میں سفیر مقرر کر دیا گیا۔

۱۲ر فروری ۱۹۷۶ء مسجد نبوی کے خطیب اور مدینہ منورہ کے چیف جسٹس شیخ عبدالعزیز بن صالح پاکستان پہنچے۔

۱۳ر فروری ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے گوئٹے مالا کے زلزلہ زدگان کے لئے کمبل ادویات اور خیمے بھیجنے کی ہدایت کی۔

۱۴ر فروری ۱۹۷۶ء پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ٹیلی مواصلات کا رابطہ بحال ہو گیا۔

۱۵ر فروری ۱۹۷۶ء پاکستانی سائنس دانوں نے سرطان کی موثر دوا تیار کر لی یہ دوا عام آدمی کی دسترس میں ہو گی۔

۱۸ر فروری ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو مغربی جرمنی کے تین روزہ سرکاری دورے پر بون پہنچے، انہوں نے چانسلر شمٹ سے مذاکرات کا پہلا دور مکمل کیا۔

۱۹ر فروری ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو اور مغربی جرمنی کے صدر والٹر شیل کے درمیان دونوں ملکوں کے باہمی دلچسپی کے امور اور جنوبی ایشیاء کی سیاسی صورتحال پر بات چیت ہوئی۔

۲۰ر فروری ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان نے فرانس سے ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ حاصل کرنے کے لئے سمجھوتہ کیا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہام پہنچے تو ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔

۲۱ر فروری ۱۹۷۶ء پاکستان اور سویڈن کے وزیر اعظم کے درمیان دونوں ملکوں کے اہم معاملات پر مذاکرات ہوئے۔

۲۳ر فروری ۱۹۷۶ء حکومت پاکستان نے عوامی جمہوریہ انگولا کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ وزیر اعظم بھٹو کینڈا کے تین روزہ دورے پر اٹاوہ پہنچے۔

۲۴ر فروری ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو اور کینڈا کے وزیر اعظم ایلیٹ ٹروڈو کے درمیان عالمی

www.bhutto.org

قائد عوام کا دستور...... ہر مرحلہ پر عوام کے ساتھ مسلسل رابطہ

www.bhutto.org

صورتحال اور باہمی دلچسپی کے امور پر مذاکرات ہوئے، دونوں ملکوں کے درمیان سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

۲۶ر فروری ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے اٹاوہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے ایک لاکھ ڈالر کا عطیہ دیا۔

۲۷ر فروری ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے امریکی وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر اور والڈ ہائیم کے ساتھ اہم مذاکرات کئے۔

۲۹ر فروری ۱۹۷۶ء جنرل ٹکا خان ۴۳ سال کی ملازمت کے بعد ریٹائرڈ کر دیئے گئے۔ بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے خانہ کعبہ کے امام شیخ محمد عبداللہ السبیل کراچی پہنچے۔

یکم مارچ ۱۹۷۶ء جنرل ضیاء الحق نے بری فوج کے چیف آف سٹاف، جنرل محمد شریف نے جائنٹ چیف آف سٹاف کا عہدہ سنبھالا۔ ریٹائرڈ جنرل ٹکا خان نے وزیراعظم کے معاون خصوصی برائے قومی سلامتی کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

۲ر مارچ ۱۹۷۶ء پاکستان کی پہلی تاریخی بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے ۴۳ ممالک کے ممتاز علماء اور دانشور اسلام آباد پہنچے اردن کے سینٹ کے چیئرمین مسٹر بہجت طلہونی نے اسلام آباد میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔

۳ر مارچ ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے بین الاقوامی سیرت کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس سے تمام قوموں میں جو انسانی برابری اور عالمگیر اتحاد پر یقین رکھتی ہیں مذہبی سطح پر بامقصد تعاون کا نیا دور شروع ہو گا اور نبی نوع انسان کے درمیان مساوات اور اتحاد کو فروغ ہو گا۔

۵ر مارچ ۱۹۷۶ء عراقی وزیر خارجہ ڈاکٹر سعدون حمادی پاکستان کے ایک روزہ دورہ پر کراچی پہنچے۔ دفاع اور امور خارجہ کے وفاقی وزیر مملکت عزیز احمد سے ڈیڑھ گھنٹے مذاکرات کئے۔

۶ر مارچ ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان آزمائش کی ہر گھڑی میں بنگلہ دیش کی

www.bhutto.org

مدد کرے گا۔

۷ر مارچ ۱۹۷۶ء شہنشاہ ایران اور ملکہ پہلوی پاکستان کے پانچ روزہ سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچے۔

۹ر مارچ ۱۹۷۶ء امریکہ اور پاکستان کے درمیان اسلام آباد میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت امریکہ نے پاکستان کو سترہ ہزار میٹرک ٹن زیادہ پیداوار دینے والا میکسیکو کا گندم بیج اور زرعی آلات خریدنے کے لئے چار کروڑ ڈالر کا قرضہ دینے کا اعلان کیا۔

۱۰ر مارچ ۱۹۷۶ء شہنشاہ ایران اور وزیر اعظم بھٹو کے درمیان باضابطہ بات چیت مکمل ہو گئی۔

۱۹ر مارچ ۱۹۷۶ء پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک نے بیت المقدس کی صورتحال پر غور کرنے کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا۔

۲۳ر مارچ ۱۹۷۶ء ملک بھر میں یوم پاکستان منایا گیا، وزیر اعظم بھٹو نے اسلام آباد میں پارلیمینٹ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا، انہوں نے کہا کہ سلطنتیں مٹ جاتی ہیں مگر قانون باقی رہتا ہے۔

یکم اپریل ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے بلوچستان کے ۱۲ لاکھ روپے کے تقاوی قرضے معاف کر دیئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے بلوچستان کے تمام سرداری ٹیکس ختم کر دیئے۔

۲ر اپریل ۱۹۷۶ء ملک میں ۱۸ اشیاء کی قیمتیں گر گئیں، بلوچستان کے ممتاز سیاسی رہنماؤں نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔

۴ر اپریل ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ ہم کشمیر سے متعلق اپنے موقف سے نہیں ہٹ سکتے۔ پاکستان نے ارجنٹائن کی نئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

۵ر اپریل ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کوئٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کی منظوری دے دی۔ پاکستان سینٹ نے کارکنوں کو بڑھاپے اور معذوری کے الاؤنس کا بل منظور کر لیا۔

www.bhutto.org

۶ر اپریل ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو کی صدارت میں اعلیٰ سطح کا جو اجلاس کوئٹہ میں منعقد ہوا اس میں پاکستان کی ترقی کی رفتار کو مزید تیز کرنے کا فیصلہ کیا گیا احمد رضا قصوری دوبارہ پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔

۷ر اپریل ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ میں شاف کالج کی نئی عمارت کا افتتاح کیا اور کہا کہ پاکستان خود کو جارحیت کے لئے مسلح نہیں کر رہا۔ وزیراعظم بھٹو کی ہدایت پر پشاور ریڈیو سے گوجری زبان میں خبریں نشر کرنے کا اعلان کیا گیا۔

۸ر اپریل ۱۹۷۶ء ملک بھر میں سرداری نظام ختم کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے بلوچستان کے ترقیاتی کاموں کے لئے دو کروڑ روپے کی منظوری دے دی۔ چشمہ بیراج کے قریب پاکستان کے دوسرے ایٹمی بجلی گھر کی تعمیر کا ابتدائی کام شروع کر دیا گیا۔

۹ر اپریل ۱۹۷۶ء بلوچستان کے تمام سرداروں کو حکومت نے حکم دیا کہ وہ اپنے نجی جیل خانے بند کر دیں اور تمام قیدیوں کو فوری طور پر رہا کر دیں وگرنہ فوج ان کے تمام جیل خانوں کو مسمار کر دے گی۔

۱۲ر اپریل ۱۹۷۶ء بلوچستان کے سابق گورنر محمد اکبر بگتی کی سوا لاکھ ایکڑ اراضی کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا۔

۱۴ر اپریل ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کا تحفظ پوری عرب دنیا کی سلامتی کے لئے ناگزیر ہے۔ پاکستان کے مزید ٹکڑے ہوئے تو سپین تک کوئی ملک باقی نہیں بچے گا۔ ایران اور پاکستان علاقے کی سلامتی کے چور دروازے ہیں۔

۲۵ر اپریل ۱۹۷۶ء مرکزی حکومت نے جعلی اور غیر معیاری ادویات فروخت کرنے والوں کو دس سال تک قید اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا دینے کا اعلان کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے افغانستان کے زلزلے اور سیلاب سے متاثرہ افراد کے لئے ہوائی جہازوں کے ذریعے امداد پہنچانے کا حکم دے دیا۔ صدر داؤد کے نام وزیراعظم بھٹو نے ہمدردی کا پیغام بھی بھیجا۔

۲ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ کشمیریوں کے حق خود اختیاری کے بغیر تحریک

www.bhutto.org

پاکستان مکمل نہیں ہوگی۔

۵ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے اقوام متحدہ کی تجارت و ترقی کی کانفرنس پر زور دیا کہ موجودہ غیر منصفانہ عالمی اقتصادی نظام کو ختم کیا جائے۔

۷ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو کی ہدایت پر آزاد کشمیر میں مالیہ ختم کر دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ بھارت مذاکرات ۱۲ر مئی کو اسلام آباد میں ہوں گے۔ پی آئی اے کی ملازمت کو لازمی ملازمت قرار دے دیا گیا۔

۸ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے یوم تاسیس کے موقع پر ایک پیغام میں کہا کہ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے موثر نظام پیش کرتا ہے۔

۱۰ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو شمالی علاقوں کے دورے پر گلگت پہنچے۔

۱۲ر مئی ۱۹۷۶ء اخبارات اور جرائد میں غلط قرآنی آیات کی طباعت جرم قرار دے دی گئی۔

۱۳ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے شمالی علاقوں میں فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان بھارت سے دوستی چاہتا ہے لیکن کشمیر پر سودے بازی نہیں کرے گا۔ وزیراعظم بھٹو نے رانی آف ہ سے ان کے شوہر کی موت پر اظہار تعزیت کیا۔

۱۷ر مئی ۱۹۷۶ء صدر پاکستان نے سیاسی جماعتوں کا نیا آرڈیننس نافذ کر دیا۔ وزیراعظم ملائشیا، داتو حسن عون نے کہا کہ پاک بھارت معاہدہ سے جنوب مشرق ایشیاء پر اچھا اثر پڑے گا۔

۱۹ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو عوامی جمہوریہ کوریا اور عوامی جمہوریہ چین کے سرکاری دورے کے سلسلے میں ہانگ کانگ پہنچے۔

۲۰ر مئی ۱۹۷۶ء ہانگ کانگ میں وزیراعظم پاکستان مسٹر بھٹو نے کہا کہ پاکستان کسی بھی ملک کی بالادستی برداشت نہیں کرے گا۔

۲۲ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو اور کوریا کے صدر کمل سنگ کے مابین دونوں ملکوں کے باہمی

www.bhutto.org

دلچسپی کے معاملات پر تبادلہ خیالات کیا گیا، دونوں رہنماؤں نے بڑی طاقتوں اور دیگر ممالک کے تعلقات کا جائزہ لیا۔

۲۵ر مئی ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو عوامی جمہوریہ چین کے دورے پر پیکنگ پہنچے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر چین کے وزیراعظم مسٹر ہواکوفنگ نے کہا کہ کوئی طاقت پاک چین دوستی کو ختم نہیں کر سکتی۔

۳ر جون ۱۹۷۶ء حکومت پاکستان نے برطانیہ میں مقیم پاکستانیوں کے تحفظ کے لئے خاص اقدامات کرنے کا اعلان کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے اسلام آباد میں کلچرل کمپلیکس کی منظوری دے دی، یہ کمپلیکس چین کی مدد سے اسلام آباد سپورٹس کمپلیکس کے متصل تعمیر کیا جائے گا۔

۶ر جون ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو افغانستان کے چار روزہ سرکاری دورے پر کابل پہنچے کابل ایئرپورٹ پر صدر داؤد نے ان کا استقبال کیا۔

۱۶ر جون ۱۹۷۶ء یاسر عرفات نے جنگ بند کرنے کے لئے وزیراعظم بھٹو سے مداخلت کی اپیل کی، وزیراعظم نے کہا کہ ہم لبنان کے مخالف گروہوں میں مصالحت کرانے کو تیار ہیں۔

۲۳ر جون ۱۹۷۶ء پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کے درمیان لاہور اور امرتسر کے درمیان ایکسپریس ٹرین چلانے کا سمجھوتہ طے پایا، اس گاڑی کا نام لاہور امرتسر ایکسپریس ہو گا۔

۲۴ر جون ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر مولانا ابو بکر غزنوی کے خاندان کے لئے پچاس ہزار کی خصوصی گرانٹ دینے کا اعلان کیا۔

۲۷ر جون ۱۹۷۶ء مالدیپ کے نائب صدر امیر عبدالستار نے وزیراعظم بھٹو سے بات چیت کی، وفاقی حکومت نے غازی علم الدین شہید کے مزار کی مرمت کا حکم دے دیا۔

۳۰ر جون ۱۹۷۶ء حکومت پاکستان نے ۷۶ - ۱۹۷۵ء کے مالی سال کے لئے نئی در آمدی

ذوالفقار علی بھٹو اور پاک فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل ظفر چوہدری ایک تقریب
کے دوران محترمہ بے نظیر بھٹو بھی موجود ہیں

www.bhutto.org

پالیسی کا اعلان کیا، بلوچستان اسمبلی بحال کر دی گئی۔

یکم جولائی ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے ۷۷ - ۱۹۷۶ء کو سماجی بہبود اور دیہی ترقی کا سال قرار دیا اور اس کے افتتاح کے موقع پر ایک پیغام میں کہا کہ خوراک میں خود کفالت کے لئے دیہی آبادی کی حالت بہتر بنائی جائے گی۔

۶ر جولائی ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو غیر سرکاری دورے پر تہران پہنچے اور انہوں نے شہنشاہ ایران کے ساتھ دونوں ملکوں کے معاملات پر تبادلہ خیالات کیا۔ سینٹ میں اوقاف کے بل کی پہلی خواندگی مکمل ہو گئی۔

۱۷ر جولائی ۱۹۷۶ء ملک بھر میں جننگ، فلور اور رائس ملوں کی قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ زراعتی انتظام کی نئی وزارت کا فوری طور پر قیام عمل میں آیا۔

۲۳ر جولائی ۱۹۷۶ء حکومت پاکستان نے سماجی بہبود کے پیشہ ور کارکنوں کی ایک کل پاکستان کونسل قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ٹیلی فون انڈسٹریز آف پاکستان کے تمام ملازمین کی تنخواہوں میں دس فیصد اضافہ کر دیا گیا۔

۲۵ر جولائی ۱۹۷۶ء پٹ فیڈر کے علاقے میں کسانوں کو پانچ لاکھ ایکڑ اراضی بلا معاوضہ دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ بھارت کی ہوائی کمپنی کی پہلی باقاعدہ پرواز سے اٹھارہ مسافر بمبئی سے کراچی پہنچے۔

۲۶ر جولائی ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے گئے ہیں۔ قومی اقتصادی کونسل نے ایک ارب بیس کروڑ روپے کے منصوبوں کی منظوری دے دی۔

۵ر اگست ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کراچی سے ۳۶ میل دور محمد بن قاسم پورٹ کا سنگ بنیاد رکھا۔

۷ر اگست ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو اور موریطانیہ کے صدر مختار الدادا کے درمیان تین گھنٹے تک باہمی دل چسپی کے امور، بین الاقوامی صورتحال اور دوطرفہ تعلقات پر بات چیت ہوئی۔

www.bhutto.org

۱۱ر اگست ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پراسینگ پلانٹ کا معاہدہ منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ امریکہ کی طرف سے ہمیں کوئی دھمکی نہیں ملی، امریکہ کو فرانس اور پاکستان میں ہونے والے معاہدے پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲۵ر اگست ۱۹۷۶ء فرانس نے پاکستان کو ایٹمی ری پراسینگ پلانٹ فروخت کرنے کا فیصلہ واپس نہ لینے کا اعلان کیا۔

۲۸ر اگست ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ عام لوگوں کا مفاد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اور عام لوگوں کی تکلیف مجھے اپنی تکلیف کی طرح محسوس ہوتی ہے۔

۵ر ستمبر ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ میری دنیا کو استحصال سے نجات دلانے کے لئے نیا عالمی اقتصادی نظام ناگزیر ہے۔

۷ر ستمبر ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے برطانیہ سے کوہ نور ہیرا واپس کرنے کو کہا۔

۹ر ستمبر ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستانی عوام لافانی ماؤزے تنگ کو سلام پیش کرتے ہیں چین کے عظیم رہنما کی وفات پر سرکاری طور پر ایک ہفتہ تک سوگ منانے کا اعلان کر دیا گیا۔

۲۰ر ستمبر ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے صدر سادات کو مصر کا دوبارہ صدر منتخب ہونے پر مبارک باد کا پیغام دیا۔

۲۳ر ستمبر ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لئے طویل انتظار نہیں کر سکتا۔

۳ر اکتوبر ۱۹۷۶ء وفاقی حکومت نے جہیز اور تحائف پر پابندیوں کے بارے میں قواعد و ضوابط کا اعلان کر دیا خلاف ورزی پر چھ ماہ قید یا دس ہزار روپے جرمانہ یا قید و جرمانہ کی دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

۷ر اکتوبر ۱۹۷۶ء وزیر اعظم بھٹو نے سہ فریقی لیبر کانفرنس کے اختتامی اجلاس سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کوئی طاقت حکومت اور محنت کشوں کے درمیان

www.bhutto.org

اختلافات کی خلیج حائل نہیں کر سکتی۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۶ء سعودی عرب کے شاہ خالد اور وزیراعظم بھٹو کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے مذاکرات میں دونوں حکومتوں کے وفود نے بھی حصہ لیا وزیراعظم بھٹو نے شاہ خالد کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اور سعودی عرب اخوت کے لازوال رشتوں میں منسلک ہیں۔

۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء شاہ خالد نے وزیراعظم بھٹو کو جو کار کا تحفہ دیا بھٹو صاحب نے اسے حکومت کو منتقل کر دیا۔

۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۶ء بیگم نصرت بھٹو نے خواتین کے حقوق کا ۱۹ نکاتی منشور جاری کیا۔

۲ر نومبر ۱۹۷۶ء وزیراعظم نے مہمند ایجنسی کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوام کی خاطر جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔

۳ر نومبر ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے جمی کارٹر کو صدر منتخب ہونے پر مبارک باد کا پیغام بھیجا۔

۸ر نومبر ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ شاعر مشرق نے مسلمانوں میں آزاد شہری کی طرح زندہ رہنے کا عزم پیدا کیا علاقائی حدود بدل سکتی ہیں مگر آزادی کا جذبہ نہیں مٹ سکتا۔

۱۴ر نومبر ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے راولپنڈی میں اعلان کیا کہ اب کوئی حکومت کشمیر کی موجودہ صورتحال کو قبول نہیں کر سکتی کسی ملک کے ساتھ کنفیڈریشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔

۲۵ر نومبر ۱۹۷۶ء وزیراعظم بھٹو نے لاڑکانہ میں کہا کہ میں نے اپنی پوری زندگی عوام کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے اور میں پاکستان کی مسلسل خدمت کرتا رہوں گا وزیراعظم نے پولیس اصلاحات کا اعلان کیا وزیراعظم نے ترکی کے ہولناک زلزلے کے متاثرین سے اظہار ہمدردی کیا اور ہر ممکن امداد کا کہا۔

www.bhutto.org

۳؍ دسمبر ۱۹۷٦ء وزیر اعظم بھٹو نے زمینوں کی جعلی الاٹمنٹ منسوخ کرنے کا حکم دے دیا۔

۲۱؍ دسمبر ۱۹۷٦ء وزیر اعظم بھٹو نے پارلیمینٹ کے مشترکہ اجلاس میں کہا کہ قائد اعظم" خود اعتمادی کا مجسمہ تھے۔ جو طوفان میں چٹان کی طرح کھڑے رہے۔

۲؍ جنوری ۱۹۷۷ء قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی حلقہ بندیوں کا اعلان کیا گیا اس کے مطابق پنجاب میں قومی اسمبلی کی ۱۱۵، صوبہ سرحد میں ۲٦، صوبہ سندھ میں ۴۳، صوبہ بلوچستان میں سات، قبائلی علاقوں میں ۸، اقلیتوں کے لیئے ٦ اور وفاقی صدر مقام کے لئے ایک نشست مخصوص کی گئی۔

۴؍ جنوری ۱۹۷۷ء مزدوروں کے لئے مزید اصلاحات کا اعلان کر دیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے حضرت لال شہباز قلندر کے طلائی دروازے کا افتتاح کیا۔ یہ دروازہ ۱۲ فٹ اونچا اور نو فٹ چوڑا ہے۔ یہ دروازہ ڈیڑھ سال کی مدت میں آٹھ لاکھ روپے کے خرچ سے ایران کے ممتاز نقاش حسین پرورش نے تیار کیا۔

۵؍ جنوری ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے مزید زرعی اصلاحات کا اعلان کیا۔ اس کے تحت مالیہ ختم کر دیا گیا۔ اور ۲۵ ایکڑ سے زائد اراضی پر انکم ٹیکس لگا دیا گیا۔

٦؍ جنوری ۱۹۷۷ء سول اور فوجی ملازمین کی پنشن میں دوگنا اضافہ کر دیا گیا۔ مسلح افواج کے ایک سپاہی کو ۱۰۵ روپے کی بجائے ۱۵۸ روپے اور لیفٹننٹ جنرل کو ۱٦۷۵ روپے کی بجائے ۲۲۴۰ روپے پنشن ملا کرے گی۔

۷؍ جنوری ۱۹۷۷ء پاکستان میں عام انتخابات کا اعلان کر دیا گیا۔ صد سالہ جشن ولادت علامہ اقبال" کا افتتاح وزیر اعظم بھٹو نے کیا۔ سینٹ نے زیارت ریذیڈنسی کا نام قائد اعظم ہاؤس رکھنے کی قرار داد منظور کر لی۔

۹ر جنوری ۱۹۷۷ء صدر پاکستان نے ۱۰ر جنوری کو قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا۔

۱۷ر جنوری ۱۹۷۷ء اقلیتوں کے لئے قائد اعظم عوام ایوارڈ کا اعلان کیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے مارشل لاء کے مجرموں کے لئے خصوصی بورڈ قائم کئے پیپلز پارٹی کو "تلوار" اور قومی اتحاد کو "ہل" کا نشان الاٹ کیا گیا۔

۱۹ر جنوری ۱۹۷۷ء قومی اسمبلی کی دو سو نشستوں کے لئے ۱۱۹۹ امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کرائے۔

۲۰ر جنوری ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے امریکہ کے صدر جمی کارٹر کو صدر کا عہدہ سنبھالنے پر مبارک باد کا پیغام، بھیجا جس میں انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کے دور صدارت میں پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں مزید اضافہ ہو گا۔

۲۱ر جنوری ۱۹۷۷ء الیکشن کمیشن نے وزیر اعظم بھٹو کے بلا مقابلہ رکن قومی اسمبلی منتخب ہونے کا اعلان کر دیا۔

۲۲ر جنوری ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے مزار قائد اعظم کی آرائش کے لئے ایرانی ماہرین کا ڈیزائن منظور کر لیا۔

۲۳ر جنوری ۱۹۷۷ء وفاقی حکومت نے اعلان کیا کہ اسلام آباد میں جرمنی کے تعاون سے ملک میں کنڈوم بنانے کا پہلا کارخانہ تعمیر کیا جائے گا۔

۲۴ر جنوری ۱۹۷۷ء پیپلز پارٹی کے نئے منشور کا اعلان کر دیا گیا۔

۳۰ر جنوری ۱۹۷۷ء نشتر پارک کراچی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ سونا اور مکانات قومی تحویل میں نہیں لئے جائیں گے۔

۳۱ر جنوری ۱۹۷۷ء پاکستان میں پہلی بار مسلح افواج کے ہفتہ کا آغاز ہوا صدر نے ۱۵۳ فوجیوں کو شجاعت اور جانبازی کے تمغے دیئے۔

www.bhutto.org

جناب ذوالفقار علی بھٹو اور لیبیا کے صدر کرنل قذافی فوجی مشقوں کا معائنہ کر رہے ہیں

www.bhutto.org

یکم فروری ۱۹۷۷ء قومی اسمبلی کے امیدواروں کو انتخابی نشان الاٹ کیئے گئے۔

۳ر فروری ۱۹۷۷ء فرانسیسی حکام نے اعلان کیا کہ پاکستان کو ایٹمی پلانٹ دینے کے لئے فرانس امریکہ سے کوئی مشورہ نہیں لے گا۔

۴ر فروری ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ ملک تمام بحرانوں سے نکل چکا ہے۔ اب ترقی کی رفتار تیز ہو جائے گی۔

۶ر فروری ۱۹۷۷ء ریلوے ملازمین کے لئے مزید مراعات کا اعلان ۳۳ فیصد ریزویشن کوٹہ بحال کر دیا گیا۔

۷ر فروری ۱۹۷۷ء ملک بھر میں انتخابات تک اسلحہ لے کر چلنے پر پابندی لگا دی گئی۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۷ء حکومت پاکستان نے تنظیم آزادی فلسطین کو ہر ممکن مدد دینے کا اعلان کیا۔

۱۷ر فروری ۱۹۷۷ء سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ پاکستان میں سونا قومی تحویل میں نہیں لیا جائے گا۔

۱۸ر فروری ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے پشاور کے انتخابی جلسہ میں کہا کہ افراط زر کی وجہ سے قیمتیں کم کرنا ممکن نہیں ہے حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ پاکستان سعودی عرب میں پانچ کروڑ روپے کی لاگت سے بجلی گھر تعمیر کرے گا۔

۱۹ر فروری ۱۹۷۷ء پشاور میں وزیر اعظم بھٹو نے حیات شہید ٹیچنگ ہسپتال کا افتتاح کیا۔

۲۱ر فروری ۱۹۷۷ء پی آئی اے کو چھ ماہ کے دوران دس کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کا ریکارڈ منافع ہوا۔ اردن کے شاہ حسین نے وزیر اعظم بھٹو کو مسجد اقصیٰ کا ایک ماڈل پیش کیا۔

۲۲ر فروری ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے مینار کا افتتاح کیا۔ یہ مینار ۱۶۰ فٹ بلند ہے اور یہ اسمبلی ہال الفلاح اور واپڈا ہاؤس کے درمیان فیصل سکوائر میں تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ مینار

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کی یاد میں تعمیر کیا گیا ہے۔

۲۳ر فروری ۱۹۷۷ء وزیراعظم بھٹو نے ٹیکسلا میں چین کی مدد سے ڈھلائی کے کارخانے اور بھاری مشینوں کے کمپلیکس کا افتتاح کیا۔

۲۷ر فروری ۱۹۷۷ء نوشہرہ میں وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ افغانستان کے ساتھ بھی شملہ سمجھوتہ جیسا سمجھوتہ کیا جائے گا۔

۶ر مارچ ۱۹۷۷ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ یحییٰ خان اقتدار سول حکومت کے حوالے کر دیتے تو ملک دولخت نہ ہوتا۔

۷ر مارچ ۱۹۷۷ء پاکستان میں سول حکومت کی نگرانی میں پہلی بار قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔

۹ر مارچ ۱۹۷۷ء قومی اتحاد کے رہنماؤں نے نومنتخب قومی اسمبلی کی آئینی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ نہ لینے کا اعلان کر دیا۔

۱۱ر مارچ ۱۹۷۷ء پاکستان قومی اتحاد نے انتخابی دھاندلیوں کے خلاف ملک گیر تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔

۱۳ر مارچ ۱۹۷۷ء الیکشن کمیشن نے مختلف مقامات پر انتخابی بدعنوانیوں کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے حزب اختلاف کے رہنماؤں کو حکومت کے ساتھ باضابطہ اور غیر مشروط مذاکرات کرنے کی پیش کش کی۔

۱۶ر مارچ ۱۹۷۷ء قومی اتحاد کی مرکزی کونسل نے وزیراعظم کی طرف سے مذاکرات کی تازہ پیش کش پر غور کیا۔

۲۰ر مارچ ۱۹۷۷ء وزیراعظم نے اصغر خان، پروفیسر غفور، مولانا نورانی اور شیرباز مزاری کو رہا کرنے کا حکم دیا مفتی محمود اور وزیراعظم بھٹو کے درمیان خط و

کتابت کا متن شائع کر دیا گیا۔

۲۳ر مارچ ۱۹۷۷ء یوم پاکستان ملک میں روایتی جوش و خروش کے ساتھ منایا گیا۔ یوم پاکستان کے موقع پر دنیا بھر کے سربراہوں نے صدر پاکستان کو تہنیتی پیغامات بھیجے۔

۲۶ر مارچ ۱۹۷۷ء وزیراعظم بھٹو کو پیپلز پارٹی کی پارلیمانی پارٹی کا قائد منتخب کر لیا گیا۔

۲۸ر مارچ ۱۹۷۷ء وزیراعظم بھٹو نے آئندہ پانچ برسوں کے لئے وزیراعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

۲۹ر مارچ ۱۹۷۷ء پاکستان قومی اتحاد نے وزیراعظم بھٹو سے سیاسی مذاکرات کی پیش کش مسترد کر دی۔ کویت نے پاکستان ریلوے کی ترقی کے لئے ڈھائی کروڑ ڈالر کا قرضہ دینے کا اعلان کیا۔

۳۰ر مارچ ۱۹۷۷ء وزیراعظم بھٹو نے ۲۲ ارکان پر مشتمل اپنی وفاقی کابینہ کا اعلان کیا چین، روس اور برطانیہ نے مسٹر بھٹو کو وزیراعظم منتخب ہونے پر مبارک باد دی۔

۳۱ر مارچ ۱۹۷۷ء پاکستان اور چیکوسلواکیہ کے درمیان ثقافتی تبادلے کے ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔

۲ر اپریل ۱۹۷۷ء امریکہ اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس کے تحت امریکہ پاکستان کو صحت کی سہولتوں کے لئے ۷۵ لاکھ ڈالر کی امداد دے گا۔

۴ر اپریل ۱۹۷۷ء کاروں پر قومی پرچم لہرانے کا ضابطہ مقرر کر دیا گیا۔ صدر پاکستان، وزیراعظم، چیرمین سینٹ، قومی اسمبلی کے سپیکر، چیف جسٹس آف پاکستان، صوبائی گورنر، صوبائی وزیراعلیٰ، کے سوا کوئی بھی عہدیدار قومی یا کوئی دوسرا پرچم اپنی کار پر لہرانے کا مجاز نہ ہو گا۔

www.bhutto.org

۷ر اپریل ۱۹۷۷ء پنجاب میں صنعتی کارکنوں میں ساڑھے آٹھ ہزار رہائشی پلاٹ مفت تقسیم کرنے کا اعلان کیا گیا۔

۲۵ر اپریل ۱۹۷۷ء مولانا مفتی محمود اور وزیر اعظم بھٹو کے درمیان سیاسی بحران کو حل کرنے کے لئے ڈھائی گھنٹے تک بات چیت ہوئی، وفاقی کابینہ نے ملک کی صورت حال پر غور کیا، اسلام آباد میں قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔

۲۶ر اپریل ۱۹۷۷ء قومی اتحاد کے رہنماؤں نے سہالہ میں وزیر اعظم بھٹو کی تجاویز پر غور کیا، ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ فوج کو سول انتظامیہ کی امداد کے لئے آئین کے تحت ہی طلب کیا گیا ہے۔

۲ر مئی ۱۹۷۷ء قومی اتحاد کے رہنماؤں نے سیاسی تصفیہ کی خاطر حکومت سے مذاکرات کا فیصلہ کیا، یاسر عرفات نے بین الاقوامی سازش کے خلاف وزیر اعظم بھٹو کی حمایت کا اعلان کیا۔

۴ر مئی ۱۹۷۷ء لیبیا کے وزیر خارجہ علی طریقی نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں کرنل قذافی کا خصوصی پیغام دیا۔

۷ر مئی ۱۹۷۷ء چین کے نائب وزیر اعظم وانگ چن نے کہا ہے کہ وزیر اعظم بھٹو کی مدبرانہ قیادت میں پاکستان نے زبردست اقتصادی ترقی کی ہے۔

۱۱ر مئی ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود کے ساتھ دوبارہ ملاقات کی اور دونوں رہنماؤں نے ملک کو درپیش سیاسی بحران کو حل کرنے کے سلسلے میں بنیادی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ قومی اسمبلی نے جمعہ کو ہفتہ وار چھٹی قرار دینے کا بل منظور کر لیا۔

۲۴ر مئی ۱۹۷۷ء مفتی محمود اور وزیر اعظم بھٹو نے سیاسی بحران کو حل کرنے کے لئے سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب کے ساتھ مذاکرات کئے وزیر اعظم بھٹو اور اپوزیشن میں تصفیہ کرانے کے لئے یاسر عرفات نے اپنی خدمات پیش کیں۔

۲۵ر مئی ۱۹۷۷ء سیاسی بحران کے حل کی کوششیں فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئیں۔

www.bhutto.org

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر اپوزیشن رہنما مذاکرات پر آمادہ ہو گئے تو انشاء اللہ بحران جلد ختم ہو جائے گا۔

۲۹ر مئی ۱۹۷۷ء پاکستان قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان سیاسی مذاکرات کے لئے تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

۲ر جون ۱۹۷۷ء پاکستان اور چین کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جس کے تحت چین تربیلا میں کپڑے کے کارخانے کی تعمیر میں مدد دے گا۔

۳ر جون ۱۹۷۷ء قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان مذاکرات کا پہلا دور اڑھائی گھنٹے جاری رہا۔ فریقین نے اخبارات پر سنسر شپ کی پابندی ختم کرنے اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے والے تمام افراد کو فوراً رہا کر دینے کا فیصلہ کیا۔

۴ر جون ۱۹۷۷ء وفاقی حکومت نے وفاقی وزارت مذہبی امور کی سفارش پر اسلامی نظریاتی کونسل کی از سر نو تشکیل کی۔

۶ر جون ۱۹۷۷ء حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان مذاکرات کا دوسرا دور ہوا جس میں حکومت نے انتخابات کرانے کے سلسلے میں دو فارمولے پیش کئے۔

۷ر جون ۱۹۷۷ء حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان مذاکرات کے تیسرے دور میں انتخابات کے بنیادی مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک سرکاری فارمولے کو متفقہ طور پر قبول کر لیا گیا۔ انتخابات اس سال اکتوبر میں ہوں گے۔

۸ر جون ۱۹۷۷ء قومی اسمبلی توڑنے اور نئے انتخابات کی تاریخ پر اتفاق رائے ہو گیا۔ قومی اسمبلی نے رائس ملنگ کنٹرول کا بل منظور کر لیا۔

۱۰ر جون ۱۹۷۷ء وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان ایٹمی ری پراسینگ پلانٹ کے معاہدے کو منسوخ یا ملتوی نہیں کرے گا۔

۱۳ر جون ۱۹۷۷ء مشرق وسطی کے ۵ ممالک نے پاکستان کے دس اہم منصوبوں کے لئے ۳۹ کروڑ روپے کی امداد کا اعلان کیا۔

۱۵ر جون ۱۹۷۷ء حکومت اور قومی اتحاد میں بنیادی مسئلوں پر سمجھوتہ ہو گیا۔ انتخابات اکتوبر کے پہلے ہفتے میں ہوں گے۔ پاکستان سعودی عرب کے سفیر شیخ ریاض

الخطیب نے کہا کہ حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان سمجھوتہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چین نے آئندہ کے لئے بھی پاکستان کی امداد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

۱۷ر جون ۱۹۷۷ء قومی اتحاد کی تحریک کے دوران گرفتار تمام افراد کو رہا کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

۱۸ر جون ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو جو سعودی عرب کے دورے پر ریاض پہنچے وہاں انہوں نے شاہ خلد کے ساتھ سوا گھنٹہ تک بات چیت کی۔ شاہ خلد نے کہا کہ پاکستان میں سیاسی بحران کے خاتمہ پر مجھے دلی مسرت ہوئی۔

۱۹ر جون ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے لیبیا میں کہا کہ سیاسی تصفیے میں پاکستان کے ساتھ عربوں کی یکجہتی ناقابل فراموش ہے۔

۲۰ر جون ۱۹۷۷ء مولانا مفتی محمود نے کہا کہ حکومت سمجھوتہ کے بارے میں تاخیری حربے استعمال کر رہی ہے۔ وزیر اعظم لیبیا سے ابوظہبی روانہ ہو گئے۔

۲۱ر جون ۱۹۷۷ء وزیر اعظم پاکستان بھٹو نے یاسر عرفات سے ملاقات کی، دونوں رہنماؤں نے لبنان کی صورتحال اور فلسطینیوں کی وہاں پر موجودگی پر بات چیت کی، اس کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے معاملہ پر بھی تبادلہ خیال کیا۔

۲۵ر جون ۱۹۷۷ء حکومت نے سیاسی سمجھوتے کے لئے اپنا مسودہ قومی اتحاد کے حوالے کر دیا۔

۲۶ر جون ۱۹۷۷ء قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل پروفسر غفور احمد نے کہا کہ قومی اتحاد کا مسودہ حکومت کو پیش کر دیا جائے گا۔ مذاکرات کو طول نہیں دیا جا سکتا۔

۲۸ر جون ۱۹۷۷ء وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ مذاکرات میں تعطل، قوم، جمہوریت اور آئین کے لئے تباہ کن ہو گا۔ حکومت کو قومی اتحاد کے حتمی مسودے سے شدید اختلاف ہے۔

۳۰ر جون ۱۹۷۷ء مذاکرات کی سب کمیٹی کے اجلاس میں قومی اتحاد کے ترمیمی مسودہ پر غور کیا گیا، کمیٹی کا اجلاس تین گھنٹے جاری رہا۔

www.bhutto.org

یکم جولائی ۱۹۷۷ء	جمعہ کو پاکستان میں ہفتہ وار تعطیل منائی گئی۔ قومی اتحاد اور حکومت کے نمائندوں پر مشتمل مذاکرات کمیٹی کا اجلاس دو نشستوں میں ہوا۔
۲ر جولائی ۱۹۷۷ء	حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان نگران کونسل کے اختیارات پر اتفاق رائے ہو گیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں ۱۵ر جولائی کو توڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔
۵ر جولائی ۱۹۷۷ء	پورے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ صوبائی گورنر اور وزراء ہٹا دیئے گئے۔ چار رکنی فوجی کونسل جنرل ضیاء الحق کی قیادت میں قائم کر دی گئی۔ تمام سرکردہ لیڈروں بمعہ بھٹو کو حراست میں لے لیا گیا۔

بھٹو جیل میں!
پہلی گرفتاری

تاریخ عالم میں جن قائدین کو عظیم مقام اور مرتبہ حاصل ہوا ہے ان میں سے بیشتر باطل قوتوں کے ساتھ مقابلہ آرائی میں بے شمار مشکلات اور مصائب کا شکار ہوئے ہیں اور اپنے ملک اور قوم کو وطن دشمن اور عوام مخالف طاقتوں کے شکنجوں سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں انہیں اکثر و بیشتر اپنی ذاتی آزادی قربان کر کے اسیری کی زندگی قبول کرنا پڑی ہے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی ان قائدین میں شامل ہیں جنہیں اپنے عوام کی آزادی کے لئے خود بارہا پابند سلاسل ہونا پڑا۔ ذوالفقار علی بھٹو اپنی زندگی میں پہلی بار نومبر ۱۹۶۸ء میں گرفتار ہوئے۔ جب انہوں نے اس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ایوب کے آمرانہ نظام حکومت کے خلاف اعلان بغاوت کیا اور عوام کی آزادی کی جدوجہد شروع کی۔

۱۷ر جون ۱۹۶۶ء کو جنرل ایوب کی کابینہ سے علیحدہ ہونے کے بعد بھٹو صاحب نے رابطہ عوام مہم کے سلسلہ میں ملک کے طول و عرض کے طوفانی دورے کئے۔ وطن عزیز کی ہر گلی اور ہر کوچہ میں جناب بھٹو کا عظیم الشان اور تاریخی استقبال کیا گیا...... جنرل ایوب جناب بھٹو کی عوام کے دلوں میں اس قدر والہانہ محبت اور پذیرائی کو برداشت نہ کر سکے چنانچہ انہوں نے جناب بھٹو کو عوام سے دور کرنے کے لئے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا اس طرح ۱۳ر نومبر ۱۹۶۸ء کی رات کو دو بجے جناب بھٹو کو گرفتار کر کے میانوالی جیل بھیج دیا گیا......

www.bhutto.org

جنرل ایوب خان کا خیال تھا کہ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کر دیئے جانے کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کا حوصلہ پست ہوجائے گا اور وہ حکومت کے خلاف شروع کی جانے والی عوامی تحریک سے دست کش ہوجائیں گے مگر جنرل ایوب کا یہ خیال باطل ثابت ہوا اور جناب بھٹو جیل کے اندر سے بھی اپنے انقلابی خیالات اپنے محبوب عوام تک پہنچاتے رہے ...... جیل سے جناب بھٹو نے لاہور ہائیکورٹ میں ایک بیان حلفی داخل کرایا...... اس بیان حلفی میں جناب بھٹو نے کہا۔

"لوگ جبر کے عہد اور ان بدیوں کے خلاف جنہوں نے حکومت کے طرز حکمرانی کے باعث ہمارے معاشرے کو مصیبت میں ڈال دیا ہے احتجاج کے لئے میدان میں نکل آئے ہیں۔ ہمارے عوام دوسرے ملکوں کے عوام سے مختلف ہیں، ان کی برداشت کی بھی ایک حد ہے۔ وہ بھی کسی کا درد محسوس کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی مسرت کے آرزو مند ہیں۔ ان کا افلاس ناقابل تصور ہے لیکن پھر بھی وہ بہتر مستقبل کی امید رکھتے ہیں۔ ان کا حق ہے کہ انہیں مناسب سامان زیست، رہائش اور لباس میسر ہو، فاقہ کشی نے ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ اور ابتلا نے کتنے ہی باپوں کے آنسوؤں کو خشک کر دیا ہے۔ یہ قانون خداوندی نہیں کہ ہمارے عوام تا ابد مایوس و نامراد رہیں اور ان کے بچے بھوک اور بیماری سے مرتے رہیں۔ انہیں خوراک اور لباس کی ضرورت ہے، یہ کوئی بے ہنگم خواب نہیں بلکہ وہ توقعات ہیں جو سائنس کے اس شاندار دور نے ابھاری ہیں۔ اگر عوام کے حقوق سے انکار کیا جائے تو وہ کسی نجات دہندہ کو تلاش کرلیں گے اور اگر نجات دہندہ میسر نہ آیا تو خود اپنی نجات کی راہ نکال لیں گے۔"

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو کچھ عرصہ میانوالی جیل میں رکھنے کے بعد لاڑکانہ منتقل کر دیا گیا۔ ۷ر مئی ۱۹۶۹ء کو جناب بھٹو نے جیل سے ہی اعلان جاری کیا کہ وہ آئندہ صدارتی انتخاب میں صدر ایوب خان کے مدمقابل امیدوار ہوں گے۔

یہ جناب بھٹو کی انقلابی سیاست کا اعجاز تھا کہ انہوں نے جیل میں رہ کر بھی خود کو ملک کے

www.bhutto.org

عوامی حکومت کے قیام کے ابتدائی ایام
جناب ذوالفقار علی بھٹو اور ملک غلام مصطفیٰ کھر ایک ساتھ

www.bhutto.org

سیاسی عمل میں قائدانہ طور پر شامل رکھا...... لاڑکانہ میں نظربندی کے دوران ۷ر فروری ۱۹۶۹ء کو جناب بھٹو نے عدالت عالیہ سے اپنی رٹ درخواست واپس لینے کا اعلان کرتے ہوئے حکومت کو وارننگ دے دی کہ اگر ایک ہفتے کے اندر اندر ہنگامی حالات کے خاتمے کا اعلان نہ کیا گیا تو وہ تامرگ بھوک ہڑتال کر دیں گے۔ ایوب خان اور رجعت پسندوں کا گروہ عوامی قوت کے جن کو بوتل میں بند کرنے کے لئے جب بھی کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے قریب آتے بھٹو قید کے اندر سے بیٹھے ایسا دھماکہ کر دیتے تھے کہ ان کی باہمی سازشیں ناکام ہو جاتی تھیں۔ اس تامرگ بھوک ہڑتال کے اعلان نے عوام کو پھر دوسری طرف متوجہ کر دیا یہی نہیں اس کے ساتھ ہی پیپلز پارٹی کے دوسرے رہنماؤں کی طرف سے بھی بھوک ہڑتال کے اعلانات سامنے آنے لگے اور صورتحال ایک نیا رخ اختیار کر گئی...... عدالت عالیہ میں جناب بھٹو کا بیان حلفی اور پھر رٹ درخواست کی واپسی پر عدالت عالیہ کے ریمارکس ایوب خان کی قانونی و آئینی پوزیشن پر اثرانداز ہو رہے تھے اور جناب بھٹو نے ثابت کر دیا تھا کہ ان کی گرفتاری دراصل ایوب خان کی سیاسی اور حکومتی موت ہے۔

جمعہ کے مبارک دن جناب بھٹو نے لاڑکانہ میں اپنے مطالبات کے حق میں تامرگ بھوک ہڑتال شروع کر دی تاہم ابھی بھوک ہڑتال کو چار گھنٹے ہی گزرے تھے کہ عوام کے متوقع غیض و غضب کے خوف سے ایوب خان نے گھبراٹ میں جناب بھٹو کی رہائی کے احکامات جاری کر دیئے...... جناب بھٹو نے اپنی رہائی پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے ایک اور ضرب لگائی۔

> "حکومت نے مجھے رہا تو کر دیا ہے یہ توقع کے عین مطابق ہوا ہے مگر میں نے تامرگ بھوک ہڑتال اس لئے نہیں کی تھی کہ خود کو رہا کراؤں میری بھوک ہڑتال کا مقصد تو یہ تھا کہ حکومت ہنگامی حالات کے خاتمے کا اعلان کرے"

جناب بھٹو کے اس مطالبہ کی صدائے بازگشت ابھی فضا میں گونج ہی رہی تھی کہ حکومت کی طرف سے خبر شائع کرا دی گئی کہ ہنگامی حالات ختم کئے جا رہے ہیں۔

www.bhutto.org

ذوالفقار علی بھٹو کی رہائی پر لاڑکانہ کے عوام نے جس مسرت اور شادمانی کے جذبات کا اظہار کیا اور پورے شہر نے جس انداز میں خوشیاں منائیں وہ پاکستان کے دیگر محنت کش عوام کے احساسات کی حقیقی ترجمانی تھی ...... عوام جانتے تھے کہ بھٹو خود ہی جیل سے باہر نہیں آئے تھے بلکہ اپنے ساتھ اپنے ملک کے کروڑوں عوام کو بھی جبر و استبداد کی حراست سے نکال لائے تھے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو ایک فوجی تقریب کے مہمان خصوصی

www.bhutto.org

بھٹو جیل میں!
دوسری بار گرفتاری

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی زندگی کی دوسری گرفتاری ۴ر اور ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب ہوئی جب جنرل ضیاء نے فوجی بغاوت کے ذریعے جناب بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ مارشل لاء حکام نے جناب بھٹو کو حراست میں لے کر وزیراعظم کو مری میں نظر بند کر دیا۔ یہ نظربندی ۲۳ روز تک برقرار رہی اور ۲۸ر جولائی ۱۹۷۷ء کو جناب بھٹو کو رہا کر دیا گیا۔ اس ۲۳ روزہ نظربندی کے دوران رونما ہونے والے واقعات کی مکمل تفصیل سامنے نہ آسکی تاہم جن واقعات کا ذکر ان دنوں کے اخبارات میں ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۷ر جولائی ۱۹۷۷ء کو روزنامہ مساوات لاہور نے مری میں مقیم اپنے نمائندہ خصوصی کے حوالے سے خبر دی کہ چیئرمین بھٹو نے پرائم منسٹر ہاؤس مری کے لان میں چہل قدمی کی۔ انہوں نے نیلے رنگ کی شلوار قیمض پہن رکھی تھی ان کے ایک ہاتھ میں سگار اور دوسرے ہاتھ میں کتاب تھی۔

۸ر جولائی کو غلام مصطفیٰ جتوئی اور دوسرے رہنماؤں اور کارکنوں نے بیگم نصرت بھٹو سے ملاقات کی اور نئی صورتحال کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا۔

۹ر جولائی کو نیویارک ٹائمز کے مطابق جنرل ضیاء نے ۵ر جولائی کے اعلان مارشل لاء

کو دہراتے ہوئے پی این اے کو مخاطب ہو کر کہا۔ "ہم نے مسٹر بھٹو کو اقتدار کے آسمان سے زمین پر گرا دیا ہے۔ آپ لوگ جذباتی نہ ہوں بیشتر اس کے کہ بھٹو کے لئے کوئی سزا تجویز کریں۔ اپنے دلوں کو ٹٹولیں کہ انہیں حالات میں آپ اپنے لئے سزا پسند کریں گے جنرل ضیاء نے کہا "میں زندگی بھر کوئی عہدہ قبول نہیں کروں گا۔"

۹ر جولائی کو چیئرمین بھٹو سے بیگم نصرت بھٹو سے فون پر بات کی۔ اس موقعہ پر چیئرمین بھٹو نے بتایا کہ ہر طرح سے خیریت سے ہیں۔ انہوں نے پیغام دیا۔

"پیپلز پارٹی کے کارکن سیاسی سرگرمیاں شروع ہونے کے لئے وقت کا انتظار کریں اور وہ آپس میں متحدہ رہیں"

دراصل چیئرمین بھٹو اپنے آپ کو آئینی وزیر اعظم تسلیم کرانے پر اصرار کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے تیاریاں بھی کر رہے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ انہیں "حفاظت" سے رہائی ملے تو وہ صورتحال کا جائزہ لے کر نئی حکمت عملی بنائیں۔

۹ر جولائی کو چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے لیبیا، ایران، کویت، ترکی، افغانستان، روس، فرانس، بنگلہ دیش، مصر، انڈونیشیا، بھارت، اور کینڈا کے سفیروں سے جی ایچ کیو میں ملاقات کی۔

۱۳ر جولائی کو ریٹائرڈ ائیر مارشل نور خان نے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو سے ملاقات کی، بعد نور خان نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ انہوں نے یہ ملاقات چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق کے کہنے پر کی تھی۔ بعد میں چیئرمین بھٹو نے بتایا کہ نور خان کے ساتھ کسی اہم موضع پر بات نہیں ہوئی کیونکہ انہیں اختیار حاصل نہیں تھا۔ صرف ایک دوسرے کی خیریت پوچھی گئی اور کسی سیاسی یا قومی موضوع پر اظہار خیال نہیں ہوا۔

دو دن گزرنے کے بعد ۱۵ر جولائی کو فوجی بغاوت کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ پہلی مرتبہ بالمشافہ ملاقات کی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ماحول میں تلخی زیادہ نہیں تھ اور بقول جنرل محمد ضیاء الحق ان کی بات کو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے انتہائی تحمل اور اطمینان کے ساتھ سنا تاہم اس ملاقات کی جو تصویر اخبارات کو جاری کی گئی

www.bhutto.org

اس سے نظر آتا تھا کہ ماحول پوری طرح خوشگوار نہیں تھا اور بھٹو فوج کے بر سراقتدار آنے سے خوش نہیں تھے۔ اس ملاقات کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق نے پی این اے کے سربراہ مولانا مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد اور نوابزدہ نصراللہ خان کے ساتھ ملاقات کی۔

۱۶ر جولائی کو غلام مصطفیٰ کھر کو راولپنڈی منتقل کر دیا گیا۔

۱۷ر جولائی کو چیئرمین بھٹو نے پرائم منسٹرہاؤس مری میں کارکنوں کے وفد سے ملاقات کی اور انہیں کہا کہ وہ حوصلہ رکھیں اور آنے والے حالات کے لئے تیاریاں کریں۔

۲۸ر جولائی ۱۹۷۷ء کو چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اور ملک کے دوسرے سیاسی رہنما رہا کر دیئے گئے تاکہ وہ ۱۸ر اکتوبر کو ہونے والے انتخابات میں حصہ لے سکیں۔ ۱۷ر سے ۲۸ر جولائی کے دوران کارکنوں کے کئی وفود نے چیئرمین بھٹو سے مری میں ملاقات کی۔ اسی ''زیر حفاظت'' صورتحال میں ذوالفقار علی بھٹو نے کابینہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دراصل اس اجلاس میں وہ تمام لوگ شریک تھے جو معزول کابینہ میں شامل تھے۔ بیگم نصرت بھٹو اور مس بے نظیر بھٹو نے چیئرمین بھٹو کی عدم موجوگی میں کارکنوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھا تاکہ ان کے حوصلے بلند رہیں۔

چیئرمین بھٹو رہائی کے بعد فوری طور پر کراچی چلے گئے تاکہ ۳ر اگست کو کراچی میں پیپلز پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کر سکیں۔ اس اجلاس کے ایجنڈے کا سب سے اہم آئٹم انتخابات میں حصہ لینے کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا لیکن ۳ر اگست ۱۹۷۷ء کو پیپلز پارٹی کے متعدد عہدے دار نظر بند کر دیئے گئے۔

۳ر اگست کو چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کی صدارت میں پیپلز پارٹی کی سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کا اجلاس ہوا جس نے فیصلہ کیا کہ پارٹی اکتوبر کے انتخابات میں بھرپور حصہ لے گی۔ یہ طے پایا کہ چیئرمین بھٹو رابطہ مہم کا آغاز پنجاب سے کریں گے۔ وہ بذریعہ ٹرین کراچی سے لاہور روانہ ہوں گے اور ۷ر اگست کو ملتان میں خطاب کرنے کے بعد اگلے روز لاہور میں کارکنوں سے خطاب کریں گے۔

۶ر اگست کو چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو بذریعہ ٹرین روانہ ہونے والے تھے کہ مارشل لاء انتظامیہ نے ایک حکم کے ذریعہ سیاسی رہنماؤں پر انتخابی مہم کے سلسلہ میں بذریعہ ٹرین سفر

کرنے پر پابندی عائد کر دی اور انہیں کہا گیا کہ جن مقامات پر طیاروں کی پروازوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے وہاں طیارے کے ذریعے سفر کریں۔

۷ر اگست کو چیئرمین بھٹو نے ملتان میں اور ۸ر اگست کو لاہور میں کارکنوں سے خطاب کیا۔ دونوں مقامات پر فقید المثال استقبال ہوا۔

۱۰ر اگست کو چیئرمین بھٹو نے پارٹی کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"پیپلز پارٹی سے باہر جانے والے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پی این اے کی مدد کریں گے۔ میں کہتا ہوں ان لوگوں کی پیپلز پارٹی کے مقابلے میں کیا اہمیت ہے۔ انسان میں اتنی اہلیت تھی تو کرنل شریف کے پاس کیوں جاتے تھے اور انہیں کیوں بتاتے تھے کہ مختلف جماعتوں میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ اس وقت بھی موٹی موٹی آنکھ نکال کر کہتے تھے کہ منشور پیپلز پارٹی کا میں نے بنایا ہے لیکن ان میں اتنی عقل نہیں کہ پہلے پارٹی بنتی ہے، پھر منشور بنتا ہے اور پارٹی انہوں نے نہیں بنائی۔"

چیئرمین بھٹو نے مارشل لاء انتظامیہ کی غیر جانبداری پر شک کا اظہار کیا اور کہا مولانا مفتی محمود کو رہائی کے بعد جنرل ضیاء کیوں اپنے ہیلی کاپٹروں میں راولپنڈی لائے؟"

۱۲ر اگست کو انہوں نے پشاور میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ پیپلز پارٹی انتخابات جیتے گی اور دوبارہ برسر اقتدار آکر انقلابی اصلاحات کا سلسلہ جاری رکھے گی۔

۲۰ر اگست ۱۹۷۷ء کو پیپلز پارٹی نے پہلی کامیابی حاصل کی جب غلام مصطفیٰ جتوئی قومی اسمبلی کے لئے پیپلز پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے بلامقابلہ کامیاب ہوگئے۔

۲۷ر اگست کو چیئرمین بھٹو تین روزہ دورے پر راولپنڈی پہنچے لیکن ان کی آمد سے پہلے ہی مقامی رہنماء گرفتار کر لئے گئے۔ وہاں چیئرمین بھٹو نے کارکنوں کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ اگلے دن انہوں نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات کی جس میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کی گرفتاریوں، پیپلز پارٹی کے خلاف پراپیگنڈہ مہم اور پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کی کردار کشی کے مسئلہ پر تبادلہ خیال ہوا۔ اس سے ایک دن پہلے ۲۷ر اگست کو انہوں نے اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔

www.bhutto.org

جناب بھٹو، نواب اکبر بگٹی ، بیگم رعنا لیاقت علی اور یحییٰ بختیار

www.bhutto.org

جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کے بعد سعودی عرب، لیبیا اور عرب امارات کے سفیروں سے ملاقات کی، ۲۹ر اگست کو خصوصی طور پر چیئرمین بھٹو نے عرب امارات کے سفیر سے دوبارہ ملاقات کی۔ باور کیا جاتا ہے کہ اس ملاقات میں چیئرمین بھٹو نے متحدہ عرب امارات وفاق کے سربراہ شیخ زید بن سلطان النہیان کے نام پیغام میں انہیں نئی صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس ملاقات کا مقصد نجی سطح پر تعلقات کو مزید مستحکم کرنا تھا۔

اس مہم کے دوران بھٹو قیادت کی مخالف لابی پوری طرح سرگرم عمل تھی۔ بعض اخبارات کو سرکاری دستاویزات کی کاپیاں فراہم کی گئیں تاکہ مارچ ۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی منظرعام پر لائی جاسکے۔

بھٹو فیملی کی کردار کشی کی مہم عروج پر تھی۔ ان کے ساتھ ساتھ پیپلز پارٹی کے دوسرے رہنما بھی شدید تنقید کی زد میں تھے۔ اس کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو کی مقناطیسی شخصیت ووٹروں کو ایک بار پھر اپنی طرف راغب کر رہی تھی۔

یکم ستمبر کو مس بے نظیر بھٹو نے مکھڈ ہاؤس اسلام آباد میں مردان کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے چیئرمین بھٹو کے خلاف مقدمات اور اخبارات میں درج الزامات کی تردید کی۔ انہوں نے کہا۔

"میرے والد (چیئرمین بھٹو) کے خلاف تمام الزامات غلط ہیں اور میں چیئرمین بھٹو کے ساتھ انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لوں گی۔"

۲ر ستمبر کی رات غلام مصطفیٰ کھر اچانک ۷۰ کلفٹن پہنچے جہاں انہوں نے تنہائی میں چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ملاقات کی۔

www.bhutto.org

بھٹو جیل میں!
تیسری بار گرفتاری

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تیسری بار گرفتاری ۳ر ستمبر ۱۹۷۷ء کو ہوئی جب انہیں ۷۰ کلفٹن کراچی واقع ان کی رہائش گاہ سے علی الصبح گرفتار کرلیا گیا اس بار جناب بھٹو کی گرفتاری نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل کے سلسلہ میں ہوئی۔

اپنی رہائش گاہ چھوڑتے وقت چیئرمین بھٹو نے کارکنوں کے نام اپنے پیغام میں اتحاد قائم رکھنے پر زور دیا۔ بعد میں بیگم نصرت بھٹو نے پارٹی سیکرٹریٹ میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"حوصلہ بلند رکھو، چوکس رہو، فتح عوام کی ہوگی محنت کشوں کی فتح ہوگی، انشاء اللہ ملک میں جمہوریت کا سورج طلوع ہوگا اور عوام کامران و خوش ہوں گے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت کارکنوں کا اتحاد ہے۔"

گرفتاری کے بعد جناب بھٹو کو لاہور پہنچا دیا گیا۔ ۴ر ستمبر کو لاہور میں پیپلز پارٹی کی مجلس عاملہ کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں کہا گیا کہ ملک شدید بحران سے دو چار ہے اور مسٹر بھٹو کی گرفتاری نے اسے مزید سنگین بنا دیا ہے۔ جناب بھٹو کی گرفتاری کی خبر سن کر کراچی میں مظاہرے شروع ہوگئے ان مظاہروں میں گرفتار کئے جانے والے پارٹی کارکنوں اور رہنماؤں کو مارشل لاء انتظامیہ کی طرف سے قید سخت اور کوڑوں کی سزائیں سنائی گئیں۔

www.bhutto.org

۴ر ستمبر کو ہی لاہور ہائیکورٹ میں جناب بھٹو کی ضمانت پر رہائی کی درخواست دائر کر دی گئی۔ ۷ر ستمبر کو جناب بھٹو کو کوٹ لکھپت جیل منتقل کر دیا گیا۔ ۱۳ر ستمبر کو لاہور ہائیکورٹ نے جناب بھٹو کو ضمانت پر رہا کر دیا۔

www.bhutto.org

بھٹو شہید کی آخری پریس کانفرنس

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو ۱۶ر ستمبر ۱۹۷۷ء کو جب ساڑھے گیارہ بجے رات کراچی پہنچے، تو انہوں نے آدھی رات کو اخبار نویسوں سے تفصیلی بات چیت کی، ان کی یہ گفتگو مارشل لاء کے تحت نظر بندی کے بعد اخبار نویسوں سے ان کی آخری بات چیت بن گئی۔ اس بات چیت کے دوران پوچھے گئے چند سوالات۔

سوال ۔ آپ کو اپنی رہائی کے بعد صورت حال میں کچھ تبدیلی نظر آتی ہے؟

جواب ۔ تبدیلی تو نظر آ رہی ہے، دن بدن تبدیلیاں آ رہی ہیں۔

سوال ۔ تبدیلی بہتری کے لئے ہے؟

جواب ۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا لیکن عوام کا شعور زیادہ سے زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ عوام موجودہ صورتحال سے پہلے کی نسبت کہیں زیادہ باخبر ہو رہے ہیں، ان سے اب کوئی حقیقت پنہاں نہیں رہی۔

سوال ۔ آپ کا کیا پروگرام ہے؟

جواب ۔ میں لاڑکانہ میں عید کرنے کے لئے کل بذریعہ کار جارہا ہوں کیونکہ کل پی آئی اے نے پرواز منسوخ کر دی ہے، عید سے اگلے روز کراچی آؤں گا اور ۱۸ر ستمبر کو راولپنڈی جاؤں گا، جہاں سینٹرل کمیٹی کی میٹنگ ہے اور ۱۹ر ستمبر کو جلسہ عام ہے۔

سوال ۔ حال ہی میں بعض کارخانوں اور اداروں سے ملازمین کی چھانٹی کی گئی ہے۔

www.bhutto.org

جواب ۔ ہم ان باتوں کے حق میں کیسے ہو سکتے ہیں ہم نے پبلک سیکٹر میں ملازمتیں دیں کیونکہ یہ پبلک سیکٹر کی فلاسفی کے مطابق ہے، پسماندہ ممالک میں ملازمت حکومت کو ہی دینا ہوتی ہے، ہماری فلاسفی بھی یہی تھی، اور ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہم نے بے روزگار افراد کو ملازمتیں دیں۔

سوال ۔ آپ کا انتخابی منشور کب آ رہا ہے؟

جواب ۔ میں دس روز تو جیل میں رہا۔ اب ہم مینی فیسٹو کمیٹی کا اجلاس بلائیں یا عدالتوں میں پیشیاں دیں ہم نے اس طرف توجہ دینی ہے، تھوڑی دیر ہو گئی، ہم قطعی تاریخ نہیں دے سکتے، اس کی آؤٹ لائن تیار ہونے والی ہے پھر مینی فیسٹو بھی آ جائے گا، میرے خیال میں تو بنیادی بحران میں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بحران شعور سے کہیں زیادہ گہرا ہے۔

سوال ۔ آپ فیڈریشن کو خطرے کی بات کر رہے ہیں اس کی وضاحت کریں گے؟

جواب ۔ میں اس کی وضاحت کئی بار کر چکا ہوں، اب تو خود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے پہلی تاریخ کو پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ اگر چوتھا مارشل لاء لگا تو ملک اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔ تیسرے اور چوتھے میں بہت کم فرق ہے، تیسرے کے فوراً بعد ہی چوتھا آتا ہے۔ اگر شدید بحران نہ ہوتا تو وہ یہ نہ کہتے کہ چوتھا مارشل لاء تباہی لے آئے گا۔

سوال ۔ آپ نے بھی ۱۹۶۹ء میں کہا تھا کہ تین قوتیں ہیں، سیاست دان، بیوروکریسی اور فوج تینوں کا آئینی کردار واضح ہونا چاہئے تھا۔

جواب ۔ ہاں میں نے کہا تھا لیکن اس طرح نہیں جس طرح آج کل فوج کو ایک سپر کردار دینے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاں سیاست میں فوج ۱۹۵۴ء سے داخل ہو گئی تھی، جب کمانڈر انچیف، وزیر دفاع بھی بن گئے تھے، ۱۹۵۸ء میں جو مارشل لاء آیا، وہ دس سال چلا، پھر یحییٰ خان کا مارشل لاء آیا جو تین سال چلا میں نے یہ کہا تھا کہ فوج کا آئینی کردار متعین ہونا چاہئے

آخری پریس کانفرنس کے دوران جناب ذوالفقار علی بھٹو کے مختلف پوز

www.bhutto.org

نہ کہ وہ سیاسی جماعت بن جائے۔ ہنگامی حالات میں اس کو قانونی حکومت کی مدد کرنا چاہیئے نہ کہ آکر اس کا تختہ الٹ دینا چاہیئے ہر ملک میں فوج کا کردار ہوتا ہے میں اسی کردار کو متعین کرنا اور محدود کرنا چاہتا تھا۔

سوال ۔ ترکی کے آئین میں فوج کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں، کیا اس قسم کے اختیارات پاکستان میں ہوسکتے ہیں؟

جواب ۔ ٹرکش دستور کی مثال بہت دی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کسی نے ٹرکش دستور پڑھا بھی ہے کہ نہیں ترکی ہمارا بہت قریبی دوست ہے، بہت بہادر ملک ہے، اس کے حالات مختلف ہیں، ترکی میں ایک ہی نسل ہے، ترکی فیڈریشن (وفاق) نہیں ہے، ہمارے ہاں چار صوبے سے نمائندگی ہوتی ہے، ہر صوبے کی اپنی حکومت ہوتی ہے، جو توازن کو قائم رکھتی ہے، میں تاریخ کی بات کرنے کے لئے ترکی کے حالات پر گفتگو کر رہا ہوں، ترکی کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر رہا ہوں، ترکی میں اصل مشکلات اس وقت شروع ہوئیں جب مندریس کا تختہ الٹ کر اس کو پھانسی دی گئی، مندریس کا دور ایک قدرتی عمل کا تسلسل تھا، اس کو روک کر جب تاریخ کے پہیئے کو پیچھے دھکیلا گیا، تو ترکی کے حالات پر اس کے دور رس اثرات مرتب ہوئے، ان اثرات سے نمٹنے کے لئے اب آئین میں مختلف گنجائشوں کی بات کی جا رہی ہے۔ فوج کا کردار متعین کرنے کی کوشش اس لئے کی گئی کہ وہاں تاریخ کا قدرتی عمل روکا گیا اور سیاست دانوں کا تختہ الٹ کر سزا دی گئی۔ تو ملک کے سیاسی حالات میں خرابیاں پیدا ہوئیں اور فوج نے کسی جواز کے بغیر تختہ الٹا اور ملک کو مشکلات میں مبتلا کر دیا، اگر کسی وجہ سے وزیراعظم مندریس قبول نہیں تھا تو اسے انتخابات کے ذریعے ہی ہٹایا جانا چاہیئے تھا۔ اس نے انتخابات کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ استنبول وغیرہ میں کچھ ہنگامے ہوئے اس کے بعد ترکی کے رائے دہندگان کو اپنا حق استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا گیا، اسے غیر آئینی طریقے سے ہٹایا گیا، اس کے نتائج آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج تک

www.bhutto.org

ترکی کو سیاسی استحکام نہیں ملا ہے۔ ہم نے بھی فیصلہ کیا تھا کہ الیکشن کرائیں گے۔ اس کا اعلان ہو چکا تھا، الیکشن میں ہمیں شکست ہوتی تو ایک قدرتی عمل ہوتا، اب جمہوری اور آئینی عمل کو روکا گیا ہے تو اس کے بحرانی نتائج سامنے آ رہے ہیں، اور اب طرح طرح کی آئینی تجاویز اور سیاسی مشورے سامنے آ رہے ہیں۔ مگر ہماری پوزیشن بالکل واضح ہے۔

سوال ۔ جن کارخانوں کو قومی تحویل سے لے کر واپس نجی مالکان کو دیا گیا، اس کے بارے میں میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۔ ہم اقتدار میں آئے تو ہماری پالیسی وہی ہوگی، جتنی ملیں واپس نجی تحویل میں دی گئی ہیں، ہم انہیں پھر قومی تحویل میں لے لیں گے، ہم نے مخلوط معیشت کو چلایا تھا، اب بھی اسی کو چلائیں گے، کیونکہ ہمارے خیال میں اس کی ضرورت ہے ہم نے حقائق کو سامنے رکھ کر اپنی پالیسیاں بنائی تھیں، اور اب بھی حقائق کو سامنے رکھیں گے، کچھ ایسے سیکٹر ہیں جن کو ہم قومی تحویل میں لینے والے تھے، اب جب ہم برسراقتدار آئیں گے، تو کوئلہ سنگ مرمر اور کرومِ کی کانوں کو قومی تحویل میں لیں گے، اگر کوئی شخص اس خوش فہمی میں ہے کہ ۱۹۷۷ء میں نجی سیکٹر کو ترقی دینے سے ملک کو ترقی مل سکتی ہے تو وہ اس دنیا میں نہیں رہ رہا ہے اس وقت ملی جلی معیشت کی ضرورت ہے۔
جہاں نجی سیکٹر نے جنم لیا تھا اب وہاں بھی نجی سیکٹر تباہ ہو رہا ہے۔ فرانس، پرتگال کی مثال لے لیجئے، جرمنی، جاپان کی آج کل بہت بات کی جا رہی ہے وہاں بھی تبدیلی آ رہی ہے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ فیکٹریوں کو یتیم خانے بنا دیا گیا ہاں مزدور یتیم ہیں کہ ان کے ساتھ پہلے یتیموں کا سا سلوک کیا جاتا رہا ہے، پبلک سیکٹر میں تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ملازمت دے اس طرح وہ بے روزگاری ختم کرتی ہے یتیم خانے نہیں کھولتی، یتیم خانے تو پرائیویٹ سیکٹر میں کھلتے ہیں کہ سرمایہ دار حکومت سے بھی قرض لیتا ہے مراعات لیتا ہے اور غیر ملکی زرمبادلہ بھی حکومت کے ذریعے لیتا

www.bhutto.org

ہے، تو دوطرفہ بوجھ تو حکومت پر پرائیویٹ سیکٹر سے پڑتا ہے، یتیم خانہ تو یہ ہوا، پبلک سیکٹر کس طرح یتیم خانہ ہوگیا پبلک سیکٹر کو ہر ملک میں تحفظ دیا جاتا ہے، کیونکہ پبلک سیکٹر صرف ایک اقتصادی سیکٹر نہیں ہوتا، وہ ایک سوشل اور ویلفیئر سیکٹر بھی ہوتا ہے"

www.bhutto.org

بھٹو جیل میں!
چوتھی بار گرفتاری

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو لاہور ہائیکورٹ کے حکم سے جیل سے رہا ہوئے ابھی چار روز ہی گزرے تھے کہ انہیں ۱۷ر ستمبر کو ان کی اقامت گاہ المرتضیٰ لاڑکانہ سے مارشل لاء کے ضابطہ ۱۲ کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ اس ضابطہ کے تحت جس شخص کے بارے میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی رائے ہو کہ وہ ایسے طریقے سے کام کر رہا ہے جو مارشل لاء کے مقصد کے لئے نقصان دہ ہے یا پاکستان کی سلامتی، تحفظ، مفاد، پاکستان یا اس کے کسی حصہ کے دفاع پر امن حالات کے قیام یا مارشل لاء کو موثر طریقے پر چلانے کے لئے نقصان دہ ہے اسے حراست میں لینے کا حکم جاری کیا جاسکتا ہے۔ ۱۷ر ستمبر کو ہی جنرل ضیاء نے اعلان کیا کہ بھٹو پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلا کر اس کا فیصلہ انتخابات سے قبل ہی کر دیا جائے گا۔ ایران کے اخبار کیہان انٹرنیشنل کو انٹرویو دیتے ہوئے جنرل ضیاء نے کہا بھٹو قاتل اور خائن ہیں۔ ۲۰ر ستمبر کو بیگم نصرت بھٹو صاحبہ نے جناب بھٹو کی گرفتاری کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کر دی جو سماعت کے لئے منظور کرلی گئی اس وقت پاکستان کے چیف جسٹس یعقوب علی خان تھے جنھوں نے جناب بھٹو کی گرفتاری کے خلاف رٹ سماعت کے لئے منظور کی تھی انہیں اقدام کی سزا دی گئی اور انہیں ۲۲ر ستمبر کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ لندن ٹائمز نے بھی جسٹس یعقوب کی برطرفی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا

www.bhutto.org

جنرل ضیاء نے جسٹس یعقوب کو اس لئے معزول کیا کہ وہ سابق وزیر اعظم بھٹو کی نظر بندی کے خلاف مقدمہ کی سماعت کرنے والے تھے۔ ۹ر اکتوبر لاہور ہائیکورٹ سے چیف جسٹس چودھری مشتاق نے بھی نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل میں بھٹو کی ضمانت منسوخ کر دی اور ۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کو لاہور ہائیکورٹ نے جناب بھٹو پر باقاعدہ فرد جرم عائد کر دی اس طرح جناب ذوالفقار علی بھٹو کو مستقل طور پر جیل میں بند کر دیا گیا اور بعدازاں زندگی کے آخری سانس تک مارشل لاء انتظامیہ نے انہیں جیل میں ہی رکھا۔ پاکستان پینل کوڈ کی جن دفعات کے تحت انہیں گرفتار کیا گیا ان میں سے ایک مجرمانہ سازش کی دفعہ ۱۲۵ بھی تھی، دوسری دفعہ ۳۰۱ تھی جو ایسے اقدامات پر لگائی جاتی ہے جن سے کہ کسی دوسرے کی موت واقع ہو جائے۔ تیسری دفعہ ۳۰۲ تھی جو اقدام قتل پر لگتی ہے اور چوتھی جو ارادہ قتل پر لگائی جاتی ہے۔ دفعہ ۳۰۷ کے علاوہ باقی تمام دفعات کی سزا موت تھی۔ ہائیکورٹ میں مقدمہ کا عنوان سرکار بنام ذوالفقار علی بھٹو وغیرہ تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں یہ پہلا موقع تھا ایک سربراہ مملکت پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا جا رہا تھا اس سے قبل ایک مثال تھی کہ ترکی کے سابق وزیر اعظم عدنان میندرس کے خلاف مقدمہ چلایا گیا تھا لیکن ان کے خلاف مقدمہ فوجی عدالت میں چلا تھا۔ لاہور ہائیکورٹ میں بطور خاص جناب بھٹو کے لئے لکڑی کا ایک خصوصی کٹہرہ بنایا گیا تھا۔ ایک سو پچاس افراد کی سیٹوں پر مشتمل لاہور ہائیکورٹ سے اس کمرہ میں بہت سے مزید کرسیاں بھی لالا کر پھنسائی جاتی تھیں اس ہجوم میں پولیس کے ملازمین میں گھرے ہوئے بھٹو اس کمرے میں داخل ہوا کرتے تھے۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران جناب بھٹو کو متعدد بار ہائیکورٹ لایا گیا۔ انہیں جیل سے ہائیکورٹ لانے کی ذمہ داری زیادہ تر ایس پی زمان کی رہی ...... ایس پی زمان نے کسی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ بھٹو اکثر کہا کرتے تھے کہ مولوی مشتاق ان سے ذاتی انتقام لے رہا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ کہ مولوی مشتاق ضیاء الحق کے کہنے پر مجھے موت کی سزا دے دے گا۔

کوٹ لکھپت جیل میں ابتدائی ایام میں ذوالفقار علی بھٹو کو جو مشقتی دیا گیا تھا وہ فی الحقیقت سیکورٹی کا آدمی تھا۔ بھٹو صاحب کو جب اس بات کا پتہ چل گیا تو ہر مشتقی بدل دیا گیا ...... کوٹ لکھپت جیل میں جناب بھٹو کو ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچانے کے لئے

www.bhutto.org

انتظامیہ کو خصوصی احکامات جاری کیئے گئے تھے۔ بھٹو صاحب نے بارہا انتظامیہ کے غلط رویئے اور بدسلوکی پر تنقید کی۔ لاہور میں جس کوٹھری میں انہیں رکھا گیا اس کی دیواریں لوہے کی چادروں کی بنی ہوئی تھیں۔ بیت الخلا بھی کمرے میں موجود تھا اور اس کی ہر وقت صفائی بھی نہیں ہوتی تھی۔ ان کے ارد گرد عادی مجرم اور پاگل قیدی رکھے گئے تھے جو دن رات شور مچاتے تھے اور رات کو ان کی کوٹھری کی چھت پر اچھل کود کرتے تھے۔ جیل میں اپنے ساتھ ہونے والے اس ناروا سلوک کے بارے میں جناب بھٹو نے ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو جیل سپرنٹنڈنٹ کے نام ایک خط لکھا۔

"میں اس میں جیل تین مہینے سے زیادہ عرصہ سے قید تنہائی میں ہوں پچھلی عیدالاضحیٰ کے موقع پر بھی ایک منٹ کے لئے پابندیاں نہیں اٹھائی گئیں کہ میں جیل کے اندر عید کی نماز کی جماعت میں شریک ہوتا۔

مکمل پابندی کی صورت حال کے علاوہ میرے لئے ایک اور امر جو اضافی کوفت کا باعث ہے۔ میری کوٹھڑی سے ملے ہوئے وارڈ کے قید ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پاگل دیوانے مخبوط الحواس نظر بند یا سزا یافتہ قیدی ہیں یہ دن اور رات کے مختلف اوقات میں دیوانہ وار چیختے چلاتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ نے بھی جب آپ مجھ سے ملنے آئے ہیں ان کی تیز چیخیں سنی ہیں یہاں تک کہ دو تین موقع پر شش و پنج کی حالت میں آپ نے گارڈ سے ان کو چپ کرانے کا بھی حکم دیا ہے بہر حال دیوانوں سے استدلال کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے جب انہیں مارا پیٹا جاتا ہے یا ان پر تشدد کیا جاتا ہے تو ان کی مجنونانہ چیخیں اور بھی شدید ہو جاتی ہیں میں سمجھتا ہوں ان افراد کی تعداد چالیس یا پچاس کے لگ بھگ ہے۔

مجھے اس صورت حال کا عرصہ سے علم ہے لیکن میں نے تین دن پہلے تک نہ یہ مسئلہ آپ سے چھیڑا اور نہ کسی اور سے، اور نہ اپنے وکیل سے، مجھے یہ بات معلوم ہے کہ جیل بہت وسیع ہے اور بڑی آسانی سے ان افراد کو ایسی جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے جہاں ان کی چیخیں اس جیل میں دوسرے ہوش

www.bhutto.org

مندر رہنے والوں کے اعصاب پر بوجھ نہ بن سکیں میرے ساتھ ایسا ہے کہ میں دیر سے سوتا ہوں اور نیند جلد ٹوٹ جاتی ہے۔ جب آدھی رات کے سناٹے میں ان کی مجنونانہ چیخیں یکایک گونجتی ہیں تو اس شور و غوغا سے میری نیند ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ سونا میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ میرے لئے یہ ایک معمولی سی اذیت ایک چھوٹی سی تکلیف ہے اور اس کا میرے ذہن میں مطلوبہ اثر نہیں ہوا جیسا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں۔

چونکہ اس انتظام سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوا جو مطلوب تھا اس لئے میں آپ سے کہوں گا کہ آپ اپنے افسران بالا سے سفارش کریں کہ ان بدنصیب افراد کو کسی اور وارڈ میں منتقل کر دیا جائے۔ جہاں ان کی عجیب و غریب حرکتیں جیل میں رہنے والوں کی پریشانی کا باعث نہ بنیں۔

بہرحال میں یہ نہیں چاہتا میری تکلیف دوسروں کو منتقل کی جائے اگر کوئی متناسب متبادل انتظام نہیں کیا جا سکتا تو میں چاہوں گا کہ یہ غریب مخبوط الحواس میری کوٹھی سے ملحق وارڈ ہی میں رہیں اور ان کی مجنونانہ حرکات کا بوجھ دوسروں کے لئے اذیت کا باعث نہ بنے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے افسران بالا نے اس طرح کے انتظامات کا حکم دے رکھا ہے اس لئے میں آپ کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ ان سے رجوع کریں ان سے اجازت لے کر مخبوط الحواسوں کو ایسے وارڈ میں رکھیں جو ہم سب لوگوں سے دور ہو دراصل تو ان افراد کو کسی پاگل خانے میں بھیجا جانا چاہئے جہاں ان کا معقول طبی علاج ہو۔

جب ان میں چھوٹی شکایتوں کے موضوع پر آپ کو متوجہ کر رہا ہوں تو میں آپ کو اس بات سے بھی مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے چار دنوں سے طویل عرصہ کے لئے پانی کا نل بھی بند ہو جاتا ہے۔ شاید ہی کسی فنی خرابی کی وجہ سے ہو۔ لیکن میں نے سوچا کہ آپ کو مطلع ہونا چاہئے۔

میں نے پہلے بھی آپ کو متعدد امور کے متعلق شکایتیں لکھ کر دی ہیں

بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد جنرل ضیاء کی جناب بھٹو سے پہلی ملاقات

www.bhutto.org

لیکن پہلی بار میں اس کی نقل اپنے وکیل کو بھی دے رہا ہوں۔ "

(دستخط)

ذوالفقار علی بھٹو

۲۸ر دسمبر ۱۹۷۷ء

کوٹ لکھپت جیل میں جناب بھٹو کو اعصابی طور پر شکست تسلیم کر لینے پر مجبور کرنے کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو ان کی بیرک کی دیوار کے قریب کوڑے لگائے جاتے تھے تاکہ وہ کارکنوں کی چیخوں پر اذیت محسوس کر سکیں۔

ذوالفقار علی بھٹو تقریباً ۵ ماہ تک کوٹ لکھپت جیل میں رہے۔ جب مولوی مشتاق کی سربراہی میں لاہور ہائیکورٹ کے ایک بینچ نے انہیں پھانسی کی سزا سنا دی اور ان کی طرف سے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی تو ڈپٹی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات مسٹر شوکت محمود کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ انہیں کوٹ لکھپت جیل سے سنٹرل جیل راولپنڈی منتقل کریں۔

کہا جاتا ہے کہ کوٹ لکھپت جیل سے جب ان کا سامان راولپنڈی لے جانے کے لئے سمیٹا گیا تو بھٹو صاحب نے اپنا وہ لباس اس سامان سے نکال کر پھینک دیا جو اس روز پہنا گیا تھا جس روز ہائیکورٹ نے انہیں پھانسی کی سزا کا حکم سنایا تھا۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات مسٹر شوکت محمود کے بقول جب بھٹو صاحب کو راولپنڈی لے جانے کے لئے جیل سے نکالا جا رہا تھا تو مسٹر شوکت محمود نے جیل کے بیرونی دروازے تک پہنچنے سے قبل ڈیوڑھی میں سے مین گیٹ کھلوانے کی بجائے جناب بھٹو کو چھوٹی کھڑکی میں سے باہر نکالنا چاہا جس پر جناب بھٹو نے مسٹر شوکت محمود سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں کہ جیل سے سر جھکا کر نکلوں گا، میں سینہ تان کر جیل میں داخل ہوا تھا اور اسی شان سے اس جیل سے نکلنا پسند کروں گا۔ "

مسٹر شوکت محمود کو مجبوراً جیل کا مین گیٹ کھولنے کا حکم دینا پڑا، بعدازاں جناب بھٹو کو پولیس کی عام بس میں سوار کر کے ایئرپورٹ پہنچا دیا گیا۔

سنٹرل جیل راولپنڈی میں ایام اسیری

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ۱۷ مئی ۱۹۷۸ء کوٹ لکھپت جیل لاہور سے سینٹرل جیل راولپنڈی منتقل کیا گیا جناب بھٹو کی کوٹ لکھپت جیل لاہور سے روانگی اور سنٹرل جیل راولپنڈی آمد کے وقت جیل اور مارشل لاء انتظامیہ کی طرف سے خصوصی اقدامات کیئے گئے۔

جنرل ضیاء اور ان کے حواریوں کے ذہنوں پر جناب بھٹو شہید کی شخصیت کی اس قدر ہیبت طاری تھی کہ وہ جناب بھٹو کو پابند سلاسل رکھتے ہوئے بھی ہروقت خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں کسی نہ کسی طرح بھٹو آزاد نہ ہو جائیں ...... راولپنڈی جیل منتقلی سے قبل مارشل لاء انتظامیہ نے جیل میں بھٹو صاحب کی نگرانی کے لئے غیر معمولی انتظامات کیے تھے۔ ان انتظامات کے بارے میں اگر کسی دوسرے ذرائع سے فراہم کردہ معلومات تحریر میں لائی جاتیں تو شائد کسی حد تک اسے مبالغہ آرائی سے تعبیر کیا جاتا مگر راولپنڈی سینٹر جیل کے سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ کرنل رفیع الدین نے اپنی کتاب "بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن" میں جو تفصیلات تحریر کی ہیں ان کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے، کرنل رفیع لکھتے ہیں۔

"میں ۱۹۷۸ء میں راولپنڈی چھاؤنی میں ۲۷ پنجاب رجمنٹ کی کمان کر رہا تھا۔ میری پلٹن ۱۱۱ بریگیڈ کے تحت تھی۔ مئی ۱۹۷۸ء کے پہلے ہفتے کے دوران ایک روز مجھے بریگیڈ ہیڈکوارٹر کی طرف سے حکم ملا کہ میں ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں رپورٹ کروں۔ جیل

www.bhutto.org

پہنچنے پر میں نے کمانڈر ۱۱۱ بریگیڈ، بریگیڈیئر ایم ممتاز ملک، جو سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (ایس ایم ایل اے) کی ڈیوٹی بھی انجام دے رہے تھے، کمشنر اور ڈپٹی کمشنر راولپنڈی، سپرنٹنڈنٹ انجینئر راولپنڈی اور جیل سپرنٹنڈنٹ چودھری یار محمد کو وہاں موجود پایا۔ کچھ دیر میں میجر جنرل شاہ رفیع عالم جو اس وقت ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (ڈی ایم ایل اے) بھی تھے تشریف لے آئے۔ ہم سب نے ایک ساتھ جیل میں عورتوں کے وارڈ کو گھوم کر دیکھا۔ جنرل صاحب نے جیل کے اندر زور و شور سے ہونے والے تعمیراتی کام کے بارے میں چند ہدایات دیں اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ بعدازاں مجھے بریگیڈ ہیڈکوارٹر طلب کیا گیا جہاں بریگیڈ کمانڈر ایم ممتاز ملک نے میرے نئے فرائض سے متعلق مجھے ضروری ہدایات دیں تب پتہ چلا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ۱۸ر مارچ ۱۹۷۸ء کو نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کے جرم میں لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے میں جو موت کی سزا سنائی گئی تھی، اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی ہے اور انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ سماعت کے دوران بھٹو صاحب کو کوٹ لکھپت جیل لاہور سے روالپنڈی جیل منتقل کر دیا جائے تاکہ سپریم کورٹ میں بھٹو صاحب کی پیشی کا عمل انتظامیہ کے لئے نسبتاً آسان ہو جائے۔

سنٹرل جیل راولپنڈی کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی ایک ڈیوڑھی آتی ہے جس کے بائیں جانب جیل کے دفاتر ہیں، دالان کے پار اندر پھر دوسرا آہنی دروازہ ہے۔ اس کے بعد کھلی جگہ ہے یہاں سے بائیں ہاتھ پر قیدیوں کا لنگر خانہ ہے اور دائیں ہاتھ کچھ فاصلے پر ایک الگ تھلگ عمارت ہے۔ بھٹو صاحب کی اس جیل میں اسیری سے پیشتر یہ الگ تھلگ عمارت قیدی خواتین کا وارڈ کہلاتی تھی۔

خواتین وارڈ آٹھ کوٹھڑیوں پر مشتمل تھا۔ چار کوٹھڑیاں ایک جانب اور چار دوسری جانب اور درمیان میں چند فٹ چوڑا دالان شمالاً جنوباً واقع تھا۔ دالان کے دونوں کناروں پر آہنی دروازے کے باہر تقریباً ۳۴ × ۳۶ فٹ کا صحن تھا۔ جس کے گرد تقریباً ۸ فٹ اونچی دیوار تھی اس صحن کی مشرقی طرف ایک دروازہ تھا جو ضرورت پڑنے پر بند کر دیا جاتا تھا۔ زنانہ وارڈ کے شمالی آہنی دروازہ اور ملحقہ دو کوٹھڑیوں کو فرش سے لے کر چھت تک ایک

www.bhutto.org

مضبوط دیوار کے ذریعے الگ کر کے اس حصہ کو مستقل طور پر بند کر دیا گیا جہاں ضروری آلات وغیرہ لگائے گئے۔ باہر سے جیل کے اندر سیکورٹی وارڈ تک سرنگ لگانے کو ناممکن بنانے کی خاطر کچے فرش کو کھود کر اس کی جگہ لوہے اور کنکریٹ کا مضبوط فرش بنایا گیا۔ چھت سے چند فٹ نیچے آہنی چھت بنائی گئی۔ اس کے نیچے لوہے کی موٹی چادروں سے سیلنگ کر دی گئی۔ پرانی اور نئی آہنی چھتوں کے خلا کے درمیان خار دار تاروں کے گچھے بھر دیئے گئے۔ اس ساری تبدیلی اور تیاری کا اصل مقصد یہ تھا کہ بھٹو صاحب کو چھت توڑ کر بھگا لے جانے کے امکان کو ختم کیا جاسکے، اسی مقصد کے پیش نظر کوٹھڑیوں کی دیواروں پر، جو پہلے یہ مضبوط پتھر سے بنائی گئی تھیں۔ موٹے پلستر کی تہیں چڑھا دی گئیں۔ اس وارڈ کو باقی جیل سے بالکل الگ تھلگ کرنے کے لئے ڈیوڑھی سے لے کر جیل فیکٹری کی دیوار تک اوپر پرانے زنانہ وارڈ کے ارد گرد واقع تمام کھلے علاقے کے ساتھ ساتھ اوپر تلے خار دار تاروں سے ایک دفاعی حصار تعمیر کر دیا گیا تھا۔ اس دفاعی حصار کے اندر اور ارد گرد گول گچھوں والے خار دار تار کے پانچ گچھے تین نیچے اور دو اوپر پھیلا دینے سے یہ ایک ناقابل عبور رکاوٹ بن گئے۔ ایک گچھے کی گولائی تقریباً ایک میٹر اونچی اور ایک میٹر چوڑی ہوتی ہے بیچ میں دس پندرہ فٹ خالی جگہ چھوڑ کر سیکورٹی وارڈ کی بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ ہر طرف اس طرح کی ایک اور رکاوٹ بھی بنا دی گئی تھی تاکہ سیکورٹی وارڈ پر کسی بھی نوعیت کے ممکنہ حملے یا وہاں سے بھٹو صاحب کے فرار کی کوشش کو ناکام بنایا جاسکے۔

سیکورٹی وارڈ کے ارد گرد کانٹے دار تاروں کی دو رکاوٹوں کے درمیان دس پندرہ فٹ خالی جگہ پر لکڑی اور فولاد سے پانچ مینار تعمیر کئے گئے تھے، جن پر ہر وقت چاق و چوبند اور مستعد نگہبان پہرہ دیا کرتے تھے۔ سیکورٹی وارڈ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں سرچ لائٹ سے روشنی کا انتظام کیا گیا۔ برقی رو کے اچانک بند ہوجانے یا کاٹ دینے کی ممکنہ صورتحال سے نبٹنے کی خاطر متبادل کے طور پر ایک جنریٹر کے علاوہ ایک قابل اعتماد الارم سسٹم بھی مہیا کر دیا گیا تھا۔ ڈیوڑھی سے اوپر کی منزل میں آپریشن روم قائم کر دیا گیا۔ ضروری نقشے اور چارٹ وائرلیس سیٹ، ٹیلیفون اور ڈیوٹی آفیسرز لاگ بک وغیرہ آپریشن روم میں رکھے گئے اور ان کمروں کی چھت کو ایک باقاعدہ چوکی کی شکل دے دی گئی۔ چھت کی اس

www.bhutto.org

چوکی سے سیکورٹی وارڈ کی ہر نقل و حرکت کے علاوہ تقریباً ساری جیل، جیل کے مضافات خصوصاً بڑی سڑکیں اور جیل کے صدر دروازے کے سامنے سارا علاقہ صاف نظر آتا تھا سیکورٹی وارڈ اور جیل تک پہنچنے والے تمام راستوں پر نظر رکھنے کی خاطر ڈیوڑھی کی چھت پر باضابطہ سنتری پوسٹیں تعمیر کی گئیں جن میں اسلحہ جات رکھنے کا بندوبست بھی کر دیا گیا تاکہ کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نبٹا جاسکے۔ یہ چھت ہوائی حملوں کے خطرات کی روک تھام کا بھی عمدہ ذریعہ ثابت ہوئی۔ چنانچہ یہاں دونوں قسم کی مشین گنیں یعنی زمینی اور طیارہ شکن توپیں، دفاعی مقصد کے لئے نصب کر دی گئیں۔ مزید بر آں جیل اور اس کے مضافات میں ایک طیارہ شکن بیڑی بھی متعین کر دی گئی۔ یہ تمام انتظامات ۱۵ر مئی ۱۹۷۸ء تک مکمل کر دیئے گئے اور ۱۷ر ۱۸ر مئی کی درمیانی شب کو میری بٹالین بھی جیل کے شمالی حصے کی پولیس لائنوں میں متعین کر دی گئی۔

بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی کے تحفظ کی خاطر محکمہ جیل خانہ جات، پولیس اور فوج کی درج ذیل فورسز تعینات رہیں۔

محکمہ جیل خانہ جات

(الف) سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی کی سرکردگی میں سنٹرل جیل کا موجودہ اسٹاف۔

(ب) انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات نے سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی کو مزید ۵۰ وارڈز کی اضافی فورس بھی بھیج دی۔

محکمہ پولیس

(الف) ایس ایس پی راولپنڈی کی سرکردگی میں ضلعی پولیس۔

(ب) ایس ایس پی راولپنڈی کو پولیس ٹریننگ کالج سہالہ سے پانچ سوسپاہیوں پر مشتمل ایک اضافہ پولیس فورس بھی مہیا کر دی گئی۔

(ج) آئی جی اور ڈی آئی جی کی ریزرو فورس میں پانچ سو (۵۰۰) مزید جوان بھی

www.bhutto.org

ایس ایس پی راولپنڈی کے ماتحت کر دیئے گئے۔

محکمہ فوج

(الف) ۲۷ پنجاب رجمنٹ کو بطور سیکورٹی بٹالین متعین کیا گیا۔
(ب) ایک کمپنی ایکس ۳ ایف ایف رجمنٹ کو بطور سپیشل ٹاسک فورس متعین کیا گیا۔
(ج) بیٹری ۹۴ لائٹ انٹی ایئر کرافٹ رجمنٹ کو بطور سپیشل ٹاسک فورس متعین کیا گیا۔

خفیہ آلات۔۔ مئی ۱۹۷۸ء کے دوسرے ہفتے میں یعنی بھٹو صاحب کو پنڈی جیل میں آمد سے صرف چند روز پیشتر مجھے اطلاع دی گئی کہ ایک انٹیلی جنس ایجنسی کی طرف سے فلاں صاحب ضروری ساز و سامان لے کر آئیں گے تاکہ سیکورٹی کا جامع اور مکمل بندوبست ہوسکے۔ چنانچہ اگلی صبح ایک ڈائریکٹر کے ہمراہ دو ٹیکنیشنز آئے اور انہوں نے اس کوٹھڑی کی دیوار میں خفیہ جاسوسی آلات نصب کئے جس میں بھٹو صاحب کو رکھا جانا تھا۔ یہ آلات وائرلیس کے علاوہ زیر زمین تار سے بھی جوڑ دیئے گئے جسے جیل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر کے متصل کمرہ میں لے جایا گیا۔ ایک دو ہفتوں بعد یہ زیر زمین تار بڑھا کر میری پلٹن کے ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے تک بھی پہنچا دیا گیا، تاکہ جیل میں کسی کو بھی معلوم نہ ہوسکے کہ ان خفیہ آلات سے کس وقت کام لیا جاتا ہے اور کس وقت ڈیوٹی پر انٹیلی جنس کے خاص آدمی موجود نہیں ہوتے۔ شروع شروع میں یہ آلات پورا دن اور گئی رات تک کام کرتے رہے مگر چند ہفتوں بعد چونکہ بھٹو صاحب کے پاس رات کو کوئی آدمی نہ جاتا تھا اس لئے آپریٹرز ان آلات کو شام آٹھ نو بجے کے قریب بند کرکے واپس چلے جاتے اور پھر صبح آکر تمام دن نگرانی کی جاتی۔ خرابی یا ترمیم کی حالت میں ان آلات تک پہنچنے کے لئے سیکورٹی وارڈ کے شمالی دو کمرے ایک نئی دیوار تعمیر کرکے الگ کر دیئے گئے اور انہیں جیل کے ہر شخص کے لئے آؤٹ آف باؤنڈ قرار دے دیا گیا تاکہ یہ خفیہ آلات ان کی پہنچ سے باہر اور محفوظ رہیں۔ یہ تھے وہ حفاظتی انتظامات جو اسیری کے دوران بھٹو صاحب کو سنٹرل جیل

www.bhutto.org

راولپنڈی لانے سے پہلے عمل میں لائے گئے۔ ویسے ان کی اسیری کے دوران نت نئے واہمے اور مفروضے جنم لیتے رہے اور ان کے توڑ بھی صادر ہوتے رہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ذوالفقار علی بھٹو کی شخصی ہیبت اور عوامی مقبولیت کی شدید دہشت طاری ہے اور ان تہہ در تہہ حفاظتی اقدامات کے باوجود کسی غیر متوقع اور اچانک اقدام سے بھٹو صاحب کے بچ نکلنے کے کئی امکانات موجود ہوں۔ سنگ و آہن کی دیواروں اور فولادی چھتوں کے اندر محبوس ایک شخص نگرانی پر مامور دائرہ در دائرہ مسلح دستوں کی موجودگی نے بھی ہماری نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ لیکن دوسری طرف جب میں بھٹو کی طرف دیکھتا تو وہ ہمیشہ مجھے بے پروائی اور بے نیازی ہی کے عالم میں نظر آتے۔"

کرنل رفیع نے جیل حکام کی طرف سے کئے جانے والے انتظامات کی تفصیلات میں بار بار لفظ "سیکورٹی وارڈ" استعمال کیا ہے لیکن دراصل یہ وہ موت کی کوٹھری تھی، جس میں جناب بھٹو کو رکھا گیا تھا۔ کرنل رفیع نے اس کال کوٹھری کا سائز ۷ × ۱۲ بتایا ہے۔ کرنل رفیع نے سیکورٹی وارڈ کا لفظ استعمال کر کے عوام کے ذہنوں میں یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ متذکرہ وارڈ بھٹو صاحب سیکورٹی یعنی حفاظت کے لئے تیار کروایا گیا تھا حالانکہ مارشل لاء انتظامیہ نے موت کی یہ کوٹھری صرف اس لئے خصوصی طور پر تیار کروائی تھی کہ بھٹو کی زندگی کو محفوظ بنانے کی کوئی بھی کوشش جو کسی بھی طرف سے ہو ناکام بنائی جاسکے اور بھٹو صاحب کو بالا آخر موت کی وادی میں دھکیل دیا جائے۔ سنٹرل جیل راولپنڈی کی اس کال کوٹھری میں جناب بھٹو کی زندگی کے آخری ۳۲۳ دن انتہائی اذیت اور کربناک حالت میں گزرے، جیل حکام اور مارشل لاء انتظامیہ کے کارندوں کا رویہ ان کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز اور ظالمانہ رہا، کرنل رفیع خود اپنی کتاب میں اعتراف کرتے ہیں۔

"دراصل حکومت بھٹو کے ساتھ پھانسی کے سزا کے مجرم کا سلوک روا رکھنا چاہتی تھی۔ بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران مارشل لاء حکام کے حفاظتی انتظامات اور طریقہ کار فوجی طریقوں سے بھی زیادہ سخت اور ہوشیاری سے بنائے گئے تھے۔ جیل سپرنٹنڈنٹ تو جیل کا گورنر ہوتا ہے اسے تالوں کی چابیاں خود اٹھانے اور ان تالوں کو خود کھولنے کا خیال کیسے آسکتا ہے جب کہ درجنوں وارڈ اس کے آگے اور پیچھے چلنے کے لئے موجود ہوں، مگر

ذوالفقار علی بھٹو پولیس کی حراست میں

www.bhutto.org

مارشل لاء حکام کے احکامات کے مطابق جب کبھی سپرنٹنڈنٹ یا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو "سیکورٹی وارڈ" میں خود اکیلے یا کسی بالا افسر کے ساتھ جانا ہوتا تو تمام تالوں کی چابیاں خود اٹھاتا۔ خود ہی تمام تالوں کو کھولتا اور خود ہی بند کرتا ...... یہ حکم بھی موجود تھا کہ جب تک سیکورٹی بٹالین کمانڈر، ایس ایم ایل اے اور ڈی ایم ایل اے تینوں کے تینوں حاضر نہ ہوں بھٹو صاحب کو جیل سے نہیں نکالا جاسکتا۔ "کرنل رفیع مزید اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "۲۴ر مارچ ۱۹۷۹ء کو نظرثانی کی اپیل کے فیصلے کا اعلان ہوتے ہی مجھے اور جیل سپرنٹنڈنٹ کو نئے احکامات پر عمل کرنے کا حکم ملا" "بہرحال احکامات پر عمل درآمد تو ہونا ہی تھا جیل حکام نے فوراً عمل شروع کر دیا۔ نوار کی چارپائی کو ان کے سیل سے نکال دیا گیا لیکن بھٹو صاحب نے لوہے کی چارپائی اندر نہ ڈالنے دی اور گدا سیل کے فرش پر ہی بچھالیا۔ انہوں نے اپنی ادویات اور حجامت کا سامان سیل سے باہر نہ نکالنے دیا۔ جیل حکام نے فیصلہ کیا کہ جب وہ غسل خانے میں جائیں گے تو یہ چیزیں ان کے سیل سے نکال لی جائیں گی۔ یا تو یہ بات انہوں نے سن لی یا پھر کسی نہ کسی طرح ان کو بتادی گئی۔ اس لئے وہ غسل خانے سے کموڈ جو لکڑی کا ڈبہ ہی تھا جاکر خود اٹھالائے اور اسے سیل کے ایک کونے میں رکھ دیا اور پھر سیل سے باہر نکلنے پر رضامند ہی نہ ہوئے جب جیل حکام نے یہ دیکھا تو چند وارڈ اکھٹے کئے گئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ کارروائی ہر حالت میں کی جائے گی۔ بھٹو صاحب نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک بے بس انسان کی طرح خاموش رہے اس طرح جیل حکام نے ان کے سیل سے ان کی ادویات اور حجامت کا سامان نکال لیا۔ وہ اس کارروائی پر بے حد غضبناک ہوئے مگر ساتھ ہی ساتھ بے بسی کا عالم بھی تھا۔ قہر درویش بر جان درویش والی بات ہوئی۔ جب وہ اور کچھ نہ کرسکے تو انہوں نے ۲۴ر مارچ کو بھوک ہڑتال کردی۔ انہوں نے ۲۳ر مارچ شام کو کھانا کھایا تھا اس کے بعد انہوں نے کچھ کھایا نہ کچھ پیا، انہوں نے ۹ دن مسلسل بھوک ہڑتال کی، اتنی لمبی بھوک ہڑتال سے وہ بے حد کمزور ہوگئے تھے۔ ۲۹ر مارچ کو مسٹر پیرزادہ ان سے ملنے جیل کے دفتر میں آئے، مجھے بتایا گیا کہ مسٹر بھٹو صرف ایک تولیہ اپنے اردگرد لپیٹے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے کپڑے خود دھوئے ہیں اور وہ سوکھ رہے ہیں۔ انہیں جیل حکام نے بتایا کہ مسٹر پیرزادہ انتظار میں بیٹھے ہیں۔ تب

انہوں نے اپنے دھوئے ہوئے کپڑے جو آدھے خشک اور کچھ گیلے ہی تھے پہن کر مسٹر پیرزادہ سے ملاقات کی۔

" بھٹو صاحب کی حالت جیل میں بد سے بدتر ہو رہی تھی مگر اس شخص نے ذرا بھر پروانہ کی اور تمام تکالیف جھیلتا رہا اور اپنے طریقے سے لڑائی لڑتا رہا۔ "

" ۶ر فروری ۱۹۷۹ء کو جب رحم کو اپیل بھی مسترد کر دی گئی تو ہر شخص کا رویہ بالکل بدل گیا اس کے بعد میں جب بھی بھٹو سے ملا، انہوں نے یہی گلہ کیا کہ ان کی بے عزتی ہو رہی ہے اور عام وارڈ بھی ذرا برابر پروا نہیں کرتا۔ میں نے کوشش کی کہ جیل حکام اتنی سختی نہ کریں، لیکن سب نے آنکھیں پھیر لی تھیں "

بھٹو صاحب کی کڑی نگرانی پر معمور جنرل ضیاء کے خاص آدمی کرنل رفیع الدین کے اپنی کتاب میں تحریری اعترافات اپنی جگہ مگر حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کرنل رفیع نے بھٹو صاحب کے ساتھ جیل حکام کے رویہ سے متعلق لکھا ہے وہ اس ظلم اور زیادتی کا عشر عشیر بھی نہیں جو زندگی کے آخری ۳۲۳ دنوں میں بھٹو صاحب کے ساتھ کی گئی۔

سنٹرل جیل راولپنڈی میں بھٹو صاحب کے تقریباً ۱۱ ماہ کی قید کے دوران بھٹو صاحب سے جن افراد کو ملنے کی اجازت دی گئی ان کی تعداد صرف ۲۵ تھی یہ افراد مندرجہ ذیل ہیں۔ بیگم نصرت بھٹو، محترمہ بے نظیر بھٹو، دوست محمد اعوان (وکیل)، یحییٰ بختیار (وکیل) غلام علی میمن (وکیل)، حفیظ لاکھو (وکیل)، لیفٹننٹ جنرل شوکت علی (ڈاکٹر)، محترمہ امیر بیگم بھٹو، مسٹر صدیق کھرل، مسٹر نسیم الاسلام، بیگم منور الاسلام، ڈاکٹر ظفر نیازی، مجید پیرزادہ، مسٹر امداد بھٹو، مس رخسانہ بھٹو، مس شبنم بھٹو، محترمہ شریں، امیر بیگم، چودھری مختار احمد، عزیز الرحمان، مسٹر مظفر علی بھٹو، نبی بخش بھٹو، مظفر مصطفیٰ و بیگم مظفر، حفیظ پیرزادہ، یاسین وٹو، مشتاق علی بھٹو، ممتاز علی بھٹو، مسٹر طارق الاسلام، محترمہ شاہ بانو ہیں۔ ان کے علاوہ بعض اوقات بھٹو صاحب کی بیماری کی حالت میں بعض ڈاکٹروں کو بھٹو صاحب کی کال کوٹھڑی میں لے جایا گیا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو ایسی عظیم و باغ و بہار شخصیت جو ملک وزیر خارجہ، صدر مملکت، وزیر اعظم پاکستان، اسلامی سربراہی کانفرنس کے چیئرمین، تیسری دنیا کے تسلیم شدہ قائد اور

www.bhutto.org

نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے ممالک میں بسنے والے کروڑوں عوام کے محبوب ترین لیڈر رہ چکے ہوں اور جو خود اپنے کروڑوں چاہنے والوں سے ملنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہوں، ان کے لئے یہ اذیت کیا کم ہے کہ انہیں زندگی کے آخری طویل گیارہ ماہ کے عرصہ میں صرف ۲۵ افراد سے ملنے کا موقع دیا گیا اور ان گیارہ ماہ کی ملاقاتوں میں سے آخری ماہ کی ملاقاتوں کے علاوہ کوئی ملاقات بھی ۳۰ منٹ سے زائد نہ تھی۔

www.bhutto.org

جنزل ضیاء نے بھٹو کے قتل کا فیصلہ کرلیا تھا

بظاہر ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے مقدمہ میں ملوث کر کے عدالتی فیصلہ کی ذریعے تختہ دار پر چڑھایا گیالیکن دراصل جناب بھٹو کو قتل کرنے کا فیصلہ جنزل ضیاء نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے سے پہلے ہی کرلیا ہوا تھا۔ جس فوجی ٹولے نے جناب کو قتل کرنے کا فیصلہ جنزل ضیاء نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے سے پہلے ہی کرلیا ہوا تھا جس فوجی ٹولے جناب بھٹو سے حکومت چھیننے کے جنزل ضیاء کے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا۔ اس کے بعض ممبران کی رائے یہ تھی کہ جس طرح بنگلہ دیش میں شیخ مجیب الرحمان اور ان کے اہل خانہ کو فوجی بغاوت کے وقت قتل کر دیا گیا تھا اس طرح ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے اہل خانہ کو بھی قتل کر دیا جائے اور بعدازاں کہا جائے کہ بھٹو نے اپنی کرسی بچانے کے لئے مزاحمت کی تھی جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہو گئے۔ لیکن چونکہ جناب بھٹو ایک دور اندیش اور زیرک سیاستدان تھے۔ تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی اور دنیا بھر میں فوجی بغاوتوں کے نتیجہ میں رونما ہونے والے واقعات ان کے سامنے تھے لہٰذا اپنی حکومت کا تختہ الٹے جانے کی انتہائی اہم اور ناقابل برداشت گھڑی میں بھی انہوں نے حوصلہ، ہمت اور سیاسی تدبر سے کام لیا اور اقتدار کے بھوکے جنزل ضیاء اور ان کے حواریوں کو یہ مواقع فراہم نہ کیا کہ وہ بھٹو کی طرف سے مزاحمت کا بہانہ بنا کر ان کی زندگی ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تاہم جنزل ضیاء نے بھٹو کو ہمیشہ کے لئے اپنے راستے سے ہٹانے کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہ کی اور بھٹو کے قتل کے لئے بہانہ تلاش کرنے لگا۔ بالآخر انہوں نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے دو ماہ دس روز کے بعد یعنی ۱۷/ ستمبر ۱۹۷۷ء کو جناب بھٹو کو ایسے مقدمہ قتل میں گرفتار کرنے کا حکم دے

www.bhutto.org

دیا جس میں پہلے ہی جسٹس شفیق الرحمان جناب بھٹو کو باعزت بری کر چکے تھے۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران جو واقعات پیش آئے اور اس مقدمہ پر جو عدالتی فیصلے سامنے آئے وہ ایک لگ بحث ہے مگر یہ بات ناقابل تردید ہے اگر جناب بھٹو اس مقدمہ قتل سے عدالتوں کے ذریعے بری ہوجاتے تب بھی ان کی جان نہ بچ سکتی...... کرنل رفیع الدین جنہیں جنرل ضیاء کے حکم سے خصوصی طور پر سپریم کورٹ میں جناب بھٹو کے مقدمہ قتل کی سماعت کے دوران سنٹرل جیل راولپنڈی میں جناب بھٹو کے کال کوٹھری میں مقید رہنے کے ۳۲۳ ایام کے دوران مارشل لاء انتظامیہ کا سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا تھا نے اپنی کتاب "بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن" کے صفحہ نمبر ۸۹ پر لکھا ہے۔

"۵ر فروری ۱۹۷۹ء کو دس بجے صبح مجھے ایس ایم ایل اے کے ساتھ ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے دفتر بلایا گیا جہاں ہمیں بتایا گیا کہ شائد کل مورخہ ۶ر فروری کو سپریم کورٹ بھٹو صاحب کی اپیل منظور کرنے کے بعد حکم جاری کرے کہ ان کو آزاد کر دیا جائے مگر ایسے حکم کے باوجود بھی ان کو جیل سے باہر نہیں جانے دیا جائے گا۔ وہ مارشل لاء کے تحت کئی اور مقدمات میں مطلوب ہیں جن کے تحت ان پر الگ مقدمہ چلایا جائے گا۔ مجھے صاف صاف بتا دیا گیا کہ اگر سپریم کورٹ بھٹو صاحب کے لئے آزادی کا حکم بھی صادر کر دے کہ انہیں جیل سے نکال دیا جائے تو بھی ان کو جیل سے باہر ہرگز نہیں جانے دیا جائے گا۔ مجھے اس وقت صاف پتہ چل گیا تھا کہ بھٹو صاحب کو حکام کسی بھی حالت میں آزاد نہیں ہونے دیں گے اور انہیں ہرحالت میں سزا ہونی ہے جس کا مجھے بے حد ملال ہوا۔ صرف مارشل لاء جیسے نظام میں ایسا حکم صادر کیا جاسکتا ہے کہ اگر ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کسی مقدمے کا فیصلہ دے تو اس کو بھی نہ ماننے کا حکم دیا جاسکتا ہے...... مجھے دوسرے ذرائع سے بھی معلوم ہوا کہ ایک خاص ملٹری کورٹ بھی مقرر کر دیا گیا تھا تاکہ اگر سپریم کورٹ کا فیصلہ حسب منشاء نہ ہوا تو اس کورٹ میں بھٹو

گوشہ گمنامی جن کا مقدر ٹھہری

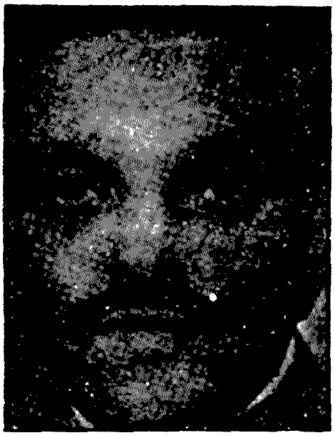

۴ر جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء کی قیادت میں جن جرنیلوں نے جناب بھٹو کو حکومت سے محروم کر کے اقتدار پر قبضہ جمایا ان میں جنرل ضیاء کے علاوہ پانچ کور کمانڈر جنرل فیض علی چشتی، جنرل محمد اقبال، جنرل سوار خان، جنرل جہانزیب ارباب اور جنرل غلام حسن شامل تھے۔ ان جرنیلوں میں سے جنرل ضیاء فضائی حادثہ میں ہلاک ہوگئے، جب کہ باقی تمام جرنیل ریٹائرڈ ہو کر گوشہ گمنامی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں

www.bhutto.org

صاحب کے مقدموں کی سماعت کی جائے گی۔ "

نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل کے تحت جناب بھٹو کی گرفتاری سے تین روز قبل یعنی ۱۴ر ستمبر ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء کا ایک انٹرویو اخبارات میں شائع ہوا جس میں انہوں نے زور دیا کہ

"میں نے سیاسی قاتلوں کا سراغ لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ تحقیقات کا ہر دائرہ مسٹر بھٹو کی ذات تک پہنچتا ہے۔ اب قانون حرکت میں آچکا ہے اور شواہد کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ مسٹر بھٹو اور ان کے ساتھی سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ مجرموں کی بیخ کنی میں مارشل لاء کو بھی استعمال کیا جائے گا۔ "

دہلی سے شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت ہفت روزہ مستقیم نے ۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کی اشاعت میں جنرل ضیاء کی طرف سے بھٹو صاحب کو اپنے راستہ سے ہمیشہ کے لئے ہٹانے کے جنرل ضیاء کے منصوبہ کے بارے میں ایک خصوصی رپورٹ شائع کی اس رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ کہ امریکہ اور برطانیہ کی نظر میں جنرل ضیاء الحق کی کمزوری یہ تھی کہ وہ بھٹو سے خائف تھے اس لئے انہوں نے بھٹو کو پھانسی چڑھانے کا قطعی فیصلہ کرلیا تھا...... وہ نہیں چاہتے تھے کہ بھٹو کو پھانسی کی صورت میں رحم کی اپیل صدر فضل الٰہی چودھری کے پاس آئے اور وہ ان کی سزائے موت ختم کردیں لہٰذا انہوں نے صدر فضل الٰہی چودھری کو ایوان صدر سے چلتا کیا........... صدر فضل الٰہی چوہدری کے صاحب زادے چوہدری عطاء الٰہی نے بھی انہی دنوں ایک اخباری بیان میں اپنے والد کی ایوان صدر سے رخصتی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ " جنرل ضیاء الحق چودھری فضل الٰہی کو عہدہ صدارت پر محض اس شرط پر برقرار رکھنے پر آمادہ تھے کہ چودھری فضل الٰہی بھٹو کی رحم کی اپیل منظور نہ کرنے کی یقین دہانی کرائیں چونکہ فضل الٰہی چودھری یہ یقین دہانی نہیں کرانا چاہتے تھے لہٰذا جنرل ضیاء نے انہیں اس عہدہ سے رخصت کرکے خود صدر بن جانے کو ترجیح دی تاکہ جناب بھٹو کو راستے سے ہٹانے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ "

www.bhutto.org

لفٹننٹ جنرل رفیع عالم جو جناب بھٹو کو پھانسی دینے سے دو ہفتے پہلے تک راولپنڈی میں ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھے نے بھٹو شہید کی پھانسی پر اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے لاہور کے ایک جریدے مون ڈائجسٹ کو انٹرویو کے دوران بتایا کہ وہ بھٹو صاحب کو پھانسی دینے کے حق میں نہیں تھے اور انہوں نے ملٹری کونسل کے اجلاس میں بھٹو کی پھانسی کی سزا پر عمل در آمد نہ کرنے کی آواز اٹھائی تھی اس لئے انہیں بھٹو کی پھانسی کی سزا پر عمل در آمد سے دس پندرہ روز پہلے ۲۳ر مارچ ۱۹۷۹ء کو راولپنڈی سے تبدیل کر دیا گیا۔"

سپریم کورٹ کے سات میں سے چار ججوں نے نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل میں جناب بھٹو کو لاہور ہائیکورٹ کی طرف سے دی جانے والی سزائے موت بحال رکھی تھی جب کہ تین ججوں نے اس تمام مقدمہ قتل کو مفروضہ پر مبنی قرار دیتے ہوئے جناب بھٹو کو باعزت بری کر دیا اور ان کو فوراً رہائی کا حکم دیا تھا تاہم سپریم کورٹ کے فیصلہ کی ایک اہم بات یہ تھی کہ سپریم کورٹ کے تمام ججوں نے متفقہ طور پر یہ سفارش کی تھی کہ صدر چاہیں تو بھٹو کی سزا میں تخفیف کر سکتے ہیں۔ یہ دنیا بھر میں پہلی مثال تھی کہ سپریم کورٹ نے اس قسم کی شفارش کی ...... سپریم کورٹ کی اس متفقہ شفارش کے بعد جنرل ضیاء کے لئے کوئی اخلاقی یا قانونی جواز باقی نہ تھا کہ وہ جناب بھٹو کی سزا میں تخفیف نہ کریں، لیکن جنرل ضیاء نے سپریم کورٹ کی اس سفارش کی پرواہ نہ کی اور بھٹو صاحب کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا...... جنرل ضیاء نے یہ موقف اپنایا کہ وہ عدالتوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور نہ ہی عدالت کی طرف سے دی گئی کسی سزائے موت کو معاف کرتے ہیں ...... جنرل ضیاء کی یہ بات سفید جھوٹ ثابت ہوئی۔ کیونکہ اسی عرصہ میں انہوں نے تین افراد کی سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا تھا...... شبنم ڈکیتی کیس کے ملزمان کی سزا بھی معاف کر دی گئی جب کہ مجموعی طور پر ایک سو سے زیادہ افراد کی سزائے موت معاف کی گئی......

جنرل ضیاء بھلا کس طرح جناب بھٹو کی سزائے موت ختم کر سکتے تھے۔ جب کہ جناب بھٹو کو سزائے موت دلوانے کے لئے تو انہوں نے خود سو جتن کئے تھے۔ بھٹو کا قتل ہی ان کی سب سے بڑی خواہش تھی جو سپریم کورٹ کے ذریعے پوری ہو رہی تھی۔

www.bhutto.org

جناب بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے کے تمام مراحل کے انچارج اور جنرل ضیاء کے دست راست لیفٹننٹ جنرل فیض علی چشتی نے اپنی کتاب "بھٹو، ضیاء اور میں" کے صفحہ نمبر ۷۰ پر انکشاف کیا ہے۔

"جمعہ ۲ ستمبر ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء نے مجھے گھر بلایا اور کہا کہ وہ چپکے سے کراچی جانا چاہتے ہیں۔ انہیں چکلالہ میں فضائیہ کے اڈے سے فیلکن جہاز میں ۱۱ بجے دن کو جانا تھا لیکن ایک اور بھی ضروری کام کی وجہ سے وہ وہاں نہ جاسکتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی بجائے میں کراچی جاکر جنرل ارباب سے ملوں اور ان کو بھٹو صاحب کو گرفتار کرنے کے لئے ان کے احکام زبانی پہنچادوں۔ میں نے جنرل ضیاء سے کہا کہ یہ پیغام تو ٹیلی فون پر، سبز ٹیلی فون یا خفیہ ٹیلی فون کے ذریعے دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا پیغام زبانی دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں فیلکن کے ذریعہ جو چکلالہ میں تیار کھڑا ہے اسی وقت کراچی روانہ ہوجاؤں۔ کراچی میں بریگیڈیئر سید رفاقت مجھے خوش آمدید کہا اور سیدھا لیفٹننٹ جنرل ارباب کی قیام گاہ تک لے گئے۔ میں نے ان کے پاس دو گھنٹے کے قریب رہا اور جنرل ضیاء کا پیغام انہیں پہنچا دیا۔"

"۳ ستمبر کو بھٹو صاحب کو قتل کے الزام میں کراچی میں گرفتار کرلیا گیا، انہیں ایف آئی اے کے کارندے فیلکن جہاز میں لاہور لے گئے"

جنرل چشتی مزید لکھتے ہیں۔

"جس رفتار سے بھٹو صاحب کی رحم کی درخواست پر کارروائی کی گئی اس کے چند عجیب و غریب پہلو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی جواز نظر نہیں آتا اگر تمام حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ یہ جنرل ضیاء اور پنجاب کے نئے گورنر جنرل سوار کے درمیان ایک سوچی سمجھی سکیم تھی۔ آخر اس معاملہ میں

www.bhutto.org

معمول کے مطابق طریقہ کار کیوں نہیں اختیار کیا گیا۔ جنرل سوار خان کو کیا جلدی تھی کہ انہوں نے رحم کی درخواست فوری طور پر مسترد کر کے ہاتھوں ہاتھ جنرل ضیاء کے پاس پہنچادی۔ ہر قدم اتنی عجلت میں کیوں اٹھایا گیا؟ بھٹو کو ضوابط کے خلاف رات کے اندھیرے میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا آخر کیوں؟ گورنر پنجاب کو رحم کی درخواستیں منظور کرنے کا حق حاصل تھا۔ اگر وہ منظور کر لیتے تو یہ معاملہ اپیل کے لئے ضیاء کے پاس کبھی نہ جاتا"

جنرل چشتی نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۷ پر مزید انکشاف کیا ہے۔

"جب بھٹو صاحب کے مقدمہ کے فیصلے کا اعلان ہونے والا تھا تو شیخ زید بن سلطان النہان صاحب پاکستان میں تھے۔ جب فیصلے کی تاریخ کا اعلان ہوا تو شیخ النہان نے جنرل ضیاء سے کہا کہ جب تک وہ پاکستان میں ہیں اس مقدمہ کا فیصلہ نہ سنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تاریخ موخر کر دی جائے اور اگر یہ ممکن نہیں تو وہ فوراً ہی واپس وطن جانا چاہیں گے۔ کیونکہ وہ اس دن پاکستان میں نہیں رہنا چاہتے جس روز بھٹو کے مقدمہ کا فیصلہ سنایا جائے۔ جنرل ضیاء نے کہا وہ عدالت سے فیصلہ سنانے کی تاریخ آگے بڑھانے کے لئے کہیں گے۔ جنرل ضیاء نے شیخ النہان کو عشائیہ پر مدعو کیا جسے انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد وہ خود شیخ صاحب سے ملاقات کے لئے گئے۔ ملاقات میں شیخ النہان نے جنرل ضیاء پر واضع کر دیا کہ وہ زندہ بھٹو سے تو مذاکرات کر سکتے ہیں بے جان بھٹو سے نہیں، انہوں نے مزید کہا کہ مقتول بھٹو ساری عمر انہیں اذیت دیتا رہے گا۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ بھٹو صاحب نے پاکستان کی بہت زیادہ خدمت کی ہے۔ بعد میں شیخ النہان نے جنرل ضیاء سے اپنی ملاقات کے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کا اندازہ یہی ہے کہ جنرل ضیاء بھٹو کو پھانسی دے دیں گے حالانکہ انہوں نے ان کی جان بخشی کی یقین دہانی کرائی ہے۔ انہیں یہ ضیاء صاحب کی آنکھوں سے نظر آ رہا

www.bhutto.org

تھا۔ "

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری سے لے کر پھانسی تک کے مراحل من پسند طریقے سے طے کرنے کے لئے جنرل ضیاء نے خصوصی منصوبہ بندی کی تھی اور ہر جگہ انہوں نے اپنے قابل اعتماد افراد کو ذمہ داریاں سونپی تھیں اور یہ ذمہ داریاں جنرل ضیاء کی خواہش کی مطابق پوری کرنے پر جنرل ضیاء نے ان افراد کو خصوصی مراعات سے نوازا...... جنرل فیض علی چشتی اپنی کتاب بھٹو، ضیاء اور میں" کے صفحہ نمبر ۲۲۷ پر لکھتے ہیں۔

"جہاں تک مارشل لاء انتظامیہ کا تعلق تھا۔ اس کے ذمہ داران افسران ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی کے انچارج لیفٹننٹ کرنل رفیع تھے، ان کے اوپر بریگیڈیئر راحت لطیف، ان سے اوپر راولپنڈی ڈویژن کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر میجر جنرل جعفر حسین اور ان سب پر پنجاب کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹننٹ جنرل سوار خان تھے۔

اپریل ۱۹۷۹ء کو بھٹو کی پھانسی کے بعد لیفٹننٹ کرنل رفیع کو ترقی دے کر کسی بیرونی ملک میں فوجی اتاشی لگا دیا گیا۔ بریگیڈیئر راحت لطیف کو میجر جنرل بنایا گیا۔ میجر جنرل صغیر کو لیفٹننٹ جنرل کے عہدہ پر مقرر کیا گیا اور ریٹائر ہونے کے بعد انہیں اردن میں سفیر بنا کر بھیجا گیا اور لیفٹننٹ جنرل سوار خان کو وائس چیف آف آرمی شاف کا منصب دیا گیا۔

www.bhutto.org

بھٹو کو یقین تھا کہ انہیں زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اعلیٰ اصولوں کی پاسداری اپنے ملک کے عوام کے ساتھ بے پناہ محبت اور اٹوٹ وابستگی اور وطن عزیز کی سلامتی استحکام اور آنے والی نسلوں کے روشن اور درخشندہ مستقبل کے لئے باطل قوتوں اور ملک و قوم کی تباہی کی طرف لے جانے والوں کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں جان سے مار دیا گیا۔ جناب بھٹو اگر چاہتے تو اصولوں کی قربانی دے کر اپنی جان بچا سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنی جان قربان کر کے اپنے اصول بچا لئے۔ جناب بھٹو نے یہ سودا جان بوجھ کر کیا کوئی عام انسان اتنا بڑا فیصلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔ مگر جناب بھٹو چونکہ ایک عام انسان نہیں تھے۔ وہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے عطاء کردہ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک عظیم راہنما تھے۔ لہٰذا انہوں نے کہا۔

"میں فوج کے ہاتھوں مرنا پسند کروں گا تاریخ کے ہاتھوں نہیں"

جناب بھٹو ایک تاریخ ساز شخصیت تھے۔ اپنی زندگی میں بھی وہ کروڑوں عوام کی لازوال محبت کی دولت سے مالا مال رہے۔ اور اپنی شہادت کے بعد بھی انہیں دل سے چاہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا کمی نہیں۔ جناب بھٹو نے بحیثیت عوامی قائد اپنے دلیرانہ اور بیباکانہ کردار اور سب کچھ جانتے ہوئے جام شہادت نوش کرنے کا عمل انہیں نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے عوام کی نظروں میں جو شہرت، عزت اور عظیم مرتبہ عطاء کیا وہ بھی ان کی جان کے دشمنوں کو برداشت نہ ہو گا۔ اور انہوں نے تمام تر وسائل استعمال کرتے ہوئے یہ

www.bhutto.org

کوشش کی کہ یہ تاثر قائم کیا جائے۔ کہ بھٹو کو یقین نہیں تھا کہ انہیں پھانسی دے دی جائے گی۔ بلکہ وہ مغالطہ میں مارے گئے۔ اور آخری وقت تک یہی سمجھتے رہے کہ ان کے ساتھ ڈرامہ کیا جارہا ہے۔ جنرل ضیاء اور ان کے حواریوں نے یہ تاثر قائم کرنے کے لئے کروڑوں روپے کی رقم خرچ کی۔ تمام ذرائع ابلاغ خریدنے کی کوشش کی گئی۔ اور بڑی بڑی رقمیں دے کر کرائے کے کالم نگاروں اور مضمون نویسوں سے اہم ملکی اور بین الاقوامی اخبارات میں کالم اور مضامین لکھوائے گئے۔ تاہم سچی بات چھپائی نہ جا سکی۔ اور مختلف واقعات و شواہد نے ثابت کر دیا کہ بھٹو صاحب کو پہلے روز سے ہی اس بات کا یقین تھا۔ کہ انہیں زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔ تاوقت کہ وہ اپنے اصولوں اور موقف سے دست بردار ہو کر حکمران ٹولہ سے سمجھوتہ نہ کرلیں۔ بھٹو شہید نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی جان دے دیں گے۔ مگر اپنے ملک اور عوام کے ساتھ بے وفائی نہیں کریں گے۔

بھٹو شہید کی شریک حیات بیگم نصرت بھٹو اور بہت ہی پیاری بیٹی بے نظیر بھٹو جب جیل کی کال کوٹھر میں بھٹو شہید سے ملاقات کرنے جاتیں تو وہ اکثر انہیں تلقین کرتے "میں جانتا ہوں جنرل ضیاء کیا چاہتا ہے۔ مگر تم میری پوزیشن پر اس سے کوئی سودے بازی نہ کرنا۔ معاملہ خواہ میری زندگی بچانے کا ہی کیوں نہ ہو"۔

محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک مرتبہ بھٹو شہید سے کہا " آپ کی زندگی بڑی قیمتی ہے۔ اور ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے" اس پر جناب بھٹو شہید نے جواب دیا "میری زندگی کی تمہارے لئے اہمیت ہوگی۔ مگر مجھے رحم میں ملی ہوئی زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کو بھی صرف اپنی زندگی کے لئے نہیں سوچنا چاہئے۔ بلکہ عوامی مفاد میں سوچنا چاہئے۔ میں یہ سوچتا ہوں پھانسی تک نہیں جانا چاہتا کہ میری بیٹی نے اس تربیت کے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ جو میں نے اسے دی تھی۔ اور نہ ہی یہ سمجھتے ہوئے زندہ رہنا چاہتا ہوں کہ میں نے قوم کے ساتھ بے وفائی کی ہے"۔

محترمہ بے نظیر بھٹو جب بھی بھٹو شہید سے ملاقات کے لئے جاتیں۔ تو ان کی کوشش ہوتی کہ وہ ان کے پڑھنے کے لئے کچھ کتابیں لے جائیں۔ ایک ملاقات کے موقع پر جو جیل پہنچنے کے بعد انہیں بتایا گیا کہ یہ بھٹو شہید کے ساتھ ان کی آخری ملاقات ہوگی۔ محترمہ بے

قاتل اور مقتول ...... جنرل ضیاء بھٹو شہید کے ساتھ (نومبر ۱۹۷۶ء)

www.bhutto.org

نظیر بھٹو نے بھٹو شہید کو پڑھنے کے لئے کچھ پاس رکھ لینے کو کہا۔ تو بھٹو شہید نے کتابیں اپنے پاس رکھنے سے انکار کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا۔

"نہیں مجھے یہ کتابیں نہیں چاہیں۔ میرے پاس میری اپنی موچیں، میرے اپنے افکار موجود ہیں۔ اور میری یہ سوچیں اور میرے یہ افکار مجھے اس وقت تک محفوظ رکھیں گے جب تک وقت نہیں آجاتا"۔

جناب بھٹو نے اپنی بیٹی بے نظیر سے "شالیمار" خوشبو طلب کی جو انہیں بہت پسند تھی۔ اور جو بے نظیر بھٹو اکثر اپنے پاس رکھتی تھیں۔ بھٹو شہید نے کہا "میں صاف ستھرا ہو کر مسکراتا ہوا جاؤں گا۔ کیونکہ وہ دنیا بڑی خوبصورت ہے۔ جس دنیا میں مجھے جانا ہے۔ بظاہر میں منوں مٹی تلے جاؤں گا مگر مجھے مٹی میں دفن کرنے والے نہیں جانتے کہ میں اپنے عوام کے دلوں میں رہوں گا۔ اور قبر میں سو کر بھی اس ملک پر اپنے عوام کے دلوں پر راج کروں گا۔"

آخری ملاقات میں ایک مرحلہ پر ذوالفقار علی بھٹو شہید نے سوگوار بیٹھی ہوئی بیگم نصرت بھٹو کا چہرہ ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف گھمایا اور سرگوشی کے انداز سے بولے "یہ آخری ملاقات نہیں ہے" بیگم نصرت بھٹو نے چونک کر اپنے شوہر کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہوں واقعی؟ بھٹو شہید نے شرارت بھرے لہجے میں کہا "میں اکثر تمہارے خوابوں میں آتا رہوں گا"۔

کرنل رفیع الدین جو سنٹرل جیل میں بھٹو شہید کی نگرانی کے لئے مارشل لاء انتظامیہ کی طرف سے سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے تھے۔ اور جنہیں یہ اہم زمہ داری "بطریق احسن" سرانجام دینے پر جنرل ضیاء نے انڈونیشاء اور ملائشیاء میں ملٹری اتاشی کے اہم عہدے پر بھی فائز کیا تھا۔ نے اپنی کتاب "بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن میں" صفحہ نمبر ۰۷ پر لکھا ہے۔ میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں زیر تربیت تھا۔ جب مجھے ایک ساتھی کیڈٹ کے ذریعے دست شناسی کا شوق پیدا ہوا۔ کمیشن حاصل کرنے کے بعد میں نے اس مشغلے کو کافی سنجیدگی سے لیا۔ بہت سی کتابیں پڑھیں، بے شمار ہاتھ بھی دیکھے۔

جس دن سے بھٹو صاحب کے ساتھ جیل میں ملنا ملانا شروع ہوا۔ اور ان کے ساتھ بیٹھ

www.bhutto.org

کر گپ شپ کا سلسلہ چل نکلا۔ تو میرا دست شناسی کا پرانا اشتیاق جاگ اٹھا۔ دراصل بھٹو صاحب باتیں کیا کرتے تھے۔ اس دوران ان کی زبان کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ بھی ہوا میں لہراتے رہتے تھے۔ میری آنکھیں ان کے ہاتھ پر جمی رہتی تھیں۔ ان کے ہاتھ کی لکیروں کو بار بار دیکھتا رہا تھا۔ ان کی شمسی اور قسمت کی لکیریں بے حد نمایاں تھیں، دل، دماغ اور زندگی کی لکیریں بھی کافی غور سے دیکھیں۔ اس کیس کی وجہ سے میں ان کی زندگی کی لکیر کو بار بار دیکھتا ان کی یہ لکیر سوائے پہلے چند سالوں کے جو عموماً ہر ہاتھ پر ایسی ہی ہوتی ہے۔ باقی گہری، صاف بغیر کسی خلل اندازی یا کٹ کے شروع سے کلائی تک بالکل نمایاں تھی۔ یہ ان لائن ٹوٹ پھوٹ، جزیرے یا کٹ وغیرہ سے مبرا تھی، یہی نہیں بلکہ مدد گار لکیر بھی موجود تھی، مجھے ان کے ہاتھ پر کسی حادثے یا اچانک موت کی کوئی نشانی نہیں ملی۔ اس لئے مجھے یقین ہو رہا تھا۔ کہ ان کو سزاء تو ہو سکتی ہے۔ لیکن پھانسی سے ان کی زندگی ختم نہیں ہو گی۔

ان کی اپیل خارج ہونے کے بعد جب ایک روز وہ باتیں کر رہے تھے۔ اور ہاتھ کو میرے سامنے خوب ہلا رہے تھے۔ میں ان کی زندگی کی لکیر کو خوب غور سے دیکھ رہا تھا۔ تو کہنے لگے رفیع میرے ہاتھ پر کیا ہے۔ جسے آپ اتنے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا جناب آپ کے ہاتھ پر زندگی کی لکیر سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی زندگی کافی دراز ہے۔ جواب میں انہوں نے کہا کرنل، بھٹو ہمیشہ جوانی ہی میں مرتے رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا لیکن آپ کا ہاتھ تو اس کے خلاف کہہ رہا ہے۔ وہ مسکرئے، اپنے ہاتھ کو دیکھا اور مجھ سے کہا کیا آپ پامسٹری جانتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ گزشتہ سالوں میں یہ میرا مشغلہ رہا تھا۔ لیکن آج کل اسے چھوڑا ہوا ہے۔ انہوں نے پھر اپنے ہاتھ کو دیکھا اور میرا خیال تھا۔ کہ وہ اپنا ہاتھ مجھے تھما دیں گے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر کہنے لگے کرنل رفیع دو گردنوں میں سے ایک کو جانا ہے۔ بھٹو کی گردن یا جنرل ضیاء کی گردن۔ چونکہ بھٹو کی گردن اندر ہے۔ اس لئے اسے ہی جانا ہو گا۔

جیل میں ایام اسیری کے دوران جناب بھٹو نے جو تحریریں لکھیں۔ ان میں بھی انہوں نے واضح طور پر خدشہ کا اظہار کیا۔ کہ جنرل ضیاء اور ان کے حواری انہیں موت کی وادی

www.bhutto.org

میں دھکیل کر دم لیں گے۔ خاص طور پر بھٹو شہید کی کتاب "اگر مجھے قتل کیا گیا" میں فوجی جنتا کے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کئے جانے کے خدشات کا اظہار کیا گیا۔ بھٹو شہید کے یہ خدشات سچ ثابت ہوئے اور پاکستان کے کروڑوں عوام سے ان کا محبوب قائد ہمیشہ کے لئے چھین لیا گیا۔

بے نظیر بھٹو کے نام آخری خط

میری سب سے پیاری بیٹی

جناب ذوالفقار علی بھٹو اپنی عظیم بیٹی محترمہ بے نظیر سے بے پناہ محبت کرتے تھے اس محبت میں صرف شفقت پدری تھی نہ اس لئے کہ وہ ان کا خون تھیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ انتہائی ذہین، اعلیٰ پایہ کی سیاسی مفکر، مدبر اور اہم قومی اور بین الاقوامی امور پر عمیق نظراور ادراک رکھنے والی "دختر مشرق" ہیں جس کا خود بھٹو صاحب کو بھی بخوبی علم تھا اس لئے انہوں نے اپنی اس بے نظیر بیٹی کو اپنا جانشین اور سیاسی وارث قرار دیا اور یہ پیش گوئی بھی کہ بے نظیر بھٹو مستقبل میں اپنے باپ سے بھی بڑی لیڈر اور سیاسی مفکر ثابت ہوں گی یہی وجہ ہے کہ جناب بھٹو محترمہ بے نظیر بھٹو کو ایک عظیم سیاسی قائد بنانے کے لئے ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے اور ان کی ہر معاملہ میں رہنمائی بھی کرتے تھے۔

۲۱ جون ۱۹۷۸ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سنٹرل جیل راولپنڈی سے ایک قیدی کی حیثیت سے اپنی پیاری بیٹی بے نظیر کی سالگرہ پر جو خود بھی اس وقت جیل میں تھیں ایک طویل خط لکھا یہ خط ایک قیدی کا دوسرے قیدی کو خط ہی نہیں بلکہ ایک مکمل تاریخی دستاویز ہے جس میں ایک عظیم باپ نے اپنی عظیم بیٹی کو زندگی، سیاسیات اور بین الاقوامی امور پر انتہائی اہم معلومات فراہم کرتے ہوئے انہیں باطل قوتوں کے خلاف مستقبل کی تاریخ ساز جدوجہد اور لڑائی میں فتح مند ہونے کیلئے بنیادی اصول مہیا کئے۔

www.bhutto.org

"یہ خط ایک تاریخ ہے، ماضی، حال اور مستقبل کی تاریخ ! یہ خط پاکستان اور دنیا کے نقشے میں ہونے والی تبدیلیوں کی پیش گوئی ہے جناب ذوالفقار علی بھٹو لکھتے ہیں۔

ایک سزا یافتہ قیدی کس طرح اپنی خوبصورت اور ذہین بیٹی کو اس کے یوم پیدائش پر تہنیت کا خط لکھ سکتا ہے جبکہ اس کی بیٹی (جو خود بھی مقید ہے اور جانتی ہے کہ اس کی والدہ بھی اس کی طرح تکلیف میں مبتلا ہے) اس کی جان بچانے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے؟ یہ رابطہ سے زیادہ بڑا معاملہ ہے محبت و ہمدردی کا پیغام کس طرح ایک جیل سے دوسری جیل اور ایک زنجیر سے دوسری زنجیر تک پہنچ سکتا ہے؟

تمہارے دادا نے مجھے فخر کی سیاست سکھائی تمہاری دادی نے مجھے غربت کی سیاست کا سبق دیا میں ان دونوں باتوں کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں تاکہ ان دونوں کا انضمام ہو سکے پیاری بیٹی میں تمہیں صرف ایک پیغام دیتا ہوں یہ پیغام آنے والے دن کا پیغام ہے اور تاریخ کا پیغام ہے صرف عوام پر یقین کرو۔ ان کی نجات و مساوات کیلئے کام کرو۔ اللہ تعالٰی کی جنت تمہاری والدہ کے قدموں تلے ہے سیاست کی جنت عوام کے قدموں تلے ہے برصغیر کی پبلک زندگی میں کچھ کامیابیاں انعام واکرام کی مستحق ہیں جن کے ذریعہ مصیبت زدہ عوام کے تھکے ہوئے چہروں پر مسکراہٹیں بکھر گئی ہیں اور جن کے باعث کسی دیہاتی کی غمناک آنکھ میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی ہے۔ دنیا کے عظیم لیڈروں نے جو خراج تحسین مجھے پیش کیا ہے ان کے مقابلہ میں اس موت کی کال کوٹھری میں میں زیادہ فخر واطمینان کے ساتھ ایک چھوٹے سے گاؤں کی ایک بیوہ کے الفاظ یاد کرتا ہوں جس نے مجھ سے کہا تھا کہ "صدر کو واریاں سولر سائیں" اس نے یہ الفاظ اس وقت کہے تھے جب میں نے اس کے کسان بیٹے کو ایک غیر ملکی وظیفہ پر باہر بھیج دیا تھا۔

بڑے آدمیوں کے نزدیک تو یہ چھوٹی باتیں ہیں لیکن میرے جیسے چھوٹے آدمی کے لئے یہ حقیقتاً بڑی باتیں ہیں۔ تم بڑی نہیں ہو سکتی ہو، جب تک کہ تم زمین کی چومنے کے لئے تیار نہ ہو یعنی عاجزی کا رویہ اختیار نہ کرو تم زمین کا دفاع نہیں کر سکتیں جب تک کہ تم زمین کو خوشبو سے واقف نہ ہو میں اپنی زمین کی خوشبو سے واقف ہوں نظریات، اصول، تحریریں تاریخ کے دروازہ سے باہر ہی رہتی ہیں غالب عنصر عوام کی تمنائیں ہیں اور ان

صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو ۲ر جولائی ۱۹۷۲ء کو شملہ (بھارت) میں ایک
پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں محترمہ بے نظیر بھٹو بھی ہمراہ ہیں

www.bhutto.org

کے ساتھ مکمل ہم آہنگی ہے جب اس راگ یا موسیقی کے معنی سمجھ لئے جاتے ہیں تو منزل کے نشان واضح ہو جاتے ہیں اور اصول و نظریات کو پیر لگ جاتے ہیں کہ وہ وقت پر اس راگ کی شان کو بڑھانے کے لئے آموجود ہوں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں عملیت کے نظریہ کا پرچار کر رہا ہوں عملیت کے نظریہ میں تو بہت کچھ موقع و محل کے لحاظ سے آسانی ہوتی ہے میں مسئلے کے اصل سبب کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ چیلنج کی اصل وجہ اور جدوجہد کے اصل سبب کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میں اس جیل کی کوٹھری سے تمہیں کیا تحفہ دے سکتا ہوں جس میں سے میں اپنا ہاتھ بھی نہیں نکال سکتا؟ میں تمہیں عوام کا ہاتھ تحفہ میں دیتا ہوں۔ میں تمہارے لئے کیا تقریب منعقد کر سکتا ہوں؟ میں تمہیں ایک مشہور نام اور ایک مشہور یادداشت کی تقریب کا تحفہ دیتا ہوں، تم سب سے قدیم تہذیب کی وارث ہو۔ اس قدیم تہذیب کو انتہائی ترقی یافتہ اور انتہائی طاقتور بنانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرو، ترقی یافتہ اور طاقتور سے میری مراد یہ نہیں کہ معاشرہ انتہائی ڈراؤنا ہو جائے، ایک خوفزدہ کرنے والا معاشرہ ایک مہذب معاشرہ نہیں ہوتا، مہذب کے معنی ہیں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور معاشرہ وہ ہوتا ہے جس نے قوم کے خصوصی جذبہ کی شناخت کر لی ہو، جس نے ماضی و حال سے مذہب اور سائنس سے، جدیدیت اور تصوف سے، مادیت اور روحانیت سے سمجھوتہ کر لیا ہو، ایسا معاشرہ ہیجان و خلفشار سے پاک ہوتا ہے اور کلچر سے مالا مال ہوتا ہے اس قسم کا معاشرہ شعبدہ بازی کے فارمولوں اور دھوکہ بازی کے ذریعہ معروض وجود میں نہیں لایا جا سکتا وہ روحانی یا آفاقی اقدار اور تلاش کی گہرائی سے پیدا ہو سکتا ہے، دوسرے الفاظ میں ایک غیر طبقاتی معاشرہ کی تخلیق ہونی ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ مارکسٹ معاشرہ ہو مارکسٹ معاشرہ نے خود اپنا طبقاتی ڈھانچہ تخلیق کر لیا ہے یورپ کے مارکسٹوں نے کیمونزم سے انحراف کیا ہے اور انہوں نے ایسا موجودہ طبقاتی ڈھانچہ سے سمجھوتہ کر کے کیا ہے ورنہ ایزیکو برلنگر "تاریخی سمجھوتہ" کی کوشش نہ کرتا جو دراصل بالا آخر ایلڈو مورو کے قتل کا باعث ہوا۔

جب میں پاکستان کی قسمت کا نگران تھا تو ۱۹۶۹ء کے وسط میں میں نے ان خاص قوتوں کے بارے میں ابتدائی تبصرہ کیا تھا جو عالمی سطح پر سرگرم عمل تھیں۔ پھر ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۷ء

www.bhutto.org

میں کئی مواقع پر میں نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ میں نے اپنے ہم وطنوں سے کہا تھا کہ تین خوفناک قوتیں سرگرم عمل ہیں جو کبھی تو ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی ہیں کبھی ایک دوسرے سے تنازعہ کرتی ہیں۔ کبھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی ہیں اور کبھی ایک دوسرے کے ساتھ محاذ آرائی کرتی ہیں یہ قوتیں، مذہب، کمیونزم اور م (دوطنیت) ہیں۔ یہ تین نظریات افراد اور قوموں کے ذہن کو متاثر کر رہے ہیں میں نے اپنے ہم وطنوں سے کہا تھا کہ بجائے اس کے کہ ہم چمکدار زرہ بکتر پہن کر کسی ایک نظریہ کے لئے جہاد کریں یہ بات علاقائی، عالمی توازن کے حق میں ہے کہ ہم ان کے مشترکہ پوائنٹ (نکات) میں ہم آہنگی پیدا کریں اور تنازعہ اور ٹکراؤ والے نکات میں تلخی اور شدت پیدا کرنے سے پرہیز کریں۔ میں نے مزید واضح کیا تھا کہ ہنر تو یہ ہے کہ ایسا رول اس طرح ادا کیا جائے کہ اپنا نظریہ نہ تو کمزور ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ وفاداری میں کوئی ردو بدل یا سمجھوتہ کرنا پڑے۔ اس کا مطلب "جیو اور جینے دو" سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب سفید یا کالے رنگ کے مقابلہ میں بھورے رنگ پر زیادہ توجہ مبذول کرنا تھا۔ آپ براہ راست یروشلم کی راہ اختیار نہیں کر سکتے اور وہاں محض اس لئے امن وسکون نہیں پا سکتے کہ وہ ایک مقدس شہر ہے۔ افریقہ کے مسئلے کو وہاں سی ۱۴۱ طیاروں کے ذریعہ چھاتہ بردار فوج اتار کر حل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ماؤزے تنگ کی غالب خواہش ایک نئے انسان کی تخلیق تھی۔ ایک ایسے نئے چینی کی تخلیق تھی جو انقلاب کے پرچم کو ہمیشہ ہمیشہ بلند رکھے۔ سیاسی افق سے دوبارہ غالب ہو جانے والے تنگ سیاؤ پنگ اس قسم کا نیا انسان تخلیق کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں انہوں نے اس عظیم کام کو اس صدی کے آخر تک مکمل کرنے کا اپنے آپ کو پابند کیا ہے۔ جو لوگ آنے والی تباہی کے خوف سے مغلوب ہیں وہی لوگ اس تباہی کو لانے والے ہیں۔ جو لوگ موجودہ صورتحال کے ساتھ گھبراہٹ کے عالم میں چپکے ہوئے ہیں کہ جیسے وہ ناقابل تغیر ہے وہی لوگ موجودہ صورتحال کی جلد تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ صورتحال میں ناقابل تصور باتیں پیدا ہو رہی ہیں اور کمپیوٹر والی یقینی صورتحال کم ہوتی جا رہی ہے۔ آپ کسی چیز کا سہارا لیتے ہیں یا کس بات پر بھروسہ کرتے ہیں میں عوام پر بھروسہ کرتا ہوں

www.bhutto.org

اور ان کے باطنی رد عمل پر اعتماد کرتا ہوں لوگ ہی رہنمائی کرتے ہیں اور لوگوں ہی کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ لیڈر کو عوام کی تمناؤں کا علم ہونا چاہیے اور ان کی تمناؤں کی بنیاد پر عوام کو ایک جرات مندانہ جہت عطاء کرنی چاہیے، اس معاہدہ میں دھوکہ بازی سب سے زیادہ مہلک ہے۔

ایک وقت تھا کہ قائداعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا جاتا تھا۔ بعد میں جب انہیں ہندو ازم کی تنگ نظر ذہنیت کا یقین ہو گیا جو سیاست اور اقتصادیات پر ہندو غلبہ پر مبنی تھی تو انہوں نے اقبال کے خواب کی تکمیل کی جانب توجہ مبذول کی اور ایسا غیر معمولی عزم کے ساتھ کیا، پاکستان کی تخلیق کی مزاحمت ایک ایسی پہاڑ کی چوٹی کی مانند تھی جو ناقابل رسائی ہو یہ مزاحمت انڈین کانگریس کی طرف سے نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرف سے کی گئی، جن میں مودودی اور ان کی جماعت اسلامی شامل تھی گاندھی نے اعلان کیا کہ وہ بھارت ماتا کی تقسیم کے لئے کبھی راضی نہیں ہوں گے مسلم اکثریت والے صوبوں میں پاکستان کی مزاحمت سر خضر حیات خان ٹوانہ کی طرف سے ہوئی جو پنجاب کے وزیراعلیٰ اور صوبہ میں مخصوص مفادات والے طبقات کے لیڈر تھے۔ بنگال میں یہ مذاحمت شیر بنگال فضل الحق کی پارہ صفت سیاست کے ذریعہ ہوئی (مشکل یہ ہے کہ ہماری سیاست میں بہت سے شیر پیدا ہوتے ہیں لیکن جب آزمائش کا وقت آتا ہے تو وہ بلیاں بن جاتے ہیں) سندھ میں پاکستان کی مزاحمت اللہ بخش کی طرف سے ہوئی لیکن وہ ۱۹۴۳ء میں قتل کر دیئے گئے اور جی ایم سید نے ان کا چوغہ پہن لیا یعنی ان کی پیروی شروع کر دی صوبہ سرحد میں مزاحمت کی قیادت سرحدی گاندھی عبدالغفار خان نے کی اور یہاں تک تخلیق پاکستان کی مخالفت کی کہ صوبہ سرحد کی مستقبل میں وابستگی کے لئے ریفرنڈم منعقد کرانا پڑا۔ بلوچستان کے زیادہ تر بااثر سردار پاکستان کے حق میں نہیں تھے اس معاملے کو طے کرنے کے لئے جو شاہی جرگہ منعقد ہوا تھا۔ اس کی صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے بہت کچھ کام کرنا پڑا تھا۔ ریاست جموں وکشمیر میں شیخ محمد عبداللہ دو قومی نظریہ کے خلاف تھے۔ پھر پاکستان کس طرح عالم وجود میں آیا۔

مسلم عوام نے قائداعظم کا ساتھ دیا، انہوں نے روایتی قسم کے لیڈروں کو مسترد کر دیا

www.bhutto.org

اور پاکستان اپنے خون میں رنگے ہوئے ہاتھوں کے ذریعہ حاصل کیا انڈین کانگریس کی معاندانہ پالیسیوں نے اور انگریزوں کے منفی رویہ نے انہیں تخلیق پاکستان کے لئے مزید اکسایا، یہ مسلم عوام کے عزم و جذبہ کی فتح تھی جن کی قیادت ایک جرات مندانہ اور بے باک لیڈر کر رہا تھا۔

میں اس وقت اقوام متحدہ میں تھا اور ایک ناممکن صورت حال کو بچانے کے لئے از حد کوشش کر رہا تھا۔ جب جنرل یحییٰ خاں نے ہونے والی تباہی کا جائزہ لیا اور انہیں شکست ہو جانے کا مکمل یقین ہو گیا اور یہ امکان پیدا ہو گیا کہ کچھ بھی واپس نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جو کچھ تھوڑا بہت بچا ہے وہ بھی خطرہ میں ہے تو انہوں نے ایک خصوصی طیارہ مجھے پاکستان واپس لانے کے لئے بھیجا۔ یحییٰ خان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور شراب کی بوتل ان کے پاس رکھی ہوئی تھی جب ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صبح کے ساڑھے دس بجے انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ بری طرح ناکام ہو گئے ہیں اور یہ کہ میں شکست خوردہ پاکستان کا چارج سنبھال لوں اس لئے کہ صرف میں ہی باقی ملک کو بچانے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ ان نامبارک حالات میں میں نے سوا بارہ بجے دوپہر کو صدر پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

میں نے تمام محاذوں پر بڑی سرگرمی کے ساتھ پیشرفت کی جن اولین کاموں پر میں نے توجہ مبذول کی ان میں آئین سازی کا کام شامل تھا تاکہ آئین صوبائی خود مختاری کے پریشان کن سوال پر جمہوری اتفاق رائے سے منظور ہو جائے۔ میں نے اقتصادیات کو مجتمع کیا۔ میں نے اہم سماجی اور اقتصادی اصلاحات کیں۔ میں نے بنگلہ دیش کے مسئلہ کو بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے حل کیا۔ میں نے بھارت کے ساتھ شملہ معاہدہ کیا جس میں کوئی خفیہ شق نہیں تھی اور سندھ اور پنجاب کا ۵ ہزار مربع میل سے زائد علاقہ پاکستان کے لئے واپس لیا۔ میں نے ۹۰ ہزار جنگی قیدی عزت کے ساتھ لئے اور ایسا بغیر جنگی مقدمات کے ہوا جن کے چلائے جانے کا خطرہ تھا میں نے لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کی۔ میں نے امریکہ کی جانب سے اسلحہ کی سپلائی پر جو پابندی عائد تھی اسے ختم کرایا۔ میں نے مسلح افواج کو جدید بنایا۔ میں نے ملک کو دوبارہ راستہ پر ڈال دیا۔ ملک کی بحالی حیرت انگیز تھی مجھے سب سے بڑا اطمینان اس بات سے حاصل ہوا کہ میں نے جمہوری طریقوں سے ملک کو کل پارٹی آئین دیا۔ ۱۹۷۳ء

کا آئین وہ پہلا آمین تھا جس کو ایک جمہوری اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ جو اسلام، جمہوریت اور خود مختاری کی بنیاد پر ایک بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ یہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے باشندوں کی آواز تھی جس کا اظہار ان کے منتخب لیڈروں نے ایک آئینی دستاویز میں کیا تھا خود مختاری کا مسئلہ جو ایک نسل کے دور سے زیادہ عرصہ تک حل نہیں ہوا تھا اور جو برصغیر کی سیاست کے لئے زمانہ قدیم سے ایک لعنت سمجھا جاتا تھا آخر کار طے ہو گیا تھا اور عوام اور ان کے منتخب نمائندے مطمئن ہو گئے تھے۔ میں نے ایسی خوشی اور مسرت کی لہر محسوس کی جس سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔

حالیہ برسوں میں انسانی حقوق کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اس امر کا تو ابھی تعین ہونا باقی ہے کہ آیا انسانی حقوق بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے خیال سے ڈپلومیسی کے ضابطہ اخلاق میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ یا ان کو محض موقع محل کی سہولت کی خاطر تنگ نظر مقاصد کی خاطر اپنی پسند کے مطابق استعمال کیا جارہا ہے۔ ایک اخلاقی اصول کی حیثیت سے انسانی حقوق کے ساتھ وابستگی نمایاں خدمت انجام دے سکتی ہے۔ اگر اس مقصد کی پیروی ذاتی مفادات سے ہٹ کر کی جائے اور فرشتوں کی طرح غیر جانبداری برتی جائے لیکن اگر مقصد موقع محل کی سہولت ہے یا کسی مخالف کو پھانسنا ہے تو وہ ڈپلومیسی میں دوہرے معیار کی طرح خود اپنے ہی اوپر الٹ کر آئے گی۔ چونکہ فوجی جنتا انسانی حقوق کی وحشیانہ نفی ہے اس لئے فوجی جنتا سے انسانی حقوق کے کسی خاص پہلو کا احترام کرنے کی اپیل کرنا ایک طنزیہ صورتحال ہے۔ ایسی صورت میں انسانی حقوق کے احترام کا واحد طریقہ یہی ہے کہ غیر قانونی فوجی جنتا کو تسلیم ہی نہ کیا جائے۔ فوجی ڈکٹیٹروں نے ایشیاء، لاطینی امریکہ اور افریقہ کو روند ڈالا ہے۔ ان کے اس اقدام کے نتیجہ میں انہوں نے مارکس اور اینگل، لینن اور ماؤ کی تصنیفات سے زیادہ کمیونزم کو پھیلانے کے لئے کام کیا ہے۔ وہ بعد کے نو آبادیاتی دور کے بدترین نظالم ہیں۔ انہوں نے قابل احترام اداروں کو تباہ کیا ہے اور اپنے عوام کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا ہے۔

انہوں نے داخلی نفاق اور بیرونی گنجلک پیدا کی ہے۔ ڈکٹیٹر وہ جانور ہے جس کو پنجرہ میں بند کرنے کی ضرورت ہے۔ اس نے اپنے پیشہ اور اپنے آئین سے انحراف کیا ہے۔ اس

www.bhutto.org

ایک فوجی یونٹ کے دورہ کے دوران جناب بھٹو اور جنرل ٹکا خان

www.bhutto.org

نے عوام سے دھوکہ کیا ہے اور انسانی اقدار کو تباہ کیا ہے۔ اس نے ثقافت کو تباہ کیا ہے۔ اس نے نوجوانوں کو پابند کر رکھا ہے۔ اس نے حکومتی ڈھانچہ کو تہ وبالا کر دیا ہے۔ وہ محض اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ وہ ایک قہر ہے جو انسانوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔ وہ جذامی ہے، جو شخص بھی اسے چھوتا ہے وہ بھی جذامی ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو یکایک نچلی حیثیت سے اعلیٰ پوزیشن پر پہنچ گیا ہے۔ وہ نظریہ اور اعلیٰ اصولوں سے بے بہرہ ہے۔ اس فوجی جنتا میں سے کسی نے بھی تاریخ کے ایک لمحہ کے لئے بھی خدمت انجام نہیں دی۔

ان فوجی ڈکٹیٹروں نے آزادی کے لئے جنگ نہیں لڑی ہے اور نہ ہی وہ کسی نظریہ کے پابند ہیں۔ وہ ایسے سازشی ہیں جو سماجی لحاظ سے نچلے درجہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یکایک ترقی کر کے اعلیٰ طبقہ میں شمار ہونے لگے ہیں۔ وہ غیر ملکی سفارت کاروں کے "شوبوائے" ہیں وہ عوام کا مخالف ایسا پیشہ ور ہے جو ہر چھوٹے سے موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ اپنے پیشہ کو خیرباد کہہ کر اپنے ملک کے پیشہ کو اپنا لے اور ایسا شخص ہے جو لوگوں سے متنفر اور بے زار ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو ایک اعلیٰ افسر کی بیساکھی پر بھروسہ کرتا ہے۔

ایسے خوشامدیوں کو خوشامدیوں ہی کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اندوہناک حقیقت سے دور ہیں کہ ان کی حقیقت نہ کھلے اور وہ ناخوشگوار سچائی کو نہ سن سکیں۔ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ وہ حقیقی مارچ سے خوفزدہ ہیں۔ یہ مارچ خیالات کا مارچ ہے۔ مردوں اور عورتوں کا بغیر فوجی بوٹوں کے مارچ ہے۔ ننگے پیر مردوں اور عورتوں کا مارچ ہے۔ وہ ہر شے کو جیل میں ڈال دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ایک روتے ہوئے شیر خوار بچہ کو بھی جیل میں ڈال دیتے ہیں جو بھوک سے بلبلا کر ماں کے دودھ کے لئے بلکتا ہے۔ ایسا کوٹ لکھپت جیل میں ہوا ہے۔ جب یہ افراد اپنے ملک کے مفادات اور مستقبل کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں تو مغربی طاقتوں کے لئے یہ خیال کرنا ہی ایک حماقت ہے کہ وہ مغربی ممالک کے مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں۔

ایشیاء میں دو ممالک اس قسم کی ڈکٹیٹر شپ میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو تھائی لینڈ ہے اور دوسرا پاکستان ہے۔ تھائی لینڈ کی

تشفی تو اس امر سے ہو جاتی ہے کہ وہاں موروثی بادشاہت ہے۔ اس ملک میں آئینی خلاء سے بچا جا سکتا ہے خواہ آئین کو برطرف کر دیا جائے۔ ایسا بادشاہت کی موجودگی کے باعث ہے۔ پاکستان کا سہارا صرف وہ قانون ہے جس کو برطانوی پارلیمینٹ نے منظور کیا تھا۔ اگر پاکستان ۱۹۴۷ء کے آزادی کے قانون کا سہارا لیتا ہے تو برطانوی پارلیمینٹ ہی ۱۹۴۷ء کے آزادی کے قانون میں ترمیم کرنے کی قانونی طور پر مجاز ہے یا پھر وہ اس قانون کے بدلہ میں کوئی دوسرا قانون منظور کر سکتی ہے اور پاکستان کو پھر ایک برطانوی نو آبادی بنا سکتی ہے یا پاکستان کے صوبوں کو دوسری جانشین ریاستوں میں تقسیم کر سکتی ہے۔ دراصل پاکستان کو سہارا دینے والی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر اس کا جمہوری آئین برطرف اور مسترد کر دیا جائے۔ میرے ذہن میں یہی قانونی بحران تھا جب میں نے قوم کو مارشل لاء کے قانونی طور پر جائز قرار دیئے جانے سے پیدا ہونے والے منحوس نتائج سے متنبہ کیا تھا۔

پیشہ ور فوجی ڈکٹیٹروں کے دماغ ایک جیسے خطوط پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا موقف اور طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مجبوراً اور عارضی طور پر فوجی بیرکوں کو خیرباد کہا ہے۔ جن کو وہ ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتے اور یہ کہ انہوں نے ایسے ملک کو خانہ جنگی اور کمیونزم کے خطرہ سے بچانے کی خاطر کیا ہے اور گندے سیاستدانوں نے جو گڑبڑ پیدا کی ہے اس کو صاف کرنے کے لئے، امن و امان برقرار رکھنے کے لئے، رشوت ستانی کو ختم کرنے کے لئے اور سیاسی استحکام قائم کرنے کے لئے یہ اقدام کیا ہے۔ اگر آپ ایوب خان، یحییٰ خان اور ضیاء الحق کی تقاریر کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ مشترکہ عنصر بغیر کسی مشکل کے معلوم ہو جائے گا۔ درحقیقت ایک ہی قسم کی ڈوری ان "سادہ سپاہیوں" کی وردی میں ہوتی ہے جن کی تمنائیں منفی نوعیت کی ہوتی ہیں اور ان کا تعلق ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے دوسرے علاقوں سے ہوتا ہے۔ وہ کسی اعلیٰ نظریہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے اقتدار پر غاصبانہ قبضہ نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کے سمجھوتہ میں ترمیم کرنے کے لئے، تانبے کی کانوں میں غیر ملکی مفادات کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اس امر کو یقینی بنانے کے لئے کہ ملک ناٹو یا سینٹو کے معاہدات سے علیحدگی اختیار نہ کر سکے۔ بڑی طاقتوں کے عالمی مفادات کے تحفظ کی خاطر قوم کے علاقائی دعوؤں کو ترک کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ حق خودارادی

www.bhutto.org

کے حق کے بجائے وہ جی این پی کی بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرنے کے بجائے وہ افراط زر کی شرح میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور یہ محسوس ہی نہیں کرتے کہ خود ان کا عملہ افراط زر میں اضافہ کا سبب ہے۔ وہ تضادات کے خالق ہیں۔ وہ جب سیاسی منظر سے علیحدہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے پیچھے کہیں زیادہ بد عنوانی اور رشوت ستانی، زیادہ عدم استحکام، زیادہ بعد اور اختلاف رائے، زیادہ کمزور اقتصادیات، زیادہ انتشار اور آئینی خلاؤں کے باعث پیدا کردہ گنجلک چھوڑ جاتے ہیں۔

سیدھا سادھا فوجی سپاہی تو بس اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ریاست کے مسائل بالکل سادہ نوعیت کے ہیں اور یہ کہ تکڑے قسم کے سیاستدانوں نے انہیں عمداً پیچیدہ بنا دیا ہے تاکہ وہ اپنے غیر فطری سیاسی عزائم کی تسکین کر سکیں۔ اس صورتحال پر یقین کرتے ہوئے سادہ طبیعت فوجی سپاہی پیچیدہ بیرونی مسائل کو حل کرنے کے لئے نامناسب عجلت سے کام لیتا ہے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ خیر سگالی کے جذبہ کے ساتھ اور فریق ثانی کی پیٹھ ٹھونک کر مسئلے کی سنگینی کو کم سے کم کیا جا سکتا ہے اور اسے ایک لمحہ یا انتہائی مختصر سے وقت میں حل کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ سیاستدان نے مسئلہ کو غیر ضروری طور پر الجھا دیا ہے اور یہ فوجی سپاہی اس معاملہ میں کامیاب ہو سکتا ہے جس میں پیشہ ور سیاستدان ناکام رہا ہے۔ اسی جذبہ اور مقصد کے تحت ایوب خان، یحییٰ خان، اور اب ضیاء الحق نے جموں و کشمیر کے تنازعہ سے کھلے دل کے ساتھ سیدھے سادھے فوجی سپاہیوں کی طرح نمٹنے کی کوشش کی۔ لیکن طنزیہ صورتحال یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے یکے بعد دیگرے اس معاملے کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیا۔ ان میں سے کوئی بھی سیاستدانوں کو بدنام کرنے اور لافانی شہرت حاصل کرنے کے دوہرے مقصد میں ایک سیدھے سادھے سپاہی کی حیثیت سے تنازعہ کو منصفانہ طور پر حل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان کی حماقتوں کے نتیجہ میں عوام کو اور زیادہ مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

براہ کرم یہ خیال نہ کریں کہ فوجی جنتا نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے میں نے بہت زیادہ سختی کے ساتھ اپنی رائے قائم کی ہے۔ مجھے تاریخ کی کافی معلومات ہیں اور میں جانتا ہوں کہ پانسہ پلٹ جاتا ہے اور کل کے شہنشاہ آج کے فقیر بن جاتے ہیں۔ تمہیں

www.bhutto.org

علم ہے کہ میں نپولین کے بونا پارٹ کا مداح ہوں، تمہیں معلوم ہے کہ فرانسیسی انقلاب اور نپولین دور کے ساتھ میری جذباتی وابستگی کس قدر ہے۔ انقلابیوں نے نہ صرف اپنے بادشاہ کو قتل کیا بلکہ وہ اپنے ہی لائے ہوئے انقلاب میں غرق ہوگئے۔ روبیسپئر اور ڈینٹن کو پھانسی کے تختہ پر چڑھنا پڑا اور وہ دونوں ممتاز انقلابی تھے انتقام لیا گیا۔ نپولین جو ایک غیر معمولی صلاحیتوں کا انسان تھا اور تہذیب کے قافلہ کا مکمل کپتان تھا اس کو ایلبا اور سینٹ ہیلینا میں مقید کر دیا گیا۔ نپولین کو کس نے ایلبا اور سینٹ ہیلینا جلاوطن کیا؟ فرانس کے عوام نے تو ایسا نہیں کیا فرانس کا انقلاب دو صدیوں پہلے آیا لیکن انتقام اور جوابی انتقام کی وجہ سے وہ اپنے بنیادی مقصد سے محروم ہو گیا جب فرانس کا انقلاب منتقم المزاج ہو گیا اور ذاتیات پر اتر آیا تو فرانس کے عوام (جن کو انقلاب سے بہت زیادہ توقعات تھیں) کا انقلاب پر یقین اور انقلابیوں پر اعتماد ختم ہو گیا فرانس انقلاب کی ماں ہے۔ اس نے انقلاب کے بچہ کو جنم دیا اس وقت سے فرانس کے عوام نے اکثر اوقات فرانس کو انقلاب کے نطفہ سے حاملہ کیا لیکن پیدائش سے پہلے ہی اسقاط حمل کرا دیا ہمیں زیادہ دور ماضی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے فرانس میں انقلاب کا اسقاط حمل مئی ۱۹۵۸ء مئی ۱۹۶۸ء اور مارچ ۱۹۷۸ء میں کیا گیا۔ اس کی جزوی طور پر توجیح تو اس تجربہ سے ہوتی ہے جو ۲۰۰ سال پہلے فرانس کو انقلاب کے بچہ سے حاصل ہوا تھا اس بچہ نے اسی قدر تخلیق کیا جس قدر کہ تباہ کیا۔ تضاد یہ ہے کہ اسے پرانے نظام کو ختم کرنا اور نئے نظام کی تعمیر کرنا تھا انقلاب کے مخالفین نے اس تضاد کو غلط رخ دے دیا انقلابی لیڈر آزای، مساوات، اور برادرانہ مفاہمت کے اعلیٰ دارفع اصولوں کو سنجیدہ نوعیت کے اداروں میں مستحکم کرنے میں ناکام رہے خون خرابہ انقلاب کا عنوان بن گیا انقلاب نے شرفاء کو ختم کر دیا لیکن شرفاء پھر پیدا ہوگئے۔ انقلاب نے بادشاہ اور ملکہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن بادشاہ اور ملکہ فرانس کے تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔

زار اور اس کے خاندان والوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن روسی انقلاب کو اس اقدام کی بنیاد پر تعمیر اور مستحکم نہیں کیا گیا ہے۔ زار کا قتل روسی اقتدار کی تعمیر سے اس قدر تعلق نہیں رکھتا تھا۔ جس قدر کہ چیانگ کائی شیک کا فرار چین میں انقلاب کی طاقت کی تعمیر سے متعلق

www.bhutto.org

نہیں تھا۔ جب جمال عبدالناصر نے فاروق کی بدعنوان حکومت کا تختہ الٹا تو ان کے بہت سے ساتھیوں کی خواہش تھی کہ فاروق کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن ناصر نے انکار کر دیا۔ انہوں نے فاروق کو مصر سے چلے جانے کی اجازت دے دی۔ ناصر کو مہذب دنیا کی نگاہوں میں بلند مقام حاصل ہو گیا۔ انہوں نے بنی نوع انسان کی اعلیٰ تر اقدار کو اپنایا، فاروق پورے احترام کے ساتھ مصر سے روانہ ہو گیا۔ ناصر نے اپنے سابق بادشاہ کو سلام کیا جب شاہی جہاز مصر کے بحری ساحل سے روانہ ہوا ایک اچھے مسلمان کی حیثیت سے ناصر نے اسلامی تاریخ کی روایات کی پیروی کی، ان کے انقلاب کو اس لئے نقصان نہیں پہنچا کہ انہوں نے انقلاب کے ساتھ رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔

ترکی میں فوجی جنتا نے یہ خیال کیا کہ ترکی کے مسائل کا ایک آسان اور سادہ طریقہ ادنان میندریز کو تختہ دار پر لٹکا دینا ہے۔ ستمبر ۱۹۶۰ء میں ایوب خان نے مجھے ترکی بھیجا تھا کہ میں فوجی جنتا سے میندریز کو سزائے موت سے بچانے کی اپیل کروں۔ میں نے جنرل گرسل سے طویل ملاقات کی تھی، ترکی کے وزیر خارجہ سلیم موجود تھے جنرل گرسل نے مجھ سے کہا کہ ترکی کے مسائل میندریز کو سزائے موت پر عمل کرنے سے حل ہو جائیں گے عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اناطولیہ کے کچھ حصوں میں موت کی سزاء پر شدید تشدد پر مبنی رد عمل ہو گا، لیکن پھر چند مہینوں میں ہر شخص میندریز کو بھول جائے گا میں نے جنرل گرسل سے کہا کہ ترکی کے مسائل کی ابتداء ہی میندریز کی پھانسی سے ہو گی، میں نے ان سے کہا کہ ترکی کے عوام اس پھانسی کو چند مہینوں میں نہیں بھلا دیں گے۔ اس کے برعکس ہر ترک کئی نسلوں تک پھانسی کے گناہ کا احساس اپنے ساتھ لئے پھرے گا۔ میں نے جنرل گرسل سے کہا کہ میندریز تو پھانسی پا کر لافانی ہو جائے گا اور اس سانحہ کا گہرا داغ ترکی کے چہرے پر نمودار ہو جائے گا۔ اور اس کی سیاست میں ایک گہری تفریق پیدا ہو جائے گی۔ جب میں جنرل گرسل کے دفتر سے روانہ ہوا تو سلیم سارپر نے اپنا ہاتھ میرے کاندھے پر رکھتے ہوئے کہا کہ "اللہ تمہارا بھلا کرے" اس سے قبل میری گرما گرم بحث کرنل الپاسلان ترکیز کے ساتھ ہوئی تھی جو اس وقت فوجی جنتا میں ایک کلیدی حیثیت رکھتے تھے۔ ترکی اب بھی اس المناک سانحہ کے اثرات سے متاثر ہے۔ وہ اب تک اس نفسیاتی صدمہ سے نجات حاصل

www.bhutto.org

ہمارے ذکر سے خالی نہ ہوگی بزم کوئی　　ہم اپنے ذہن کی وہ باس چھوڑ آئے ہیں

www.bhutto.org

نہیں کر سکا ہے۔

"ان وحشیوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر اشتعال اور ذاتی غصہ کا ہونا لازمی ہے۔" میرے سے میری مراد سب ہیں یعنی ہمارے دوست اور پارٹی کے وفادار ہیں اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے قومی مفادات کو اور زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ بلاشبہ ذاتی تلخی ہے لیکن غیر ذاتی تکلیف کا احساس ذاتی جذبات پر غالب ہے۔ یہ افراد پاکستان کو ۱۹۴۷ء کے دور میں واپس لے گئے ہیں۔ اس عمل میں انہوں نے قوم کو ان اعلیٰ وارفع نظریات اور اخوت کے جذبہ سے محروم کر دیا ہے جس کا مظاہرہ عوام نے ۱۹۴۷ء میں کیا تھا۔ اور جو ان کے اندر اس وقت موجود تھا یہ صورتحال یہ کہنے سے بھی خراب تر ہے کہ ہم الٹے پاؤں لوٹ آئے ہیں یا یہ کہ ہم اس جگہ پھر واپس آگئے ہیں جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا قومیں الٹے پاؤں واپس نہیں آیا کرتی ہیں، قومیں یا تو ترقی کرتی ہیں یا پھر دھماکہ کے ساتھ انحطاط کا شکار ہو جاتی ہیں اور یا خاموشی کے ساتھ رو بہ زوال ہو جاتی ہیں۔

تم اپنی عمر کے موسم بہار میں ہو لیکن تاریک و مایوس کن سردی کے موسم کی دنیا میں رہ رہی ہو ہر جگہ نامساعد حالات کی پیش گوئی کا احساس ہے یہ ایک گڑبڑ والی اور فتنہ انگیز دنیا ہے۔ عدم اطمینان اور مایوسی کی کیفیت طاری ہے۔ کچھ علاقوں میں دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں صورتحال زیادہ خراب ہے۔ کچھ ممالک میں تو بحران کا تدارک کیا جا سکتا ہے لیکن کچھ ممالک میں بحران نے اس قدر پیش رفت کر لی ہے کہ وہ تدارک کے مقام سے گزر گیا ہے انسانیت بدترین بحران سے دوچار ہے۔ یہ وہ شدید اور نازک صورتحال ہے جس نے ینگ سیاؤ پنگ کو ۹ جون ۱۹۷۸ء کو دنیا کو خبردار کرنے کے لئے مجبور کیا کہ وہ اس حقیقت کا احساس کرے کہ تیسری جنگ عظیم شروع ہونے والی ہے۔

میں نے مسئلے کے حل سے پہلے باعزت مفاہمت کی ضرورت کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خطرناک صورتحال سے بچنے کی آخری کوشش ہے، میں زیادہ پر امید نہیں ہوں۔ میں تباہی کو آتا دیکھ رہا ہوں جو ناگزیر معلوم ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کی خاطر اور ساری دنیا کے بچوں کی خاطر میں مسئلے کے آخری حل سے پہلے مفاہمت کا خواہاں ہوں۔

تم اس کے لئے تیاری کس طرح کر رہی ہو؟ تم اس کے واسطے تیاری نہ تو سرمایہ دار

نظام اور نہ ہی کمیونزم کی طرفداری کر کے کر سکتی ہو اور نہ ہی اس کے واسطے تیاری، دونوں بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک طاقت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر کے کر سکتی ہو بلکہ اس کے واسطے تیاری عوام کے ساتھ روابطہ قائم کر کے اور ان کی آرزوں اور تمناؤں کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر کے کر سکتی ہو۔ "انسان دس لاکھ ٹن سے بھی زیادہ طاقتور ہے" تمہیں آخر تک بنی نوع انسان کے وقار، ذاتی احترام اور مساوات کے لئے جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ ننگے پیر لوگوں کے نقش قدم پر چلو ایک غریب بچہ کے بالوں میں جو جوں ہے وہ تمارا ہتھیار ہے۔ ایک کاشت کار کی مٹی کی جھونپڑی کی گندی بدبو تمہاری زہریلی گیس ہے۔ عوام کی قوت کا اندازہ ہل کی بنائی ہوئی گہری لکیر سے اور کارخانہ کے نکلتے ہوئے دھوئیں سے لگا سکتی ہو۔ نظریہ کا رسم الخط ایک فاقہ زدہ انسان کی چیخوں سے پیدا ہو گا۔

براہ کرم یہ خیال نہ کریں کہ میں نظریاتی رہنما اصول پیش کرنے سے گریز کر رہا ہوں۔ چیئرمین ماؤزے تنگ نے حقائق سے سچائی تلاش کرنے کے تصور کو اجاگر کیا ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں کہ تم ہمارے معاشرے کے تاریخی حالات کے حقائق سے سچائی کی تلاش کرو اور مسائل کی شناخت کرو۔ مسائل کی صحیح شناخت کے ساتھ ساتھ صحیح حل بھی پیدا ہو گا اور ان بنیادی دستاویزات سے جو میں نے تحریر کی ہیں اور ان تقاریر سے جو میں نے وقتاً فوقتاً کی ہیں (خصوصاً پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کے بعد) ان سے بھی استفادہ کریں۔ ان سے اس قدر تخیل کی عکاسی ہوتی ہے اور اس قدر خیالات و نظریات کا اظہار ہوتا ہے کہ ہمارے ناقدین نے بھی ان کو "بھٹوازم" کا نام دیا ہے۔ میں اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوی نہیں کروں گا۔ تاہم میں یہ تسلیم کروں گا کہ وہ خیالات و نظریات دیسی نوعیت کے ہیں حالانکہ وہ اسلامی تاریخ کے تناظر کے اندر ہیں اور جدید حالات و واقعات سے عبارت ہیں جنہوں نے دنیا کو ہلا ڈالا ہے۔ میں ایسا فرد نہیں ہوں جو تانگہ کی پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا ہو جبکہ گھوڑا آگے کی طرف جارہا ہو اور میں سارے سفر کے دوران پیچھے ہی کی طرف دیکھتا رہوں۔ خوفزدہ نہ ہوں۔ ہمت کا زوال تہذیب کے زوال کی پہلی علامت ہے۔ تم صحیح قسم کے اسلحہ اور نظریات سے پوری طرح مسلح ہوگی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تمہاری رہنمائی

کرے گا۔ وہی مالک اور خالق ہے۔

اس سے پہلے میں نے تمہیں بہت زیادہ عملی مطمع نظر یا علیت کے نظریہ کے بارے میں متنبہ کیا ہے۔ اب میں تمہیں بہت زیادہ عوامی مقبولیت کے نظریہ سے محتاط رہنے کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ کبھی کبھی ایک مقبول فیصلہ بالا آخر عوام کیلئے مفید نہیں ہوا کرتا ہے۔ نہ تو علیت کا نظریہ اور نہ ہی عوامی مقبولیت کا نظریہ بنیادی سیاسی اور سماجی واقتصادی اصول ہیں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ تم انہیں آزماؤ۔ میں نے اذیت کی حالت میں یہ افسردہ قسم کا تجزیہ کیا ہے۔ جیل کی فضاء نے میری غیر جانبداری کو متاثر نہیں کیا ہے۔ میں یہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ چونکہ میں موت کی کوٹھری میں ہو۔ اس لئے ساری دنیا موت کی کوٹھری میں ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہائی کورٹ نے ساری دنیا کو موت کی سزاء سنا دی ہے۔

اس لئے کہ اس نے مجھے موت کی سزاء سنائی ہے میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش قسمت انسان تصور کروں گا اگر بنی نوع انسان کے تاریک موسم سرما میں دھوپ کی کرن پھوٹ پڑے اور رنگ برنگ کے پھول کھل جائیں۔ دنیا تو بہت خوبصورت ہے "ایک خوبصورت شے تو ہمیشہ کے لئے مسرت و شادمانی کا باعث ہوا کرتی ہے" سطح مرتفع کی خوبصورتی ہے۔ بلند و بالا پہاڑوں کی خوبصورتی ہے ہرے بھرے میدانوں کا حسن ہے۔ غیر ہموار ریگستانوں کا اپنا حسن ہے۔ پھولوں اور جنگلات کا حسن اپنا ہے۔ نیلے سمندروں اور بل کھاتے ہوئے دریاؤں کا حسن ہے۔ طرز تعمیر کی شان و شوکت ہے۔ موسیقی کی شان و شوکت ہے اور رقص کی چمک دمک کا حسن ہے۔ سب سے بڑھ کر تو مرد اور عورت کا اپنا حسن ہے جو اللہ تعالیٰ کی مکمل تخلیق ہیں۔

میں شیلی کے وجودیت کے نظریہ کی حمایت کرتا ہوں۔ حسن ہر جگہ ہے، ایک مکمل تباہی والی جنگ میں بھی حسن کو بالکل ملیامیٹ کر دینا ممکن نہیں ہوگا۔ حسن اس قدر زیادہ حسن ہے کہ وہ بالکل ختم نہیں ہو سکتا۔ اس قید تنہائی کے بارہ مہینوں میں میں نے ماضی کا کوئی خوشگوار منظر مشکل سے ہی یاد کیا ہے۔ جب میں اس قید خانہ کی دیواروں کو گھنٹوں تک دیکھتا رہتا ہوں تو ماضی کے بہت سے واقعات میرے ذہن میں آتے ہیں ماضی کے کچھ مناظر از سر نو نظروں کے سامنے آئے ہیں جو کبھی بھی میری نظروں کے سامنے دوبارہ نہیں آتے

www.bhutto.org

اگر میں یہاں مقید نہ کیا جاتا، میں نے بار بار اپنے بچپن کے زمانہ کو جو میں نے گڑھی خدا بخش میں گزرا تھا۔ ان برسوں کو جو میں نے بمبئی میں اسکول میں گزارے اور ان آب و تاب والے برسوں کو جو میں نے برکلے اور آکسفورڈ میں گزارے یاد کیا ہے۔ آگرہ کے تاج محل کی شاہانہ شان و شوکت بار بار میرے ذہن میں آتی ہے۔ اسی طرح مجھے وہ پر سکون دن یاد آتے ہیں جو میں نے سری نگر، گلمرگ اور پہلگام میں گزارے تھے۔ وادی کشمیر حیرت انگیز طور پر خوبصورت ہے۔ اپنے طور پر یورپ کا حسن عدیم النظیر ہے، کوئی شخص بھی اس طمانیت قلب نہیں بھول سکتا جو کرائسٹ چرچ کے سبزہ زاروں میں چہل قدمی کر کے حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی فرد کیلی فورنیا میں ساحل سمندر پر کارمل کی طلسماتی کشش کو فراموش کر سکتا ہے۔

زندگی محبت کاملہ ہے۔ نیچر کی ہر خوبصورتی کے ساتھ اظہار عشق کیا جاتا ہے مجھے یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ میرا سب سے زیادہ جذباتی عشق اور جذبات خیز یا جسم میں جھرجھری پیدا کر دینے والا رومانس عوام کے ساتھ رہا ہے۔ سیاست اور عوام کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والی شادی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ " آدمی ایک سیاسی جانور " ہے اور ریاست یا مملکت ایک سیاسی تھیٹر ہے۔ میں بیس سال سے زائد ہنگامہ خیز برسوں سے اس سیاسی اسٹیج پر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے اب بھی کوئی رول ادا کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ لوگ اب بھی چاہتے ہیں کہ میں سیاست کے اسٹیج پر ہوں لیکن اگر مجبوراً مجھے سیاسی اسٹیج سے علیحدہ رہنا پڑا تو میں تمہیں اپنے احساسات کا تحفہ دیتا، میرے مقابلہ میں تم زیادہ بہتر طور پر یہ جنگ لڑ سکو گی، تمہاری تقاریر میری تقاریر کے مقابلہ میں زیادہ فصیح و بلیغ ہوں گی۔ عوام کے ساتھ تمہاری وابستگی مساوی طور پر مکمل ہوگی۔ تمہاری جدوجہد میں زیادہ توانائی اور جوانی کا جوش ہو گا، تمہارے اقدامات زیادہ جرات مندانہ ہوں گے۔ میں اس انتہائی مقدس مشن کی برکتیں تمہیں منتقل کرتا ہوں، صرف یہی تحفہ میں تمہیں تمہاری پیدائش کی سالگرہ پر دے سکتا ہوں۔

یہ تو خواب سیاست ہوگی اگر ایسی صورت کو جو محترک نوعیت کی ہے اس کی اہمیت کو کم کر کے پیش کیا جائے، بنی نوع انسان پر اور اس کے مشن پر یقین رکھیں۔ اللہ جو خالق ہے وہ

www.bhutto.org

ساری بنی نوع انسان کا اللہ ہے وہ ساری نبی نوع انسان کا اللہ ہے اللہ ہی قادر مطلق ہے، اس دنیااور اس کے بعد کی دنیا کے خالق نے خود ہی اپنے اوپر مہربانی کرنے اور معاف کرنے کا فرض عائد کیا ہے۔ کوئی بھی فوجی ڈکٹیٹرا اپنے اوپر اس قسم کا فرض عائد کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اس کے برعکس وہ تو یہ فضول شیخی بگھارتا ہے کہ وہ کسی کو بھی جوابدہ نہیں ہے۔

افریقہ پاگلوں یا خر دماغ لوگوں سے نجات حاصل کرے گا۔ افریقہ یہ ثابت کرنے کیلئے زندہ رہے گا۔ کہ سیاہ رنگ بھی خوبصورت ہوا کرتا ہے۔ افریقہ قدیم ہے۔ لیکن ایشیاء تو سدا جوان ہے۔ اس کے بانکپن والے حسن نے تو انسان کی پیدائش کے وقت سے ہی تہذیب کو چار چاند لگائے ہیں۔ لاطینی امریکہ ایک ایسے بین الاقوامی کلچرل کھڑتال بن گیا ہے۔ جو اندالوسیا کو عرب سے اور کیرسیبین سے منسلک کرتی ہے۔ اس کے شعلہ کی لو میں کس قدر حسن ہے۔ یورپ آب و تاب والا اور محبت کئے جانے کے قابل ہے۔ وہ کئی بار چہرے کو خوبصورت اور پرکشش بنوانے کے باوجود اب بھی دلکس اور خوبصورت ہے۔ امریکہ کے بحری ساحل پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ اس کے رکے ہوئے پانی کے بہاؤ میں اس کے حسن کی عکاسی ہوتی ہے۔ فضائی اصطلاح میں ساری دنیا خوبصورت ہے۔ طبیعاتی معنی میں میں نے شاذ و نادر ہی اس سے زیادہ مناظر کی خوبصورتی دیکھی ہے۔ جیسی کہ میں نے کیلیفورنیا اور ٹیکساس میں دیکھی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ کہ اس سب سے زیادہ طاقتو معاشرہ یا ملک کی اندھی قوت اس خوبصورتی کو ایسی بری شکل میں تبدیل کر رہی ہے۔ جیسی کہ ڈورین گرے کی تصویر ہے۔

مذہب اللہ اور بندے کے درمیان اور انسان اور انسان کے درمیان ایک کڑی یا رابطہ ہے۔ سیاسی نظریہ انسان اور انسان کے درمیان ایک کڑی رابطہ ہے۔ اس سبب سے ہندو مت، بودھ مت، یہودیت نصرانیت اور اسلام جیسے دنیا کے بڑے مذاہب سیاسی نظریات کے مقابلہ میں زیادہ دیر پا ثابت ہوئے ہیں۔ اگر کوئی کم علم مہم جو سیاسی اقتدار کی خواہش کے تحت اور اپنے اقتدار کو قائم و دائم رکھنے کی غرض سے مذہب کو اس کی آفاقی سطح سے گرا کر دنیاوی یا مادی سطح پر لے آتا ہے۔ اور اسے ایک تنگ نظر سیاسی نظریہ میں تبدیل کر دیتا

ہے۔ تو وہ مہم جو اللہ اور بندے کے درمیان اور انسان اور انسان کے درمیان کی کڑی یا تعلق کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔

چار معاملات ہیں۔ جن کے ذکر کے ساتھ ہی میں اس خط کو ختم کرنا چاہوں گا۔

۱۔ جب میں نے تمہاری والدہ کے ساتھ ستمبر ۱۹۵۱ء میں شادی کی تھی۔ تو میں ہنی مون منانے کیلئے انہیں استنبول لے گیا تھا۔ استنبول ایک خوبصورت شہر ہے۔ یہ مشرق و مغرب کے درمیان ایک پل ہے۔ تاہم انہیں استنبول اس لئے لے گیا تھا کہ میں ان کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسلامی تاریخ کے سنہرے اور سب سے زیادہ جرات مند بابوں یا ادوار کے کاریڈوروں میں سے ہو کر گزروں۔ اسلام کی تاریخ جذبات میں تموج پیدا کرنے والی ہے۔ لیکن جس قدر وہ ترکی میں متواتر حیثیت سے جذبات میں تموج پیدا کرتی ہے۔ اس قدر کسی اور ملک میں نہیں کرتی۔

۲۔ جوانی کے زمانہ سے ہی میں برطانوی سامراجیت کے خلاف جنگ کرتا رہا ہوں۔ مجھے سامراجیت سے سخت نفرت ہے۔ لیکن جب میں ان ذلت آمیز یا تذلیل کن دنوں کے بارے میں سوچتا ہوں۔ تو میرے اندر کوئی تلخی باقی نہیں ہے۔ اب وہ دور ایک بند باب کی طرح ہے۔ تم ماضی کی جدوجہد کی یاد میں تو زندگی نہیں گزار سکتی ہو۔ جب تم مکمل طور پر حال کی جدوجہد میں مصروف ہو۔

۳۔ ۱۵ر جون ۱۹۷۸ء کو جنرل شوکت مجھے دیکھنے کیلئے آئے۔ اس لئے کہ میں بیمار تھا۔ انہوں نے سول اور ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں میرا آپریشن ۱۹۶۳ء میں کیا تھا۔ جب میں وزیر خارجہ تھا۔ ہمیں یاد تھا۔ کہ جب میں کلوروفارم کے اثر سے مغلوب ہوتا جارہا تھا۔ تو میں بار بار کہتا جارہا تھا۔ کہ میں اکبر بگتی کو حکومت کے ہاتھوں موت کی سزا نہیں ہونے دوں گا۔ میں اکبر بگتی اور خیر بخش مری کے نام پکارتا رہا۔ تاریخی واقعات کا گھروندا کس قدر عجیب ہے؟ ۱۹۷۳ء میں پاکستان کے صدر کی حیثیت سے میری پاکستان

کی خاطر ان ہی بلوچ لیڈروں سے محاذ آرائی ہوئی۔ اگر اتفاق سے تمہاری ملاقات ان لیڈروں سے ہو جائے تو ان سے کہنا کہ مجھے اس بات پر یقین ہے۔ کہ ایک بلوچ ایک بہادر باپ کا بیٹا اور ایسی ماں کا بیٹا ہوتا ہے۔ جس کو اپنے اوپر فخر ہوتا ہے۔ بہادری اور فخر دونوں ہی بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں۔

۴۔ ۱۹۵۷ء کے موسم سرما میں جب تم چار سال کی تھیں۔ تو ہم "المرتضیٰ" کے بلند چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صبح کے وقت موسم بڑا خوشگوار تھا۔ میرے ہاتھ میں دو نالی بندوق تھی۔ ایک بیرل ۲۲ اور دوسرا ۴۸۰ کا تھا۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے ایک جنگلی طوطا مار گرایا۔ جب طوطا چبوترے کے قریب آکر گرا تو تم نے چیخ ماری۔ تم نے اسے اپنی موجودگی میں دفن کرایا۔ تم برابر چیختی رہیں۔ تم نے کھانا کھانے سے بھی انکار کر دیا۔ ایک مردہ طوطے نے ۱۹۵۷ء کے موسم سرما میں لاڑکانہ میں ایک چھوٹی سی لڑکی کو رلا دیا تھا۔ ۲۱ سال بعد وہ چھوٹی سی لڑکی ایک نوجوان لڑکی بن گئی ہے۔ جس کے اعصاب فولادی ہیں۔ اور جو ظلم کی طویل ترین رات کی دہشت کا بہادری سے مقابلہ کر رہی ہے۔ حقیقتاً تم نے بلاشبہ یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ بہادر سپاہیوں کا خون تمہاری رگوں میں موجزن ہے۔

میں جو کچھ لکھتا ہوں۔ وہ کمزوریوں سے پر ہے۔ میں بارہ مہینے سے قید تنہائی میں ہوں۔ اور تین مہینے سے موت کی کوٹھری میں ہوں۔ اور تمام سہولتوں سے محروم ہوں۔ میں نے اس خط کا کافی حصہ ناقابل برداشت گرمی میں اپنی ران پر کاغذ کو رکھ کر لکھا ہے۔ میرے پاس حوالے دینے کا کوئی مواد یا لائبریری نہیں ہے۔ میں نے نیلا آسمان بھی شاذونادر ہی دیکھا ہے۔ حوالہ جات ان چند کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ جن کو پڑھنے کی مجھے اجازت تھی۔ اور ان اخبارات و رسائل سے لئے گئے ہیں۔ جو تم یا تمہاری والدہ اس دم گھوٹنے والی کوٹھری میں مجھ سے ہفتہ میں ایک بار ملاقات کرنے کے وقت ساتھ لے کر آتی ہو۔ میں اپنی خامیوں کیلئے بہانے نہیں تراش رہا ہوں۔ لیکن اس قسم کے جسمانی اور ذہنی

www.bhutto.org

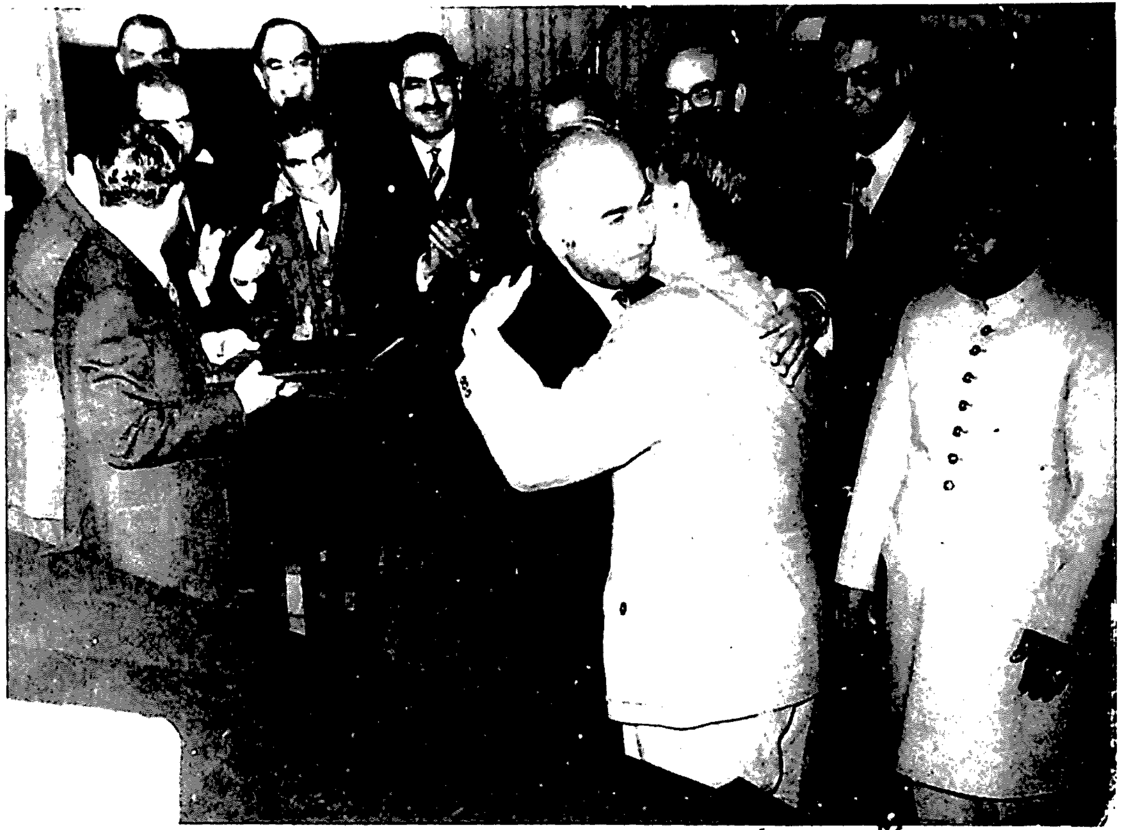

چین کے وزیر اعظم چو این لائی اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کی دوستی تمام آزمائشوں پر پوری اتری

www.bhutto.org

حالات میں گرتی ہوئی یاد داشت پر بھروسہ کرنا بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔

میں پچاس سال کا ہوں۔ اور تمہاری عمر میری عمر سے نصف ہے۔ جس وقت تک تم میری عمر کو پہنچو گی۔ تمہیں عوام کے لئے اس سے دو گنی کامیابی حاصل کرنی چاہئے۔ جس قدر کہ میں نے ان کے لئے حاصل کی ہے۔ میر غلام مرتضٰی جو میرا بیٹا اور وارث ہے۔ وہ میرے ساتھ نہیں ہے۔ اور نہ ہی شاہنواز اور صنم میرے ساتھ ہیں۔ میرے ورثہ کے حصہ کے طور پر اس پیغام میں ان کو بھی شریک کیا جائے۔ میر سائیں رابرٹ کینیڈی کے بیٹے کا قریبی دوست ہے۔

"ہر نسل کا اپنا مرکزی مسئلہ ہوا کرتا ہے۔ کہ آیا جنگ کو ختم کرنا ہے۔ نسلی ناانصافی کو مٹانا ہے۔ یا کارکنوں کی حالت کو بہتر بنانا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج کل کے نوجوانوں کو انفرادی انسان کے وقار کی فکر ہے۔ اور وہ ضرورت سے زائد اختیار اور طاقت کی حد بندی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایسی حکومت چاہتے ہیں جو اپنے شہریوں سے براہ راست اور دیانتداری کے ساتھ بات کرے۔ امکانات تو بہت زیادہ ہیں۔ داؤ پر بہت کچھ لگا ہوا ہے۔ آنے والی نسل کیلئے ٹنی سن کا مایوس کن لیکن ایک طرح سے پیغمبرانہ پیغام چھوڑتا ہوں کہ " ارے پچاس سال کی عمر میں میں کیسا ہو جاؤں گا۔ اگر قدرت نے مجھے زندہ رکھا جب کہ اس پچیس سال ہی کی عمر میں دنیا کو اس قدر تلخ پاتا ہوں۔ "

ذوالفقار علی بھٹو

ڈسٹرکٹ جیل، راولپنڈی

۲۱ر جون ۱۹۷۸ء

فرانس کے صدر جسکارڈ کے نام جیل کوٹھڑی سے
ذوالفقار علی بھٹو کا اہم خط

ڈیئر مسٹر پریذیڈنٹ!

اگر موت کی اس کال کوٹھڑی سے جس پر سخت ترین حفاظتی پہرہ ہے۔ ہاتھ باہر نکالنا اتنا مشکل نہ ہوتا میں آپ کو اپنے جذبات سے آگاہ کرنے کے لئے بہت پہلے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔

اس وقت جب کہ میں زندگی اور موت کے ترازو میں جھول رہا ہوں، مسٹر صدر آپ جانتے ہیں میرا ضمیر اور دل کی سچائی، آپ کے مفکرانہ لگاؤ کے نتیجے میں ممونیت کے اظہار پر پیش از وقت مجبور کر رہی ہے خواہ کچھ بھی ہو لیکن میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک معصوم آدمی کی عزت بچانے کے لئے آپ نے جس تردد کا مظاہرہ کیا ہے اس سے آپ اور آپ کے ملک کے عوام نے پاکستانیوں کے دل جیت لئے ہیں۔

فرانس ۱۷۸۱ء سے پہلے خاص طور پر اور اس کے بعد عام طور پر مغربی تہذیب کا عظیم مرکز رہا ہے۔ لگ بھگ ۱۹۵۸ء تک فرانس جنت کی نظیر بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے مجھے یورپ کے بارے میں اس انداز سے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یورپ کے وہ سامراجی عزائم ہیں جس کے سامنے میں ہمیشہ سینہ سپر رہا ہوں۔ آپ نے کمیونسٹ چیلنج کا براہ راست اپنی ٹیکنالوجی اور ٹیکنک کے ساتھ مقابلہ کیا ہے خارجی طور پر ایک سرد جنگ لڑی ہے اور اب اپنے دفاع کو تقویت بخش کر طاقت کا توازن قائم کر لیا ہے کمیونسٹ

www.bhutto.org

ریاستوں کے ساتھ آپ کے روابط کی حالت حوصلہ کن ہے روس اور چین کے ساتھ آپ کے تعلقات کا توازن خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

داخلی طور پر یورد کمیونزم اور اسی قسم کے دوسرے نظام حکومت کے اثرات کی وجہ سے فوجی بغاوت کی اس "چیونگم" سے چھٹکارا حاصل کرنے کا عظیم مسئلہ درپیش ہے جسے ان فوجی ڈکٹیٹروں نے جنم دیا ہے جو قانون کی بحالی کے نام پر حکومتوں کا تختہ الٹتے لیکن لاقانونیت کو رواج دیتے ہیں۔ یہ لوگ آئینی اتھارٹی کو کمیونزم کی دھمکی کے نام پر بے اختیار کرتے اور خود کمیونزم کی وجوہات پیدا کرتے ہیں۔ ان کی پشت پناہی کی وجہ سے یورپ نے خود اپنے اندر تباہی کے بیج بو لئے ہیں اور یہی لمبی مساوات میں بنیادی اختلاف ہو سکتا ہے کہ آپ میرے اس خیال سے اتفاق نہ کریں کیونکہ فرانس نے دو غیر معمولی پیشہ ور سپاہی پیدا کئے ہیں جن کی قیادت میں آپ کے ملک نے قابل ذکر ترقی کی۔

۱۔ نپولین بونا پارٹ

۲۔ چارلس ڈیگال

مذکورہ بالا تیسری دنیا کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے لیکن میں فی الحال صرف اپنے ملک کی بات کرو نگا وادی سندھ کی تہذیب بڑی قدیم اور پروقار ہے لیکن اس وقت یہ وادی ایک بیمار پانی سے سیراب ہو رہی ہے کہ یہاں کے باشندوں کو خوف اور دہشت کی بہت لمبی راتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ آزادی سے لے کر اب تک یہ ملک تین بار فوجیوں کے حکومت کے تجربے سے گزرا ہے۔

ہر کامیاب فوجی بغاوت اس ملک کو پہلی فوجی بغاوت کے دور سے بھی کمزور تر کرتی رہی ہے۔ اگر یہی حادثے بھارت کو پیش آتے تو وہ اب تک تین یا چار ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا۔

جی ہاں لاقانونیت تو ہندوستان میں بھی ہے لیکن وہاں جمہوریت کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ بڑے سے بڑا سیاست دان بھی ہمارے ڈکٹیٹروں سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔

میں عظیم فتوحات کا امین ہوں اور میری رگوں میں بہادروں کا خون دوڑ رہا ہے میں نے دوبار فوجی آمریت کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے اور آخر کار تیسرے میں موت کے

www.bhutto.org

گھاٹ اتارے جانے کا حکم پاچکا ہوں۔ لیکن اگر مجھے قتل کیا جاتا ہے تو میرا خون برصغیر کے نوجوان مردوں اور عورتوں کے چہروں پر ایسی سرخی بن کر ابھرے گا جیسے بہار کے موسم میں فرانسیسی گلاب کی ں میں ہوتی ہے۔

میں پندرہ سال سے آزادی کے لئے متزلزل جنگ لڑ رہا ہوں، میں نے نہرو اور قائد اعظم کے شانہ بشانہ کام کیا ہے۔ میں نے ڈیگال کو ان کے عروج کے زمانے میں دیکھا ہے۔ مجھے ماؤزے تنگ کی عزت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ میری سیاست رومانس اور شاعری کا امتزاج ہے۔

میں نے آج تک سوائے عوام کے کسی سے محبت نہیں کی۔ اسی لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ "عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں" یہ کوئی سیاسی سلوگن نہیں بلکہ میرا غیر فانی اعتقاد ہے چاہے مغرب کی خود غرض طاقتیں اور مشرق کے اندھے خواہش مند انسان کو تیسری جنگ عظیم کے دہانے پر لے جائیں۔ انسان اس چتا کے جشن کی راکھ سے اور بھی زیادہ طاقتور ہو کر ابھرے گا سب سے زیادہ خوبصورت بات یہ ہے کہ ایک مرے ہوئے شخص کے لئے مرنے میں فتح سمجھی جائے گی اور مرنے والے کی قبر سے فتح و نصرت کے پھول اگیں گے۔

لہٰذا مسٹر پریذیڈنٹ اگر میں زندہ رہا تو میں ہر حال میں اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔ خواہ اس کے لئے مجھے کتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے، عوام کی بھلائی کے لئے میرے مقاصد کے حصول کی خاطر، میرے خاندان کو ناقابل برداشت حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

لیکن میری جدوجہد کا یہ واحد تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ میر مرتضٰی بھٹو نے آپ پر جو بوجھ ڈالا ہے۔ آپ نے محسوس نہیں کیا ہو گا کہ ایک بیٹا آخر اپنے باپ کے لئے اتنا کچھ کرنے کا حق تو رکھتا ہی ہے۔

جہاں تک اس علاقہ میں ہونے والے حالیہ تبدیلیوں کا تعلق ہے تو میرے خیال میں ان پر بحث کرنے سے پہلے ان خطرات کا ذکر ضروری ہے کہ جن کا پاکستان کو اندرونی طور پر سامنا ہے۔ پاکستان کو اندرونی خطرات سے بچانا پہلی ضرورت ہے بہ نسبت خود کسی نئے یا

www.bhutto.org

پرانے بیرونی خطرے سے آگاہ کرنے کے۔

آپ کے ملک سے میری محبت کو بھی آپ جانتے ہیں اور آپ سے متعلق میں جو تعریفی جذبات رکھتا ہوں انہی بھی آپ جانتے ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو ہم بلاشبہ انسانیت کی بھلائی کے اقدامات سے حاصل ہونے والی خوشیاں مشترکہ طور پر محسوس کریں گے۔

لیکن ایک اگر میں مارا جاتا ہوں تو آپ کو دوبارہ ملنے تک کے لئے اس دعاء کے ساتھ خدا حافظ کہتا ہوں کہ میرے ملک کے لوگوں کو مفلسی، بے بسی، بے کسی اور بھیک مانگنے سے بچانے کے لئے جو پیشرفت ہم نے کی تھی اس کو پایہ تکمیل پہنچانے کے لئے بہتر لوگ آئیں۔

" قاتل قرار دیئے شخص کی حیثیت سے میں اتنی ہمت نہیں رکھتا کہ میں آپ کو دوست کہوں لیکن مہربانی فرما کر میرے عزت و احترام سے پر جذبات اپنی وفادار اور قابل بیوی کو پہنچا دیجئے اور اپنے بیٹے ہنری کو میرا شفقت بھرا سلام کہئے۔

سمندر جیسی وسیع عزت اور گہرے لگاؤ کے ساتھ۔

ذوالفقار علی بھٹو

www.bhutto.org

بھٹو شہید کا آخری خط

یہ خط ۴ر اپریل ۱۹۷۹ء کی آخری سیاہ رات کو بھٹو شہید نے فرانس کے صدر والری ژسیکار دیستاں کو لکھا جو کہ اس وقت یورپی اقتصادی برادری کے سربراہ بھی تھے۔ یہ خط جناب بھٹو نے پھانسی دیئے جانے سے قبل لکھا تھا جو ان کا آخری خط ثابت ہوا۔

ڈیئر پریذیڈنٹ!

میں نے دو فوجی آمریتوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے اس لئے تیسری کی طرف سے مجھے ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میرا لہو اس برصغیر کے نوجوانوں مردوں اور عورتوں کے لئے اس طرح کھاد بنے گا جیسے وہ کھاد ہوتی ہے جو فرانسیسی گلاب کے لئے موسم بہار میں اس کے بے مثال حسن کے کام آتی ہے۔

" آپ کمیونسٹ چیلنج کا مقابلہ اپنی ٹیکنالوجی اور ٹیکنیک سے براہ راست کرتے ہیں۔ ہم اس چیلنج کا بالواسطہ مقابلہ فوجی آمروں کی "چیونگم" فوجی بغاوتوں کی مزاحمت کی صورت میں کرتے ہیں۔ جو اقتدار پر قبضہ تو امن و امان کے نام پر کرتی ہیں۔ مگر خود بدامنی پیدا کرتی ہیں۔ ان کا دفاع کر کے مغرب خود اپنی تباہی کی تخم کاری کرتا ہے"

" میں ۱۵ سال کی عمر میں ایک پرجوش اور سمجھوتہ نہ کرنے والا مجاہد آزادی رہا ہوں۔ میری سیاست میں رومان اور شاعری گھلی ملی ہے۔ میرا سب سے درخشاں عشق عوام سے رہا ہے۔ اس لئے میں عوام کے اقتدار میں ایک سیاسی نعرے کے طور پر نہیں بلکہ ناقابل شکست اعتقاد کے طور پر یقین رکھتا ہوں"

"اگر مغرب کی خود غرضانہ کوتاہ نظری اور مشرق کی اندھی جذباتیت جن کا اظہار بڑی طاقتوں کی صورت میں ہو رہا ہے۔ انسانیت کو تیسری عالمگیر جنگ میں جھونک دیتے ہیں۔ تب بھی انسان تباہی کی اس راکھ سے دوبارہ اور زیادہ شان و شوکت سے ابھرے گا۔"

"میں عہد کرتا ہوں کہ اگر میری جان بچ جائے تو میں اکھاڑے میں بیچوں بیچ بے پناہ مشکلات سے خوفزدہ ہوئے بغیر لڑائی جاری رکھوں گا۔ اگر میں مرجاؤں تو میں آپ کو اس دعا کے ساتھ خداحافظ کہتا ہوں کہ میرے عوام کی نفرت انگیز غربت اور افلاس کے خاتمے کی نامکمل جنگ کی تکمیل کے لئے زیادہ بہتر لوگ آئیں گے"

ذوالفقار علی بھٹو

راولپنڈی جیل ۴ر اپریل ۱۹۷۹ء

بھٹو نپولین اور جنرل ڈیگال

فرانس کے سابق صدر والری ژسیکار دیستاں ذوالفقار علی بھٹو شہید کے اعلیٰ سیاسی نظریات کے باعث ان سے خاص محبت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اتحادی ملک امریکہ کی شدید مخالفت کے باوجود پاکستان کو ایٹمی ری پراسینگ پلانٹ فراہم کرنے کا معاہدہ کیا اور جناب بھٹو کے تمام دور حکومت میں فرانس پاکستان کو پلانٹ فراہم کرنے کے اعلان پر سختی سے قیام رہا۔ اگرچہ امریکہ نے ایٹمی پلانٹ کے سمجھوتہ کے باعث فرانس اور پاکستان کے خلاف سفارتی سطح پر کافی تندو تیز مہم شروع کر رکھی تھی ...... فرانس کے سابق صدر نے اپنی ایک خصوصی تحریر میں جناب بھٹو کی شخصیت کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور انہیں فرانس کی تاریخ کے عظیم ہیرو نپولین بوناپارٹ اور دوسری جنگ عظیم کے دوران فرانسیسی قوم کو جرمن فوجوں کے تسلط سے آزادی دلانے والے عظیم جنرل ڈیگال کے مماثل سیاسی قائد قرار دیا...... فرانس کے صدر نے جناب بھٹو کے بارے میں لکھا۔

''اجازت ہو تو میں آپ کو بیتے دنوں میں لے چلوں دس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہو گا۔ ۳۰ ر جولائی ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ ایلیسی پیلس میں مجھے ایک خط ملا جو علی بھٹو کسی نہ کسی طرح راولپنڈی جیل سے مجھ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ خط کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی تھی۔ ''اس کال کوٹھری سے جس کے گرد سخت پہرہ ہے، آہنی سلاخوں کے پار رابطہ دشوار نہ ہوتا تو میں بہت پہلے ہی پرجوش ہدیہ تہنیت اور دلی مبارکباد آپ تک پہنچا چکا

www.bhutto.org

چین کے عظیم رہنما ماؤزے تنگ اور پاکستان کے عظیم رہنما ذوالفقار علی بھٹو ایک ساتھ

www.bhutto.org

ہوتا"۔

یہ جذباتی خط موت کی دہلیز پر کھڑے شخص نے لکھا تھا۔ ایک مجاہد نے لکھا تھا۔ یہ اسباب کشاکش حیات کا فصیح لب لباب تھا۔ اس میں جمہوریت کی بھرپور وکالت کے ساتھ ساتھ فوجی آمروں کے گھٹیاپن کی مذمت کی گئی تھی جو نظم و ضبط کے نام پر اقتدار پر قبضہ کرتے ہیں اور خلفشار پھیلاتے ہیں۔ اس میں عوام کی خاطر آزادی کے لئے شدید اور بے لوث جدوجہد کا عہد کیا گیا تھا۔ ان المناک لمحات میں یہ کسی دلیر شخص ہی کا خاصہ ہوسکتا ہے۔ کہ وہ شکست اور خوف کا شکار ہونے کی بجائے ایسا خط لکھنے بیٹھ جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ علی کے دل میں یہ امنگ جاگزیں تھی کہ ان کا خون اس برصغیر کے جواں سال مرد و زن کے لئے جذبہ جدوجہد کے لئے مفید ثابت ہو۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرات کا مطلب زندگی سے بیگانگی نہیں بلکہ مستقبل پر یقین محکم کی دلالت تھا۔ اپنی بے مثل موت پر ان کی خواہش تھی اور یہ خواہش پوری ہوئی کہ ایسے اقتدار و افکار کو جنم دیا جائے جن پر عمل در آمد پاکستان کی خوشحالی اور تمام پس ماندہ ممالک کی ترقی کے لئے لازمی ہو۔

جولائی ۱۹۷۷ء میں فوج نے ان کی حکومت کا تختہ الٹا توان کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی دوسرے ملک میں پناہ لے لیں ان پر بےہودہ الزامات لگائے گئے توانہوں نے اپنی بے گناہی کا دفاع کرنے کو ترجیح دی، حالانکہ مقدمے کا فیصلہ پہلے ہی سے طے شدہ تھا۔ سزائے موت سنائے جانے کے بعد وہ اس وقت کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاالحق سے رحم کی اپیل کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے افراد خانہ کو بھی حکم دیا کہ وہ کسی بھی حالت میں اپیل نہ کریں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں نے ان کی خواہش کے برعکس، رحم کی اپیل کی تھی مگر وہ مسترد کر دی گئی۔

علی بھٹو انصاف مانگ رہے تھے بھیک نہیں، انہیں انصاف حاصل نہ ہوسکا۔ ڈاکٹر نیازی نے مجھے اس وقت لکھا تھا مسٹر بھٹو کا مقدمہ کوئی عام مقدمہ نہ تھا مسٹر بھٹو کو سنائی جانے والی سزا کوئی عام سزا نہ تھی، جو محض مقدمے کی تحقیقات کی بنیادوں پر سنا دی جاتی ہے متانت آمیز الفاظ میں سب کچھ کہہ دیا گیا تھا۔

www.bhutto.org

علی بھٹو کی موت نے ایسے المیے کو جنم دیا جو نفرت اور تشدد کی سمت لے جاتا ہے۔ بہرحال دور حاضرہ کے پاکستان کے لئے جس کے مسائل کی جڑیں اپنے عوام کی طویل تاریخ میں اتار دی گئی ہیں، بھٹو کی سیاسی زندگی گوناگوں سبق لئے ہوئے ہے۔

علی بھٹو اپنے ملک کی علاقائی حیثیت کو، جو تکلیف دہ فوجی تصادم کے سبب شکست و ریخت کا شکار ہوتی تھی، بحال کرنے میں کامیاب ہوئے، ان میں ایک نئی سفارتی صورتحال قبول کرنے کی سیاسی جرات تھی جس کا اظہار بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی صورت میں ہوا۔ انہوں نے اسی سال بھارت سے سفارتی تعلقات معمول پر لاکر دوبارہ اس سیاسی جرات کا مظاہرہ کیا۔

صرف مدبر ہی ایسے کام، لاثانی کارنامے سرانجام دینے کی اہلیت رکھتے ہیں، جو اپنے نظام سے ناتا توڑ کر نئی راہوں کی استواری میں ممد ہوں اور نتیجہ قوم ترقی کا عزم لے کر ان راہوں پر چل نکلے۔ علی بھٹو نے نپولین اور چارلس ڈیگال جیسے عظیم رہنماؤں کی مانند، جس کے وہ مداح تھے، بین الاقوامی توازن کا عالمی تصور اپنایا اور اسے بھرپور حقیقت پسندی اور مہارت سے مربوط کر کے دوسرے ملکوں کے ساتھ مذاکرات کئے۔ وہ یہ بات جان چکے تھے کہ گزشتہ عالمی جنگ کے نتیجے میں وجود میں آنے والی دو سپر طاقتیں ایک نئی ہیت ترکیبی کے مقابلے میں پسپا ہو رہی ہیں۔ یعنی ایک زیادہ پیچیدہ دنیا جس میں ترقی پذیر ممالک روز افزوں کردار ادا کریں گے۔ علی بھٹو ایک صاحب نظر سفارت کار تھے۔ انہوں نے سوویت یونین سے تعلقات میں بگاڑ پیدا کئے بغیر چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ انہوں نے امریکہ سے بھی قریبی تعاون برقرار رکھا اور مغربی یورپ کے ممالک کی جانب بھی متوجہ ہوئے۔ انہوں نے دولت مشترکہ سے علیحدگی ایسے اقدامات میں بھی کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی یوں جنرل ڈیگال سے مماثلت کا مظاہرہ کیا۔

بڑی طاقتوں کے درمیان ایک توازن قائم کرنے کی یہ خواہش، قریبی ہمسایہ ممالک کے ساتھ بااعتماد تعلقات کی جستجو میں پیش گوئی کی صلاحیت، تاریخ کے تغیرات پر نگاہ رکھنے اور پھر ان پر اثر انداز ہونے کی اہلیت، یہ سب جدید دنیا کی فطانت اور کامیاب سیاسی تدبر کی ایسی علامتیں ہیں جو علی بھٹو کو ودیعت ہوئی تھیں۔ ملکی سیاست میں بھی انہوں نے اسی نوع کے

سیاسی تدبر کا ثبوت دیا۔ وہ دنیا میں ایک نیا ملک تخلیق کرنے کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اس میں کامیابی حاصل کی اور ثابت کیا کہ یہ قوم زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

بنیادیں مستحکم کرنے کے حوالے سے وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ انہیں مذہبی، سیاسی اور معاشی حقیقتوں سے مفاہمت کرنا ہوگی۔ بعدازاں دنیا کے اس حصے میں رونما ہونے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان کی سوچ درست تھی۔ اسلام سے گہرا لگاؤ رکھنے والے پاک لوگوں کے اس ملک میں علی بھٹو ایک آئینی جمہوری حکومت قائم کرنے کے آرزومند تھے، مگر افسوس کہ ان کی اس خواہش کی راہ میں روڑے اٹکا دیئے گئے۔

بہرحال ان کی اہم اصلاحات آج بھی ہمارے ذہنوں میں محفوظ ہیں انہوں نے فوجی طرز کے انصاف کا عملی خاتمہ کیا، سیاسی قیدی رہا کئے، کم سے کم تنخواہ کا نظام متعارف کرایا طبی سہولتیں مہیا کیں، ریٹائرمنٹ کے بعد مزدوروں کے لئے پنشن کا نظام رائج کیا، ہڑتال کا حق تسلیم کیا۔

پاکستان میں حالیہ واقعات ان کی سوچوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کی عظمت اور بے مثل جرات سے عبارت موت مستقبل کے لئے ایک عہد کا درجہ رکھتی ہے۔ عوام ان کے نصب العین کو لے کر چلے اور وہ زندہ جاوید ہوگئے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ علی بھٹو نے اپنی پالیسیوں کی بنیاد وقتی آراء پر نہیں رکھی بلکہ انہیں ایسی اقدار پر استوار کیا جو پائیداری کا نشان تھیں۔

علی بھٹو نے ان نے تصورات سے وفاداری کی خاطر جان دی۔ کیونکہ انہیں ایک ایسی لڑائی کے خاتمے پر سردار کھینچا گیا۔ جسے وہ اپنے وطن کے لئے سودمند سمجھتے تھے۔ علی بھٹو تاریخ کی پراسرار راہوں سے گزرتے ہوئے اپنی بیٹی کے روپ میں پھر سے سامنے آگئے۔

بے نظیر بھٹو نے ثابت قدمی اور وفاؤں کے ناطے جو اقتدار حاصل کیا اور وہ ابتدائی سوال کا جواب پیش کرتا ہے باپ نے جان دے کر جو فتح حاصل کی تھی وہ بیٹی کی کامیابی بن کر سامنے آئی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو کا یہ پیغام مکمل کر دیں مجھے اجازت دیجئے کہ میں علی بھٹو اس خط کا آخری پروگرام آپ کے گوش گزار کروں۔

"میں زندہ رہا تو ہم بلاشبہ وسائل کی مساوی تقسیم کے لئے بنی نوع انسان کی جدوجہد کو

www.bhutto.org

آگے لے جانے کے پروقار عمل میں باہم ساتھ دیں گے اگر میں مر گیا تو اس دعا کے ساتھ آپ کو خدا حافظ کہوں گا کہ میں اپنے عوام کو غربت و بے کسی کے جال سے نکالنے کی جو جدوجہد ناتمام چھوڑے جا رہا ہوں اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بہتر لوگ سامنے آئیں گے۔

ایک سزا یافتہ قاتل، گردانے جانے کے باعث میں اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا کہ آپ کو اپنا دوست کہہ کر مخاطب کروں، تاہم براہ کرم اپنی معزز و محترمہ اہلیہ تک میرا اسلام اور بیٹے تک پیار پہنچا دیجئے۔ "

شکریہ علی بھٹو، اس بات پر کہ آپ کیسی عزیز ہستی تھے اور آپ نے کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے۔ اب میری باری ہے کہ آپ کو خدا حافظ کہوں، اگرچہ ہم آپ تک رسائی، آپ کی کال کوٹھری کی نسبت زیادہ دشوار ہے مگر میں یہ بات دل سے کہہ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ایک دن آئے گا جب آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔

سپریم کورٹ میں جناب بھٹو کا آخری بیان

سپریم کورٹ آف پاکستان میں جناب بھٹو کے خلاف مقدمہ قتل کی سماعت کے دوران سپریم کورٹ نے جناب بھٹو کو اپنا بیان قلمبند کروانے کے لئے عدالت میں آنے کا موقع دیا۔ جناب بھٹو نے سپریم کورٹ میں اپنا ایک تفصیلی بیان ریکارڈ کروایا، یہ بیان چار روز کے اندر مکمل ہوا، جناب بھٹو کا سپریم کورٹ میں بیان ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طویل بیان میں سے کچھ حصے زیر نظر کتاب کا حصہ بنائے گئے ہیں۔ تاکہ قارئین مشکل ترین اور اذیت ناک لمحات میں بھی جناب بھٹو کی جرات، قابلیت، فصاحت و بلاغت اور قوت اظہار کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔

"میں موت کی کوٹھڑی جس کا رقبہ ۷ × ۱۰ فٹ ہے میں ایک برس سے زائد عرصے سے بند ہوں۔ جس کے نتیجے میں میں اس کمرے میں اپنے آپ کو دھندلایا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کمرے میں اپنی موجودگی کو اس کے رکھ رکھاؤ اور اس میں موجود لوگوں میں اپنے آپ کو پوری طرح ایڈ جسٹ نہیں کر سکتا ہوں۔ لوگوں کو دیکھنا بہت نفیس اور اچھا لگتا ہے۔ اس لئے میں اس سماعت اور موجودگی میں کچھ سست رو ہو گیا ہوں۔

میں اس معزز عدالت میں ان افراد کے سامنے جو غیر ملکی ہیں۔ اس حقیقت کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا کہ مجھ پر کیا کچھ گزر چکی ہے۔ میں ان غیر ملکی دوستوں کا احترام کرتا ہوں۔ میں اپنے جسم پر نشانات یا ایسی چیزوں کو ان کے سامنے دکھانا نہیں چاہتا۔ لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اگر اس مرحلے میں اس سرزمین سے تجاوز کر جاؤں۔ جو پہلے

سے ہی ڈھانپی جا چکی ہے تو میں ایسا بری نیت سے نہیں کروں گا کہ میں عدالت عالیہ کا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ تاہم میں اپنی موت کی چھوٹی سی کوٹھڑی سے وہ جبر اور مجبوریاں دیکھ سکتا ہوں، جو اس کیس کے خاتمے کے لئے عمل میں لائے گئے ہیں۔ یہ جبری عوامل مجھ پر اسی طرح واضح ہیں۔ جیسے میں ایک پینورامادیکھ رہا ہوں۔

یورلارڈشپس کو یاد ہو گا کہ اس مختصر سے وقت میں جو ایک گھنٹہ یا اس سے قریب تھا، میں نے یورلارڈشپس کے سامنے اپنی بعض آراء پیش کی تھیں اور یورلارڈشپس ازراہ عنایت میری تائید کریں گے کہ میری آراء وقت گزرنے کے ساتھ صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ میں نے یورلارڈشپس کو بتایا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ سیاسی جماعتوں کو ختم کیا جائے گا اور سیاسی جماعتیں توڑ دی جائیں گی۔ میں نے یورلارڈشپس کو بتایا تھا کہ جب آئین کی چھتری نہیں ہوگی تو پھر آئین کے خلا میں ہونے کی وجہ سے قومیتوں کے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔

پاکستان ایک فیڈریشن تھا۔ لیکن اب یہ ایک فیڈریشن نہیں رہا، اب اسے ایک ہی ہاتھوں میں دی جانے والی حکومت کے انداز میں چلایا جا رہا ہے۔ مائی لارڈ، ہم فیڈریشن کے اجماع پر بہت بہت دشوار، کٹھن اور تکلیف دہ مرحلے سے گزر کر پہنچے تھے۔ اب مصائب کے صندوق کا ڈھکنا کھل گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جو قومی فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا وہ حاصل نہیں جا رہا اور میں تو یہاں تک کہوں گا کہ قومی مفاد کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ خالص معروضی اصطلاح میں کہوں گا کہ مجھے صورت حال دیکھ کر بے حد تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ سیاسی جماعتوں کی جس انداز میں بچہ کشی کی جا رہی ہے۔ پارٹیاں ہی ملکی رابطے ہوتے ہیں۔ اگر ان قومی رابطوں کو کمزور یا سخت کر دیا جائے تو پھر قومی ڈھانچہ کبھی برقرار نہیں رہ سکتا۔

یہاں پاکستان میں ان قومی اداروں کو توڑا اور جکڑ لیا گیا ہے اور ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ وہ بیج بو دیا گیا اور نشو و نما پانے لگا ہے۔ اگرچہ ابھی وہ پوری طرح کھلا نہیں۔ لیکن چار قومیتوں کا مسئلہ انتہائی تیزی سے پھیل پھول رہا ہے۔

مائی مارڈ، میں ایک سیاستدان ہوں۔ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ میں اسمبلی میں گیا تھا میں

لاہور ہائی کورٹ میں وکلاء کے ہمراہ

www.bhutto.org

اسمبلی میں گزشتہ بائیس برس سے ہوں۔ مجھے کئی بار اس کا رکن منتخب کیا گیا اور ۱۹۷۰ء میں ہی مجھے پانچ بار اسمبلی کے لئے منتخب کیا گیا میرے والد سندھ کی امپیریل کونسل میں ۱۹۲۱ء میں منتخب ہونے والا پہلے نمائندے تھے۔ جب وہ بمبئی کی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے گئے، تو میرے چچا سندھ کے نمائندے بن گئے۔ اس لئے مائی لارڈ ہم اسمبلی میں چمیسفورڈ مانٹیگو اصلاحات کے زمانے سے اسمبلی میں ہیں۔ اس لئے یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ میں نے اپنے خلاف اسمبلی میں تنقید و تعریف سنی۔ میں ایک لڑکے کی حیثیت سے ان اسمبلیوں میں جاتا رہا۔

میں خود تلخ اور زہریلے جملوں کا سامنا ۱۹۶۲ء سے کر رہا ہوں۔ جب قومی اسمبلی کا رکن بنا تھا اور یور لارڈ شپس اس اسمبلی میں ہی دوسرے لوگوں کی تنقید جو مجھ پر کی گئی کہیں زیادہ تلخ زہریلی اور جارحانہ تھی۔ اس لئے یہ کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ سیاست کے میدان میں میں پتلی اور نرم جلد کا مالک تھا اور یہ کہ میں کوئی ایسا شخص تھا کہ مختلف پیشوں سے وابستہ رہنے کے بعد اپنی حدود سے تجاویز کر کے سیاست کی دنیا میں آگیا تھا اور میں تلخ تنقید کے طوفان کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ مائی لارڈ ایسا کسی غیر سیاسی شخص کے ساتھ تو ہوسکتا ہے۔ لیکن کسی سیاسی شخص کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ ایک ایسا سیاستدان جسے عوام نے شاندار اور بھاری اکثریت کے ساتھ منتخب کیا ہو۔ ایک غیر متحمل شخص سیاست میں کبھی بھاری اکثریت کے ساتھ منتخب نہیں ہوسکتا۔ صرف وہی شخص منتخب ہوتا ہے جو محتمل ہو۔ جسے لوگ پیار اور پسند کرتے ہوں۔

اس مقدمے میں مائی لارڈ مثال قائم کرنے کے لئے بہت آسانی سے یہ بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حال ہی میں جو واقعات گیونا میں رونما ہوئے ہیں۔ ان کی تمام تر ذمہ داری صدر کارٹر پر عائد ہوتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسا کیا جاسکتا ہے کہ کانگریس کے رکن سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ پہنچے اور وہاں جاکر انہوں نے کہا کہ ان کا گیونا جانا بہت ضروری ہوگیا ہے کیونکہ انہوں نے سنا ہے کہ وہاں عجیب وغریب واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ اس لئے اسے وہاں جانے کی اجازت مل گئی اور وہاں پہنچے تو وہاں قتل عام شروع ہوگیا اور وہاں مارے گئے اور پھر ماضی کے واقعات کا سراغ لگاتے ہوئے اس کے قتل کا الزام ریاست ہائے متحدہ کے صدر

www.bhutto.org

کے سر لگایا جا سکتا ہے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ گاڑی کو گھوڑوں کے آگے باندھا جائے آپ گاڑی کو گھوڑوں کے آگے باندھیں یا گھوڑوں کو گاڑی کے آگے، مسئلہ یہ ہے کہ کسی طرح گاڑی حرکت میں آ جائے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ گھوڑوں کو گاڑی کے آگے باندھا جائے۔ اگر گاڑی کو گھوڑوں کے آگے باندھا جائے تو پھر گاڑی حرکت میں نہیں آ سکتی۔

کوئی اگلا قدم اٹھانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آپ کسی بات پر رضامند ہو جائیں۔ اگر کسی بات پر اتفاق ہی نہ ہو سکے تو پھر وقت کو تحریف اور جبر و اکراہ پر کیوں ضائع کیا جائے تحریف اسی صورت میں کار آمد ہو سکتی ہے۔ جب پہلے سے کسی بات پر اتفاق ہو چکا ہو۔ اس حالت میں یہاں کسی بات پر اتفاق نہیں ہوا۔ کوئی سازش نہیں ہوئی یا پہلے سے بنائی گئی کسی سازش کا وجود نہیں ملتا کوئی ایسی سازش جس کا سراغ ملک حق نواز ٹوانہ کے زمانے سے ملتا ہے ہو اس سازش کے حوالے سے کسی مستند تاریخ کا کوئی ذکر اور حوالہ نہیں ملتا۔ اس کا زمانہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اپریل یا جون یا پھر اگست کی تقریر کے زمانے میں ہوئی یا پھر اسلام آباد میں ہونے والے حادثے کے بعد، جس سازش پر اصرار کیا گیا ہے یہ سازش کرنے کی کوئی ایک تاریخ نہیں بتائی جاتی۔ مفروضوں سے کام لیا جاتا ہے جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے۔ مجھے تو ایف آئی آر میں بھی براہ راست شامل نہیں کیا گیا۔ میرا تو وہاں صرف ذکر اور اندراج ہوا ہے۔ (یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسٹر بھٹو نے بھی ایک تقریر کی) اس سے مجھے ملزم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے کہاں خاص اشارہ ملتا ہے کہ میں قصوری کے والد کا قاتل ہوں جسے کہ جسٹس وحید الدین نے اس کی نشاندہی کی تھی کہ یہ جواز کی ایک وجہ تو بن سکتی ہے۔ لیکن اسے ایک جواز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مائی لارڈ، میں بہر حال اپنے بارے میں گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ میں پریشان اور ہراساں ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ عوام ہراساں ہوں گے۔ اس سے انہیں تکلیف پہنچے گی۔ آپ یقین کیجئے اس سے بحران پیدا ہو سکتا ہے۔

۱۸ تاریخ کی درخواست کے حوالے سے کہوں گا کہ اسے ۱۸ تاریخ کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ ۱۹ تاریخ کو جب میں عدالت جانے کے لئے تیار تھا تو مجھے بتایا گیا کہ آج عدالت کا

www.bhutto.org

اجلاس نہیں ہو گا۔ کیونکہ چیف جسٹس کو بعض اہم امور کے سلسلے میں راولپنڈی بلوایا گیا ہے۔ ۲۰ کو تعطیلات کی وجہ سے عدالت کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ تعطیلات کے بعد یہ درخواست واپس کر دی گئی۔ کہا گیا کہ اسے کاز لسٹ پر لے آیا گیا ہے۔ لیکن اسے اس لئے واپس کیا جارہا ہے کہ اس میں غلطیاں ہیں۔ اس میں انتہائی معمولی تضادات تھے۔ بہرحال ۵ جنوری کو واپس کر دیا گیا۔

جب ۹ جنوری کو عدالت دوبارہ کھلی اور میں اس کمرے سے نکل رہا تھا۔ جس میں مجھے عدالت کے اندر جانے سے پہلے بٹھایا جاتا تھا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ مجھے چیمبرز کے اندر طلب کیا گیا ہے۔ میں ششدر رہ گیا اور اندر داخل ہوا۔ میں نے پانچوں ججوں کو وہاں بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ چیمبرز کے باہر بھی عدالت لگا سکتے تھے۔ چیف جسٹس نے میرے ہمراہ آنے والے ایس پی ظفر اللہ سے کہا کہ وہ بیٹھ جائے۔ چونکہ وہاں ایک دوسری کرسی بھی موجود تھی۔ اس لئے میں بھی بیٹھ گیا۔ اس نے فوراً چلا کر مجھے اٹھنے کے لئے کہا۔ تم ایک ملزم ہو۔ تم نہیں بیٹھ سکتے۔ چونکہ میں ایک ملزم تھا۔ اس لیئے میں بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے میں کھڑا رہا۔ پھر مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ درخواست میری تھی۔ اور کیا میں نے اس پر دستخط کئے تھے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو کہا گیا کہ میں اس پر دلائل دوں۔

مائی لارڈ یہاں سوال یہ اٹھا کہ مجھے اس سے پہلے کبھی چیمبرز میں بلائے جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اور میں نے عدالت کو کبھی چیمبرز میں بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اور اس حوالے سے قانون کو بھی نہیں جانتا تھا۔ استغاثے کا وکیل بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ اور دوسرے شریک ملزمان بھی وہاں موجود نہیں تھے۔ مجھے اکیلے ہی چیمبرز میں بلوایا گیا تھا اور اپنی درخواست پر دلائل دینے کے لئے کہا گیا۔ میں نے اظہار کیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اس پر دلائل نہیں دے سکتا۔ میں اس میں ضمیمہ پیش کر سکتا ہوں۔ اس میں بعض نکات میں اضافہ کر سکتا ہے۔ پھر میرے وکلا کو بلوایا گیا اور انہیں بمشکل پانچ یا دس منٹ سنا گیا۔

مسٹر اعوان نے دو یا تین مقدمات کا حوالہ دیا۔ جب میں نے بعض نکات کا ضمیمہ پیش کرنا چاہا تو مجھے کہا گیا تم ایک عجیب شخص ہو۔ بعض اوقات تم کہتے ہو کہ اپنے وکیلوں کی ضرورت ہے۔ کبھی تم کہتے ہو کہ تم خود ہی بات کرنا چاہتے ہو۔ اپنا دماغ ٹھیک کرو۔ میں نے ہزلارڈ

www.bhutto.org

شپ سے پوچھا کہ تضاد کہاں پایا جاتا ہے۔ پہلے میں نے یہ کہا تھا کہ میرے وکیلوں کو آنے کی اجازت دی جائے کہ وہ قانونی نکات پر دلائل دے سکیں اور میں بعض ضمیمہ جاتی نکات پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گا۔ اس موقع پر چیف جسٹس نے دندناتے ہوئے کہا۔ تم جانتے ہو کہ یہ موچی دروازہ نہیں ہے اور تم یہاں سیاسی تقریر نہیں کر سکتے ہو میں جانتا تھا کہ یہ موچی گیٹ نہیں تھا لیکن میرے اندر خواہش پیدا ہوائی کہ کاش یہ موچی دروازہ ہوتا لیکن ایسا نہیں تھا۔ یہ ہائی کورٹ کا چیمبرز تھا۔

اس وقت مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میری درخواست کس درجے بندی اور ذیل میں آتی ہے۔ اس لئے میں نے پوچھا کیا چیمبرز میں اس کی سماعت کی جائے گی؟ دوسرے لوگوں کی موجودگی میں اس کی سماعت ہونی چاہئے۔ یہ کوئی ایسا خفیہ چیمبرز کا مقدمہ نہیں ہے۔ اس پر مجھے بتایا گیا کہ یہ درخواست موشن کی درخواست ہے اور اس کے لیئے مختلف ہائی کورٹوں میں مختلف انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ مختلف ہائی کورٹوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ ایسی درخواست کی سماعت چیمبرز میں کی جائے۔ میں نہ یہ نکتہ پا لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے، کہ ایسی کئی درخواستیں موشن میں تھیں۔

ایسی درخواستیں ہم مقدمے کی سماعت کے آغاز سے ہی پیش کر رہے تھے اور ان سب کی سماعت کھلی عدالت میں کی گئی تھی۔ تو پھر مائی لارڈ آخر کیا وجہ تھی کہ درخواست کھلی عدالت میں نہیں سنی جارہی تھی؟ یہ ایک بہت اہم درخواست تھی جس میں مقدمے کے انتقال کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ آخر اسے کھلی عدالت میں کیوں نہ سنا گیا؟ اور اگر سب کچھ چیمبرز میں ہی سنا جانا تھا تو پھر اسے خفیہ اور بند چیمبرز کا مقدمہ کیوں بنا دیا گیا؟

مائی لارڈ، جہاں تک میرا واسطہ ہے میں نے پورے مقدمے کا ۹ جنوری ۱۹۷۸ء کو مکمل بائیکاٹ کر دیا تھا۔ میں ہائی کورٹ میں اس لئے جانے پر مجبور تھا کہ میں آزاد شخص نہیں تھا۔ بہر حال مائی لارڈ ۲۴ جنوری کو مجھے یقین دلایا گیا کہ مجھے عدالت کو خطاب کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا اور میں جتنا وقت چاہوں گا بول سکوں گا۔ اور ۲۵ جنوری کو میں نے دیکھا کہ مجھے ایک خالی عدالت میں لے جائے گیا ہے اور خفیہ ٹرائل ہو رہا ہے میں نے اپنے آپ کو قطعی طور پر مبہوت پایا۔ میں چکرا گیا، کوئی حکم پاس نہیں کیا گیا تھا کوئی حکم دکھایا نہیں گیا

تھا۔ کوئی نوٹس نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے اپنے حقوق کی کوئی خبر نہ تھی مجھے یہ بھی علم نہیں گیا تھا۔ کوئی نوٹس نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے یہ بھی علم نہیں تھا کہ یہ قانونی بھی ہے یا نہیں؟ ۲۴ر جنوری کو مجھے ایک بالکل مختلف تاثر دیا گیا کہ ۲۵ر جنوری کو میں نے اپنے آپ کو ایک یکسر مختلف صورت حال میں پایا۔ ایک بالکل نئی صورتحال میں پایا۔ فطری بات ہے کہ میں نے احتجاج کیا اور اپنے وکیلوں سے مشورہ کرنے کے لئے کہا۔

اس پر ایک لمبی بحث اس مرکزی خیال پر ہوئی کہ کیا مجھے اپنے وکیلوں سے مشورہ کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ یا نہیں؟ جب کہ میں نے ان کے وکالت نامے واپس لے لئے ہیں سوال تو یہ تھا کہ میں ان سے اس خفیہ ٹرائل کی قانونی حیثیت پر مشورہ کرنا چاہتا تھا۔

مجھے یہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ ایک خفیہ مقدمہ ہے میں نے اپنی تفریح کے لئے یہ سمجھ لیا کہ اسے اس لئے خفیہ رکھا جا رہا ہے کہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ ہر وہ بات جو اقبالی شریک ملزموں نے عدالت کی کارروائی کے درمیان کہی تھی۔ جو کہ آخر تک خفیہ عدالت میں جاری رکھی گئی تھی۔ نہ صرف اس کو رپورٹ کیا گیا۔ بلکہ اس کی پبلسٹی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی کی گئی۔ یہ مقدمہ بس اس حد تک خفیہ اور بند تھا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق تھا۔ اسے اس حد تک پراسرار اور رازدارانہ رکھا گیا کہ مجھے ۲۵ جنوری کا اوریجنل حکم بھی فراہم نہ کیا گیا۔ جس کا علم مجھے پاکستان ٹائمز میں چھپنے وال ایک خبر سے ہوا کہ ایک دوسرا حکم منظور کیا جا چکا ہے۔

مائی لارڈز، چیف جسٹس نے بی بی سی کو بتایا تھا کہ یہ مقدمہ تمام قانونی روایات کے مطابق ان روایات کے مطابق جو برطانیہ میں معروف ہیں دن کی پوری روشنی میں چلایا جائے گا۔ مائی لارڈز میں یہ جاننا چاہوں گا کہ قانون کی معروف روایات کے مطابق چلائے جانے والے اس مقدمے کو کس طرح ایک بند اور خفیہ مقدمے میں تبدیل کر دیا گیا؟ میں نے اس پر اصرار کیا کہ عام معروف قانونی روایات کے مطابق چلائے جانے والے اس مقدمے کو بند کمرے کے مقدمے میں کسی طرح بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ہالسبری نے بھی کہا ہے۔

www.bhutto.org

لاہور آمد پر جناب بھٹو کا استقبال ...... سابق ایم پی اے طارق وحید بٹ سے ہاتھ ملاتے ہوئے

www.bhutto.org

"کسی مقدمے کو بند کمرے کے مقدمے میں صرف چلڈرن ایکٹ کے تحت تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ " یا جہاں گڑ بڑ کا اندیشہ ہے۔ ججوں میں سے ایک نے رائے دی تم اس پر کیوں اصرار کر کے مطالبہ کر رہے ہو کہ اسے بند کمرے کا مقدمہ نہ بنایا جائے۔ آخر اس میں کونسی غیر معمولی بات ہے۔ وہ فیصلہ تو ہم لکھنے والے ہیں عوام تو یہ فیصلہ نہیں کریں گے ؟"

مائی لارڈز میں نے معزز جج کو جواب دیا کہ یہ ایک غیر معمولی رائے ہے جو دی گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ فیصلہ وہی لکھیں گے۔ لیکن کھلی عدالت میں مقدمہ کی سماعت کے لئے قانونی جدوجہد کی گئی ہے مجھے یہ ہمیشہ سکھایا گیا ہے کہ انصاف میں کوئی خانقاہی صفت نہیں ہوتی۔ جو بات میں سمجھ نہیں سکا تھا۔ وہ یہ تھی کہ مقدمے کو سفاکانہ اور یک طرفہ طور پر اس وقت کیوں خفیہ اور بند مقدمہ بنا دیا گیا۔ جبکہ میرے بولنے کی باری آئی تھی۔

۲۴ جنوری کے حکم میں یہ کہا گیا تھا کہ چونکہ میں عدالت کے خلاف مذموم اور فحش الزام لگانے والا ہوں۔ اس لئے عدالت سماعت بند کمرے میں کرے گی۔ پوائنٹ یہ ہے کہ میں نے جو کہنا تھا وہ پہلے کہہ چکا تھا۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اور اگر ایسا ہی تھا تو پھر مقدمے کی سماعت گیارہ اکتوبر ۱۹۷۷ء سے ہی بند کمرے میں خفیہ ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ میں نے تعصب کے جو الزامات لگائے تھے وہ تو اس سے پہلے عائد کر چکا تھا۔ میں تو اس تعصب کے بارے میں معروضی حقائق سامنے لانا چاہتا تھا۔ تعصبات معروضی ہو سکتے ہیں۔ یہ موضوع نہیں ہو سکتے۔ میرے بارے میں یہ کیوں فرض کر لیا گیا تھا کہ میں عدالت کو بدنام اور رسوا کرنا چاہتا ہوں۔ جبکہ میں نے ابھی ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ عدالت آخر کیوں چھلانگ لگا کر اس فیصلے تک پہنچی تھی اور مقدمے کو ایک بند اور خفیہ مقدمے میں تبدیل کرایا تھا۔

مائی لارڈز، ۲۴ر تاریخ کا حکم اپنے ظاہر سے ہی ناقص ہے۔ یہ حکم خود خفیہ اور بند کمرے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ عدالت کو اس کے بارے میں بتا دیا گیا تھا۔ اسی لئے عدالت نے ۲۵ر تاریخ کو اس کے نتیجہ میں ایک نیا حکم جاری کیا۔ ایسا اس لئے کیا گیا کہ میں نے عام قوانین کے تحت بند کمرے کے مقدمات کا حوالہ دیا تھا اور کہا تھا کہ اس سلسلے میں عدالت کو گڑ بڑ ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

www.bhutto.org

مائی لارڈز لاہور ہائی کورٹ ایک قلعہ نما عمارت ہے۔ آپ میں سے جو حضرات لاہور میں رہے ہیں انہوں نے اسے دیکھا ہو گا۔ اس کی مکمل ناکہ بندی کی گئی تھی راستوں کی ناکہ بندی کی گئی ساری جگہ میں پولیس کے آدمی زنانہ پولیس اور فوجی افسر بھرے پڑے تھے۔ حتیٰ کہ وکلا تک کے لئے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ وہ عدالت تک پہنچ سکیں۔ ایسی صورت میں میرے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہاں گڑ بڑ پیدا کر سکتا۔

مائی لارڈز اب یہ سپریم کورٹ میں آپ دیکھتے ہیں کہ جو حفاظتی اقدامات کئے گئے ہیں۔ آج میری سماعت کا چوتھا دن ہے اور یہاں نئے چہرے دیکھ سکتے ہیں۔ وہ نئے ذہین وکلا جو انگلینڈ سے واپس آئے ہیں جنہوں نے لنکنز ان اور گرے سے قانون کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ یہاں نئے چہروں کے وکیل بھی دکھائی دیتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کوئی گڑ بڑ ہوئی ہے۔ ۲۵ر جنوری کے حکم میں ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی تھی کہ ہالسبری کے تحت کسی مقدمے کی سماعت بند کمرے میں کیوں کی جاتی ہے۔ اس لئے مائی لارڈز یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۴ تاریخ کا حکم ناقص تھا اور اس کے بعد ۲۵ تاریخ کا حکم درست حقائق پر مشتمل نہیں تھا۔

وہ دن کی پوری روشنی کہاں چلی گئی تھی جس میں چیف جسٹس نے مقدمے چلانے کا وعدہ کیا تھا۔ مقدمہ نہ صرف یہ کہ دن کی روشنی میں نہیں چلایا گیا بلکہ اس کے برعکس اسے آدھی رات کو چلایا گیا۔

حتیٰ کہ صحافیوں کو بھی مکمل طور پر ۲۷ تاریخ کو بلیک آؤٹ کیا گیا۔ ۲۶ اور ۲۷ تاریخ کو دو حکم جاری کئے گئے جن میں مجھے کہا گیا کہ میں اپنا بیان جاری رکھوں۔ مجھے سوال نمبر ۵۴ کے جواب کے لئے کہا گیا یہ اس وقت ہوا جبکہ میں ابھی اس مقدمے کی غیر قانونی حیثیت میں یقین رکھتا تھا۔ اور میں نے یہی کہا تھا کہ یہ مقدمہ بیکار ہو چکا ہے اور مکمل طور پر غیر قانونی بن گیا ہے اس مرحلے پر مسٹر جسٹس آفتاب نے مجھے کہا میں نے تم سے جو سوال پوچھا ہے اس سے تمہاری اس تقریر کا کیا واسطہ ہے۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔

مائی لارڈز ججوں کے لئے میرے دل میں بے حد احترام ہے۔ میں نے ہزلارڈ شپ سے کہا کہ میں ان کے سوال کا جواب ان معنوں میں دے رہا ہوں کہ انہیں مجھ سے کوئی سوال

پوچھنے کا حق نہیں ہے۔ میں انہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے یہ سوال پوچھنے کے مجاز نہیں ہیں کیونکہ اب یہ سوال بے معنی اور غیر متعلق ہو چکے تھے۔ لہٰذا میں مسکرا دیا اور مقدمے کی غیر قانونی پوزیشن پر بولتا گیا۔

مائی لارڈز اس سے پہلے میں آپ کے سامنے اپنی معروضات کے اس ریکارڈ کا ذکر کر چکا ہوں جو میں نے ہائی کورٹ کے سامنے پیش کی تھی۔ ریکارڈ میں انہیں مسخ کیا گیا تھا۔ اب پوائنٹ یہ ہے کہ جب میں یہ کہہ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اسے تحریر نہیں کیا جا رہا تھا اس لئے میں نے سٹینو گرافر سے کہا۔

پلیز میں جو کچھ کہہ رہا ہوں آپ اسے قلم بند کرتے جائیں۔ تب مجھے کہا گیا سٹینو گرافر کیوں لکھیں اور تم کون ہوتے ہو کہ اسے یہ کہو کہ وہ انہیں قلم بند کرے میری معروضات متعلقہ اور مستند تھیں لیکن انہیں خارج کر دیا گیا جب مجھے یہ ریکارڈ دکھایا گیا تو میں نے کہا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے ٹیپ کے ساتھ ملا کر چیک کر سکوں۔ بات کہنے کا یہ ایک سادہ اور واضح طریقہ تھا کہ مجھے یہ شبہ تھا کہ جو ریکارڈ تیار کیا گیا تھا وہ درست نہیں تھا۔ مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی اور ۷ فروری کو میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ اس ریکارڈ میں کئی خلا ہیں۔ اور یہ ایک نامکمل ریکارڈ ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ پورا اس ریکارڈ میں نہیں دیا گیا۔

مائی لارڈز، میری ان معروضات کی بنیادوں پر مجھے ایک عادی جھوٹے کا نام دیا گیا۔ جبکہ اس پورے مقدمے کے دوران ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں یہ پایا جائے کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ سارا ریکارڈ آپ کے سامنے موجود ہے۔ میں تو انتہائی سادہ اور واضح انداز میں یہ نکتہ اٹھا رہا تھا کہ اس میں انتہائی سنجیدہ اور خوفناک خلا موجود ہیں ان معروضات کے حوالے سے جو میں نے پیش کیں اور جنہیں ریکارڈ میں ادھورا رکھتے ہوئے پاکستان کے سابق وزیراعظم اور صدر کو عادی دروغ گو کا خطاب دیا گیا۔

اس طرح پاکستان کو کیا عمدہ شہرت دی گئی کہ اس کا وہ صدر اور وزیراعظم جسے عوام نے منتخب کیا تھا ایک عادی دروغ گو ہے۔ مائی لارڈز قانون کی اس عدالت میں عدالت کو کونسی ایسی وجہ مل گئی تھی کہ جس سے وہ ایسے نتیجہ تک پہنچی۔ اس حوالے سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا

www.bhutto.org

صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو اور گورنر پنجاب ملک غلام مصطفیٰ کھر ایک پریس کانفرنس کے دوران

www.bhutto.org

کہ ججوں کے پورے بنچ کا رویہ متعصبانہ تھا۔

مائی لارڈ جب میں شدید علیل ہوا تو مجھے کہا گیا کہ علاج کے لئے میں عدالت سے اجازت لوں اور جب میں نے اپنی بیٹی سے ملاقات کے لئے کہا جسے میں بے انتہا چاہتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوا کہ اگر میرے بیٹے مجھے مایوس کریں گے تو پھر میری بیٹی مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ ملاقات کے لئے اس درخواست کے ضمن میں کہا گیا کہ یہ عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے کیونکہ مجھے مارشل لاء ریگولیشن نمبر ۱۲ کے تحت حراست میں لیا گیا ہے اس لئے عدالت کا مجھ پر کوئی اختیار نہیں جب کہ اس کے ساتھ ساتھ عدالت نے ایک سینئر افسر کو روزانہ میرے ساتھ متعین کیا ہوا تھا کہ وہ ہر روز میرے ساتھ جیل سے عدالت تک جائے۔ عدالت جہاں چاہتی اپنے اختیار کا مظاہرہ کرتی اور جہاں اس کی مرضی نہیں ہوتی تھی یہ دلیل دے دی جاتی کہ یہ عدالت کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

یور لارڈ شپس، میر روح، میرا عزم اور میری قوت ارادی ہے اور یہ کہ میں ایک رہنما ہوں ان وجوہات کی بنا پر میں اذیت بھری ابتلا کا سامنا کرنے کے قابل ہوں۔ اور یہاں بھی حاضر ہو گیا ہوں۔ ایک عام آدمی کب کا تباہ و برباد اور بکھر چکا ہوتا۔ آپ نہیں جانتے کہ میں کتنا پریشان اور بدحال ہو چکا ہوں، میں ختم ہو چکا ہوں۔

مجھے پچیس دنوں سے موت کی اس کوٹھڑی میں ہوں جس میں پانی تک نہیں، کل ہی میری طبیعت کچھ سنبھلی ہے۔ لیکن اگر یور لارڈ شپ کی یہی مرضی ہے تو میں کل نو بجے حتیٰ کہ آٹھ بجے بھی آسکتا ہوں۔

ایک برائے نام مسلمان

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو یور لارڈ شپس آپ کو یاد ہو گا گزشتہ روز میں نے کہا تھا کہ میں بات کا آغاز نام کے مسلمان کے مسئلے سے کروں گا اور ان پیراگراف کا حوالہ دوں گا، جو اس موضوع پر ٹرائل کورٹ نے اپنے فیصلے میں شامل کئے ہیں جو پیراگراف نمبر ۲۰۹ سے ۲۱۵ تک محیط ہیں، مائی لارڈ

ایک اسلامی ملک میں ایک کلمہ گو کے بجز کے لئے یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہو گا کہ وہ یہ بات ثابت کرے کہ وہ مسلمان ہے میرے خیال میں یہ اسلامی تمدن کی تاریخ کا پہلا واقعہ

ہے کہ ایک مسلم صدر، ایک مسلم رہنما، ایک مسلسل وزیر اعظم جسے مسلمان قوم نے منتخب کیا ہو، ایک دن اپنے آپ کو اس حیثیت میں پائے کہ وہ کہے کہ وہ مسلمان ہے۔

یہ ایک ہراساں کر دینے والا مسئلہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک کربناک معاملہ بھی ہے۔ یور لارڈشپس یہ مسئلہ کیسے کھڑا ہوا؟ آخر کس طرح؟ یہ مسئلہ اصطلاحاً عوام کے انقلاب یا کسی تحریک کے نتیجے میں نہیں کھڑا کیا گیا جو اس کے خلاف چلائی گئی ہو کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہے۔ یہ ایک آئیوری ٹاور سے آیا ہے۔ اسے بطور ایک رائے کے ایک فرد نے دیا ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود خواہ کتنے ہی اعلیٰ عہدے پر کیوں نہ ہو۔ لیکن دراصل اسے اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ جو امور اس کی سماعت کے دائرے میں آتے ہیں۔ ان میں یہ معاملہ قطعی طور پر شامل نہیں۔ نہ ہی یہ اس کا موضع ہے کہ جس پر وہ اپنا موقف بیان کر سکے کسی فرد، کسی ادارے اور اس عدالتی بنچ کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ ایک ایسے معاملے پر اپنی رائے دے۔ جس پر رائے دینے کا اسے کوئی جائز حق حاصل نہیں۔

چونکہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی بیچ کا واسطہ نہیں ہے۔ اس لئے یہاں معاشرے میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ سماج میں سماجی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جو انسان اور انسان کے مابین تخلیق پاتی ہیں اور ان کی سزا اسی دنیا میں ہی دی جاتی ہے۔ جیسے چوری، غنڈہ گردی، زنا وغیرہ۔ لیکن خدا کے خلاف بھی انسان جرم کرتے ہیں۔ جن کا اسلام میں ذکر موجود ہیں۔ لیکن ان گناہوں کا تصفیہ اللہ اور انسان کا معاملہ ہے اور اس کا فیصلہ خدا خود روز حشر کرے گا۔ اس حد تک انسان اور خدا کے درمیان براہ راست تعلق کی حد ہے۔ اسلام جو تبلیغ کرتا ہے۔ وہ یہودیوں کے خدا کی ہے نہ عیسائیوں کے خدا کی، یا مسلمانوں کے خدا کی بلکہ اسلام کے خدا کی...... اس خدا کی جو اسلام کا خدا ہے۔ اسلام خدا کا جو تصور پیش کرتا ہے وہ رب العالمین کا تصور ہے۔ وہ سارے جہانوں کا خدا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کا ہی خدا نہیں ہے۔ خدا جو قادر مطلق ہے۔ جو مطلق العنان ہے۔ لیکن اس مطلق العنان اور جہانوں کے مالک خدا نے اپنے آپ پر ایک رضاکارانہ حد لگا رکھی ہے۔ ایک ایسی پابندی جو اس نے خود اپنے آپ پر لگائی ہے۔ اس نے اپنی مطلق العنانیت کو مشروط کر دیا ہے اور وہ

کہتا ہے کہ رحم کرنا، معاف کرنا اس کا کرم ہے وہ رحم و کرم کرتا ہے۔

اس دنیا کا خالق، کائنات کا خالق، اس جہاں کا خالق، دونوں جہانوں اور سات آسمانوں کا خالق، جس کے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ پر کوئی پابندی لگائے۔ وہ خود اپنی مطلق العنانیت اور قدرت پر پابندی لگاتا ہے اور کہتا ہے اس نے خود اپنے اوپر یہ پابندی لگائی کہ وہ رحم کرے، معاف کرے، مہربانی کرے اور اپنے مطلق العنان اختیارات کو رحم و کرم اور عفو در گزر کا پابند کر دے۔

مائی لارڈ جیسا کہ میں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ ایک مسلمان کے لئے کافی ہے کہ وہ کلمے میں ایمان رکھتا ہو اور کلمہ پڑھتا ہو۔ اس حد تک بات کی جاسکتی ہے کہ جب ابو سفیان مسلمان ہوئے اور انہوں نے کلمہ پڑھا تو رسول ؐ کے بعض صحابہ نے سوچا کہ اس کی اسلام دشمنی اتنی شدید تھی کہ شاید ابو سفیان نے اسلام کو محض اوپری اور زبانی سطح پر قبول کیا ہو۔ لیکن رسول ؐ نے اس سے اختلاف کیا اور فرمایا، کہ جونہی اس نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ اس نقطہ نظر سے اسلام کا نقطہ نظر بہت سادہ ہے۔ یہ ایک بنیادی تصور ہے۔ اسلام بذات خود توکل، فروتنی اور تسلیم و رضا ہے۔ یہ بنیادی رضاجوئی ہے۔ اسلام مکمل رضاجوئی اور اطاعت کا نام ہے۔ یہ مذہب بنیادی طور پر توکل اور فروتنی کا نام ہے عجز و انکسار و اطاعت اس کا بنیادی محور ہے۔

میں قانون کے مطابق بڑا مجرم نہیں ہوں۔ یہ ایک گمراہ کن اصطلاح ہے۔ ذرا یہ تو سوچئے کہ اس اصطلاح کا مسلسل دہرایا جانا یعنی چھ ماہ سے ایک ہی بات کی تکرار بنیادی اور بڑا ملزم اس کے عوام پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔

یہ فیصلے کی طرح آرٹ کی دنیا میں بھی تقریباً ایک اصطلاح کی طرح رائج کر دی گئی ہے اس میں تعصب واضح ہے۔ مجھے اصلی مجرم اور بد معاش بھی کہا گیا۔ میں یہاں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ اس فیصلے کے مطابق ہے جس میں مجھے ایسا قرار دے کر ان القابات سے نواز گیا۔

مائی لارڈ! یہ قوم ستر ملین عوام پر مشتمل ہے۔ یہ ایک غریب ملک ہے دنیا کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک میں بھی جرائم ہوتے ہیں۔ دنیا میں کہیں بھی قانون اور نظم و نسق کی حالت بہتر

نہیں ہے۔ کہیں بھی ایسے مثالی حالات نہیں ہیں جن میں کوئی معاشرہ اپنا عمل پورا کر رہا ہو۔ ہر جرم اور غلطی کو اس ملک کے صدر یا وزیراعظم پر تھوپا نہیں جا سکتا۔ اٹلی جیسے ملکوں میں دیکھئے کس طرح قانون اور نظم و نسق کے پرخچے اڑا دیئے گئے ہیں۔ ہر وہ جگہ جو تاریخی اہمیت رکھتی ہے اور اس کے تاریخی اسباب ہیں وہاں جدھر دیکھیں وہاں دہشت پسند سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ اگر آپ ایک ٹینک کو کسی بازار میں لے آتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں دہشت گردی شروع ہو جاتی ہے۔

ایسے تمام واقعات اور مسائل ایسے نہیں ہوتے کہ انہیں کسی صدر یا وزیراعظم کے سر تھوپ دیا جائے۔ آلڈو مورو کو ریڈ بریگیڈ نے اغواء کیا اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تو کیا یہ جرم اطالوی حکومت کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ کیا اٹلی کے وزیراعظم کو اس اغواء اور ہلاکت کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ مائی لارڈ میں ایسی بے شمار مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔

یہاں اپنے ملک میں گزشتہ اٹھارہ ماہ سے مارشل لاء اور اس کے احکام نافذ ہیں۔ مارشل لاء سب سے برتر ہے اور ہم سب دیکھتے ہیں کہ مارشل لاء کے ہوتے ہوئے اس ملک میں جرائم میں کتنا خوفناک اضافہ ہوا ہے۔ ذرا ڈکیتی اور اغواء کی وارداتوں میں اضافے کو دیکھئے اس کے علاوہ یہاں سیاسی قتل بھی ہو رہے ہیں۔ بہاولپور میں مخدوم زادہ حسن محمود کے بھائی کو دن دیہاڑے گولی مار دی گئی۔ ایک اہم قبائلی رہنما مراد جمیل کو کوئٹہ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ جماعت اسلامی کے بعض لوگوں کو سانگھڑ میں قتل کر دیا گیا۔ یہ سارے واقعات مارشل لاء کی حکومت میں رونما ہو رہے ہیں تو کیا آپ یہ سارے جرائم چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سر لگا دیں گے۔ خاص طور پر ایک ایسا انتہائی بااختیار مطلق العنان منتظم اعلیٰ جو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں نہ عوام کے سامنے نہ پارلیمنٹ کے سامنے نہ کسی اور کے سامنے یہ تمام جرائم اس منتظم اعلیٰ کے کھاتے میں نہیں ڈالے جا سکتے۔

یہ اصلی صورتحال ہے۔ جب آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں تو مجھے ذلیل نہیں کرتے بلکہ آپ پاکستان کے عوام کو ذلیل کرتے ہیں۔ جب مجھے نام کا مسلمان کہا جاتا ہے تو دراصل ان عوام کو یہ الزام دیا جاتا ہے کہ وہ اچھے مسلمان نہیں بلکہ نام کے مسلمان ہیں۔ یوں صرف مجھے ہی نہیں ان تمام مسلمانوں کو نام کا مسلمان کہا جا رہا ہے جنہوں نے مجھے منتخب

www.bhutto.org

کیا۔ انہی لوگوں نے مجھے اور میری پارٹی کو منتخب کر کے اسمبلیوں تک پہنچایا اور آنے والے کل میں بھی عوام یہی کریں گے اور انہی کی توہین کی جا رہی ہے یہ پوری آبادی پر ایک الزام ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو نام کا مسلمان ہے۔ جو اسلام پر یقین نہیں رکھتا یہ صرف اسی شخص پر ہی حملہ کر کے توہین نہیں کی گئی جسے منتخب کیا گیا بلکہ ان لوگوں کی بھی توہین کی گئی ہے جنہوں نے ایسے شخص کو منتخب کیا تھا۔

مائی لارڈ آپ میری جگہ نہیں کھڑے ہیں آپ نہیں جانتے کہ ان ریمارکس نے مجھے کتنا دکھ پہنچایا ہے۔ اس کے مقابلے میں تو میں پھانسی کو ترجیح دوں گا۔ اس الزام کے بدلے میں پھانسی کے پھندے کو قبول کروں گا۔ ایک ایسا شخص جو پاکستان کی تحریک میں پندرہ سال کی عمر سے شریک رہا ہے جسے ۱۹۴۶ء میں پنڈت نہرو نے کہا تم پاکستان کیوں چاہتے ہو۔ تم متحدہ ہندوستان کے وزیراعظم بن سکتے ہو۔ تم بے حد ذہین انسان ہو۔ میں نے کہا تھا۔ میں ایک اسلامی ریاست چاہتا ہوں۔ ایک مسلم ریاست۔ ہم ایک مسلم ریاست کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مجھے متحدہ ہندوستان نہیں چاہئے۔ اس لئے میرے احساسات کو تکلیف پہنچتی ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے آغاز سے ہی اس عمر ہی سے جب اس نے سوچنا شروع کیا تھا اپنے آپ کو پاکستان کی تحریک میں شامل کیا۔ قائداعظم کی تحریک میں قائداعظم کے تصور پاکستان کی تحریک میں ایسا شخص یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ اس پر اتنا بڑا گھناؤنا الزام لگایا جائے۔

مائی لارڈ، یہاں میں ان چیزوں کے بارے میں بھی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن کے بارے میں ہائی کورٹ کے احکام میں کہا گیا ہے۔ ان احکام میں سے ایک میں کہا گیا ہے کہ ایک مرحلے پر جب میں بول رہا تھا تو میں نے کہا کہ مجھے مقدمے کے آغاز سے ہی توہین کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اور ان اہانتوں اور بے عزتیوں کا بدلہ لیا جائے گا اور یہ بھی کہا گیا کہ میں نے یہ کہتے ہوئے میز کو بجایا تھا۔ مائی لارڈ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جو کسی ایسی چیز سے انکار کرے جو درست ہو اور امر واقعہ ہو۔ میری رائے میں مائی لارڈ یہ مسئلہ شدید حساسیت کا نہیں تھا۔ سیاست میں کوئی شخص شدید حساس نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ صرف تھا کہ ایسی اہانتیں کی گئیں۔ اور یہ ہر شخص کا ذاتی انداز اور مسئلہ ہے کہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے اہانتوں

پھر توڑیں گے ہم زنجیریں ہر لب کو آزاد کریں گے
جان پر اپنی کھیل کے پھر ہم شہر وفا آباد کریں گے

www.bhutto.org

کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اگر کوئی بیچارہ محروم اور نادار شخص اپنی پیدائش سے ہی بے عزت کیا جاتا رہا ہے تو پھر اہانتوں کو قبول کرنے میں اس کی سطح مختلف ہو گی۔

یہ ہماری سوسائٹی کی بدقسمتی ہے اور ہر سوسائٹی میں ایسے لوگ اپنا وجود رکھتے ہیں جن کے لئے زندگی ہمیشہ کے لئے ذلت اور اہانت بن گئی ہوتی ہے۔ اس لئے میرے مسئلے کو اس طرح نہیں دیکھا جا سکتا۔ کیونکہ میں ایسی حیثیت میں نہیں تھا کہ جہاں بلاوجہ، غیر ضروری اور نظرانداز کی جانے والی اہانتوں کا میرے لئے انبار لگا دیا گیا۔ اس حوالے سے میں نے عدالت سے یہ کہا تھا جیسے کہ میں نے یور لارڈ شپس کو بھی بتایا ہے۔ میں وہاں اس سزا کے خلاف احتجاج کرنے والا نہیں تھا جو مجھے دی جانے والی تھی۔ میں نے کہا کہ آپ یہاں انصاف کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ آپ کو یہاں ایک فیصلہ دینا ہے۔ آپ جیسا فیصلہ چاہیں دے سکتے ہیں۔ لیکن آپ میری توہین کیوں کرتے ہیں؟ میں نے وہاں کہا کیا یہ بھی پینل کوڈ یا ضابطہ فوجداری کا کوئی حصہ ہے کہ جب ایک آدمی پر آپ قتل کا مقدمہ چلا رہے ہیں تو پھر آپ مسلسل اس مقدمے کے دوران بے عزت بھی کرتے رہیں؟

اس حوالے سے میں نے میز کو بجایا تھا کہ میز بجانا عدالت کے آداب کے منافی ہے کیونکہ پارلیمینٹ میں میں ایسا کرتا رہا ہوں۔

جیسا کہ میں نے کل ذکر کیا تھا۔ میں کوئی بے جڑ مظہر نہیں ہوں۔ میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے۔ لوگ اسے بہت شدت سے دکھ محسوس کر رہے ہیں لوگوں میں ایک کرب پھیلا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں ان کا رہنما ہوں۔ وہ محض یہ نہیں کہتے کہ چائے کی ایک پیالی پی گئی تھی اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور دنیا میں سب ٹھیک ہے ان معنوں میں میں ہائیکورٹ میں بول رہا تھا۔ میں نے صورتحال کے ایک گرافک ارتقا کو پیش کیا تھا۔ کسی صورت یا معنوں میں بھی یہ ایک دھمکی نہ تھی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ جب مجھ پر غیر ضروری اہانتوں کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے تو لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

جب میری بیوی کا خون قذافی سٹیڈیم میں بہایا گیا۔ تو لوگ دادو کے ضلع سے اور دوسری جگہوں سے آئے اور انہوں نے ہسپتال سے اس کا خون لے کر چادروں پر ڈال کر واویلا کیا کہ وہ اب ایسی چیز کا جاری رہنا کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ یہ ان کا ردعمل

تھا۔ جب مسز گاندھی کو حراست میں لیا گیا تو اس صدمے سے پانچ آدمی مر گئے تھے۔ اسے دو دنوں کے لئے قید کیا گیا۔ دو دن کچھ بھی نہیں ہوتے۔ لیکن لوگ مرے اور لوگوں نے گرفتاریاں دیں۔

اگر یہاں مارشل لاء نہ ہو۔ اگر کل مارشل لاء اٹھا لیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ اس مارشل لاء کی وجہ سے ان سماجی حقائق کی وجہ سے جہاں آپ کو بولنے کی اجازت نہیں۔ یہاں عوام کے ردعمل کو دبایا جاتا ہے۔ اس لئے میں وہاں بھی عوام کے جذبات کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ کیا محسوس کرتے ہیں۔ میں وہاں دھمکی نہیں دے رہا تھا۔ یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ جو راستے میں آیا ہے۔ اس سے نمٹا جائے گا۔ لیکن ہونٹ تو بہرحال خشک ہو گئے ہیں۔

مائی لارڈز میں آپ کو اس معاملے میں تھکانا نہیں چاہتا کہ عدالت نے یہ اصرار کیوں کیا کہ شک کے تمام فائدے استغاثے کو دیئے جاتے ہیں۔ میں اپنی علالت کے کوائف اور جو میرا علاج کیا گیا بیان کر چکا ہوں لیکن اس مقدمے میں یہ نکتہ انتہائی توجہ طلب ہے کہ جب میں علالت کی وجہ سے معذور ہو گیا تو میری عدم موجودگی میں مقدمے کی کارروائی جاری رکھی گئی۔ کیا اس سے پورے بنچ کے تعصب کا مظاہرہ نہیں ہوتا۔

عدالت اس حد تک آگے بڑھ گئی کہ مجھے نام کا مسلمان قرار دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب والا اگر آپ اس نام کے مسلمان کے مسئلے پر جاتے ہیں تو پھر میں ایک ایسا شہری ہوں جس کا کوئی ملک نہیں۔ کیونکہ یہ شہریت دستور میں ایک مسلمان یا اقلیتوں کو فراہم کی گئی ہے۔ یہ شہریت اس جانور کو نہیں دی جا سکتی جو نام کا مسلمان ہو۔ میں نہیں جانتا کہ اور کتنے لوگوں کو اس درجہ بندی میں شامل کر کے انہیں بے ملک بنا دیا جائے گا اور اگر ہم بے ملک لوگ بنا دیئے گئے تو ہم کہاں جائیں گے۔ کینیڈا، آسٹریلیا یا کسی نئے ملک کے لئے جدوجہد کریں گے۔

مائی لارڈز اس مقدمے میں جو تعصب برتا گیا میں اس کے بارے میں خوش ہوں کہ اگرچہ اس تعصب کے بہت سے پہلوؤں کو ابھی سامنے نہیں لایا جا سکا۔ تاہم میں اس کی وسعت کو کم کرتا ہوں کیونکہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں تعصب اور جھکاؤ کے اس پہلو کا انتہائی اجمالی انداز

میں ذکر کروں گا۔ تاہم یہاں چیف جسٹس کے اس ذاتی اصرار کا ضرور ذکر کروں گا کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ مجھے فی الفور موت کی کوٹھڑی میں پہنچا دیا جائے۔

مائی لارڈز ۱۷ مارچ کو مقدمے کے فیصلے کے اعلان سے ایک دن پہلے کوٹ لکھپت جیل کا سپرنٹنڈنٹ میرے پاس رات کے وقت آیا۔ اور مجھے اطلاع دی گئی کہ کل عدالت کو میری ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ اگلے دن فیصلہ سنایا جائے گا۔ مائی لارڈز کئی احکام سیاسی سرگرمیوں کے حوالے سے جاری کئے جا چکے تھے۔ لاہور ہائی کورٹ میں بعض انتہائی قسم کے اقدامات کئے جا چکے تھے۔ مقدمے کے فیصلے سے تین چار دن پہلے ہی فوج کو بلایا گیا تھا۔ اور ایسی کئی چیزیں رونما ہو چکی تھیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ کیا رونما ہونے والا ہے۔ اور پھر جیل میں بھی بعض واضح اشارے نشاندہی کر رہے تھے کہ ڈنمارک کی ریاست میں سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ فلڈ لائٹس لگا دی گئی تھیں۔ ٹاور تعمیر کر دیئے گئے تھے سائرن لگا کر انہیں دو تین مواقع پر بجایا گیا تھا تمام چیزوں کا معائنہ ہو چکا تھا۔ تو پھر جیل سپرنٹنڈنٹ میرے پاس آیا اور کچھ دیر تک وہ میرے پاس بیٹھا رہا۔ اس نے ان تمام غیر معمولی کارروائیوں کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی جو معرض وجود میں لائی جا رہی تھیں۔ جب میں خاموش بیٹھا رہا تو اس نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا خدا پر ایمان رکھیں۔ میں نے جواب دیا خدا پر ہی ایمان رکھیں گے۔ اور کس پر رکھیں گے۔ جناب والا نکتہ یہ ہے کہ وہ مجھے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر اس نے مجھے کہا کہ اگر بدترین بات بھی ہو گئی تو بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ احکام جاری ہو چکے ہیں کہ آپ کو اس کمرے میں رکھا جائے گا جہاں آپ اس وقت ہیں۔

مائی لارڈز، میں اپنے آپ کو بدترین کا سامنا کرنے کے لئے مسکرا دیا۔ کیونکہ جیل سپرنٹنڈنٹ کبھی عدالت میں نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے وہ آرا نہیں سنی تھیں۔ ان نشانیوں کو نہیں دیکھا تھا جنہیں میں بہت پہلے واضح طور پر محسوس کر چکا تھا وہ سب اس آخری دن کے انتظار میں تھے جب وہ اپنی آنکھوں میں طمع اور حرص کو چھلکاتے ہوئے مجھے پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ اس لمحے تک جب تک جان نہ نکل جائے۔ اس لئے میں محض مسکرا دیا۔ اور خاموش رہا۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ جیل نے اپنی بات جاری رکھی اور کہا کہ جیل کے حکام نے

سفارش کی ہے کہ مجھے اس جگہ رکھا جائے اور اس کی منظوری آئی جی جیل خانہ جات پنجاب کے سیکرٹری داخلہ اور مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل سوار خاں نے دے دی ہے کہ جیل کے ضوابط کے تحت قتل کے مقدمے کے قیدی کو دوسروں سے علیحدہ رکھا جا سکتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ اسے پھانسی کی کوٹھڑی میں بھیجا جائے۔

مائی لارڈز ۱۷ر تاریخ کو مجھے بتایا گیا کہ میری اس حیثیت کو برقرار رکھا جائے گا اور مجھے ٹھیک اسی کمرے میں رکھا جائے گا۔ جہاں مجھے پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم کی حیثیت سے جگہ دی گئی تھی۔

۱۸ر تاریخ کو جب میں عدالت سے لوٹا تو یحیٰی بختیار مجھے ملنے کے لئے آئے۔ وہ بہت پریشان تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ وہ پریشان نہ ہوں ابھی خدا ہمارے سروں پر موجود ہے پھر میں نے اپنے خدمت گار کے ساتھ ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ بیڈ منٹن کھیلا اور پھر میں سونے کے لئے چلا گیا۔ مائی لارڈز ساڑھے پانچ بجے صبح ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل ایک بہت چھوٹا اترا ہوا اور نادم چہرہ لئے ہوئے میرے پاس آیا۔ میں نے اس کے چہرے سے ہی بھانپ لیا کہ کچھ ہو چکا ہے میں نے اسے چائے کی ایک پیالی پینے کی دعوت دی۔ کیونکہ میں نے اپنے لئے ابھی چائے مانگی تھی۔ اس نے چائے پینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ایک ناخوشگوار فرض کے لئے آیا ہے اور وہ بہت شرمندگی محسوس کرتا ہے اور اسے حکم دیا گیا ہے کہ مجھے فی الفور پھانسی پانے والی کھوٹھڑی میں بند کر دیا جائے اور یہ کہ انہیں پہلے ہی اس سلسلے میں بہت تنگ کیا گیا ہے کہ انہوں نے مجھے سوا گیارہ یا ساڑھے گیارہ بجے دوپہر کو عدالت سے واپس آنے کے بعد ہی پھانسی پانے والوں کی کوٹھڑی میں کیوں نہیں بھیجا۔ اور اب جیل خانہ جات کے ایڈیشنل آئی جی کو بھیجا گیا ہے کہ وہ جا کر تصدیق کرے کہ مجھے پھانسی پانے والوں کی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا اس طرح مجھے کھینچ کر پھانسی پانے والوں کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا۔

مائی لارڈز اگر میں نے یہ نکتہ اٹھایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سپریم کورٹ میں اس واقعہ سے متعلق جو بیانات دیئے گئے ہیں وہ غلط ہیں۔ یہاں کہا گیا ہے کہ مجھے تین کمرے دیئے گئے تھے۔ جس کے ساتھ ایک صحن بھی تھا۔ اور مجھے دوسروں سے علیحدہ رکھا گیا تھا اور پھانسی کی کوٹھڑی کی اصطلاح غلط استعمال کی گئی ہے۔ جناب والا اگر ایسا تھا تو پھر مجھے اس

جگہ سے منتقل کر کے اس جگہ لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ جسے پھانسی کی کوٹھڑی کا نام دیا جاتا ہے جہاں مجھے ایک دن میں ۲۳ گھنٹوں تک مقفل رکھا جاتا تھا۔

حقیقی نکتہ یہ ہے کہ مجھے وہاں سے منتقل کئے جانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر جیل مینوئل نے اتنی اہمیت اختیار کر ہی لی تھی تو بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی، جیل مینوئل نے کیا ملکی دستور پر فوقیت حاصل کر لی تھی۔ کسی شخص کو الگ تھلگ اور قید تنہائی میں ڈالنے کے لئے جیل مینوئل میں بعض حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بعض ترجیحی اختیارات موجود ہیں۔ اگر یہ ترجیحی اختیارات اس شخص کے لئے بروئے کار نہیں لائے جاتے جو اس ملک کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز رہا۔ جو اس ریاست کا سربراہ رہا تھا۔ حکومت کا سربراہ تھا اور ملک کا رہنما تھا تو پھر اس سے کون برتر مقدس برکات حاصل کرنے والا شخص آئے گا کہ جسے ان خصوصی اور ترجیحی اختیارات سے نوازا جائے گا؟

مائی لارڈز غیر منقسم ہندوستان میں محض نامور افراد پیروں اور سیاستدانوں کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ انہیں موت کی سزا دی گئی تو انہیں کبھی موت کی کوٹھڑیوں میں نہ بھیجا گیا۔ حتیٰ کہ اس صوبے میں ڈپکلاں کے ایک زمیندار کو جو نامور سر فضل حسین کا داماد تھا۔ پھانسی کی سزا دی گئی۔ لیکن اسے موت کی کوٹھڑی میں نہیں رکھا گیا۔ مجھے مائی لارڈز نہ صرف موت کی کوٹھڑی میں رکھا گیا بلکہ مجھے ہراساں اور خوفزدہ کرنے کے لئے کمانڈوز بھی بھیجے گئے۔ ۲۱ر اپریل کی رات کو وہ دوبارہ آئے۔ مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے کیونکہ یہ علامہ اقبال کا یوم وفات تھا۔ جب میں نے اس سلسلے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے کمانڈوز کے بارے میں کیسے علم ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں ان کے بوٹوں کی آواز سن رہا تھا۔ بے چارہ سادہ لوح اپنی سادگی میں پکڑا گیا۔ مسکرا کر کہنے لگا۔ انہوں نے تو بوٹ اتارے ہوئے تھے۔

ٹھیک ہے۔ وہ مجھے پھانسی کی کوٹھڑی ہی میں پھینکنا چاہتے تھے۔ اب ان کی حرص کی تسکین ہو گئی ہو گی۔

شکسپئر نے اپنے ڈرامے ٹویلفتھ نائٹ میں کہا ہے۔

اگر موسیقی محبت کی غذا ہے۔

www.bhutto.org

تو اسے بجاتے رہو۔
مجھے اس تک رسائی بخشو۔
یہ تکلیفیں اور بھوک بیمار ہو کر
اس طرح مر جائے گی

اب ان کی بھوک کم پڑ گئی ہے۔ اس کو تسکین مل گئی ہے۔ اب یہ مرتی کیوں نہیں ہے؟ کیا کبھی نہ ختم ہونے والی حرص ہے؟ اس کے باوجود ہراساں کرنے کا عمل جاری رہا۔ مئی میں مجھے راولپنڈی منتقل کر دیا گیا۔ یقین کیجئے مائی لارڈز، میں کسی مبالغے کے بغیر کہہ رہا ہوں کہ یہ ایسا ہی تھا جیسے شیوا جی کو اورنگ زیب کے خیمے میں لے جایا گیا ہو۔ جیسے میں کوئی غیر ملکی قیدی تھا۔

صحن سپاہیوں سے بھرا پڑا تھا۔ وہ ہر جگہ پر منڈلا رہے تھے۔ حتیٰ کہ برآمدوں میں بھی۔ کوریڈور غلاظت سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی وہاں بمشکل ہی کھڑا ہو سکتا تھا۔ وہاں چھ کوٹھڑیاں تھیں۔ پھانسی اور موت کی چھ کوٹھڑیاں ایک باتھ روم اور چار دوسری کوٹھڑیاں ان چار کوٹھڑیوں میں مکھیاں آ جا نہیں سکتی تھیں۔ موت کی کوٹھڑی بالکل کھلی تھی اور اس میں مکھیوں کو روکنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ موسم گرم تھا۔ گرمی پڑ رہی تھی۔ میرا سارا چہرہ مکھیوں اور مچھروں سے بھرا ہوا تھا۔ محافظوں کے کمروں تک کو جالیاں لگی تھیں اور وہاں مکھیاں نہیں جا سکتی تھیں۔ میں اس پر خوش ہوں مجھے بھی ایک ایسی ہی کوٹھڑی دی جا سکتی تھی۔ لیکن مجھے ابھی تک ایسی کوٹھڑی نہیں دی گئی تھی اور مائی لارڈز باتھ مکمل طور پر کھلا تھا اور مجھ سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ جب ہر وقت وہاں اوپر سے نیچے آدمیوں کا مارچ ہوتا رہتا تھا تو میں اسے استعمال کرنے کے لئے جاؤں۔

کچھ بھی ہو، میری عزت نفس میرے لئے بہت اہم تھی۔ میں اپنے آپ کو ہر طرح کی بے وقعتی کے سپرد نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ہی میں مسلسل شکایت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جون میں جب میں بیمار پڑ گیا تو فوج کا ایک جنرل، جنرل شوکت (جو پی پی پی سے تعلق نہیں رکھتا تھا) میرے پاس بھیجا گیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کمرہ گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ گدے کے سپرنگ ٹیڑھے میڑھے اور الٹے سیدھے ہو چکے تھے۔ میری

کمر کا معائنہ کیا گیا یہ یہ انتہائی خراب حالت میں تھی اور اس پر زخم۔

اس کے برعکس ساتھی شریک مجرموں کو تمام مراعات اور سہولتوں سے نوازا گیا تھا۔ ان کا دروازہ ساتھ ہی تھا۔ میں ان کی باتیں سن سکتا تھا۔ ان کے خاندان آتے جاتے رہتے۔ میں موسیقی اور قہقہوں کی آوازیں سنتا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ مجھے معمولی سہولتیں دینے سے انکار کر دیا گیا۔ مائی لارڈز، بڑے تسلسل سے یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی قانون سے بالا نہیں ہے۔ میں بھی قانون سے برتر ہونا نہیں چاہتا۔ لیکن میں اپنے قانونی حقوق چاہتا ہوں۔ میں قانون کے تابع رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں قانون کے تہہ خانے میں جانا نہیں چاہتا۔ مجھے قانون کے اسی تہہ خانے میں ڈال دیا گیا تھا۔ جبکہ اقبالی شریک ملزموں کو وہ تمام سہولتیں فراہم کی گئی تھیں جو وہ چاہتے تھے۔

ہاں ہاں مائی لارڈز اور میں بھی آپ کو بتاؤں گا کہ انہیں یہاں کیوں لایا گیا تھا۔ اگرچہ انہیں ہائیکورٹ میں اپنی ہر بات کہنے کا حق دیا گیا تھا اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا شائع بھی کر دیا گیا تھا۔ چونکہ لارڈ شپس نے مجھے بولنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے انہیں یہاں لایا گیا ہے کہ مجھے یہاں الگ تھلگ کر دیا جائے۔ میں یور لارڈ شپس کو بتا سکتا ہوں کہ وہ قطعی طور پر یہاں کیا کہیں گے ایف ایس ایف ایک دہشت گرد فوج تھی۔ وہ مجبور تھے وہ آزاد ایجنٹ نہیں تھے۔ یور لارڈ شپس وہ ایف ایس ایف کے روزنامچے پیش کریں گے وہ میرے خلاف کہیں گے اور بلاشبہ وہ رحم کی درخواست کریں گے۔

ان میں سے ایک جیل نے یور لارڈ شپس کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی ہوئی ہے جس میں اس نے کہا کہ چونکہ وہ خدا کی طرف لوٹ رہا ہے۔ اس لئے وہ تمام چیزوں سے اپنا سینہ صاف کرنا چاہتا ہے۔ مائی لارڈ اگر وہ خدا کی طرف جا رہا ہے۔ جی کی "جی" چھوٹی ہے۔ اگر وہ واقعی اپنے خدا کی طرف جا رہا ہے تو پھر وہ کسی عدالت کے پاؤں میں کیوں گر رہا ہے۔ وہ اس عدالت سے رحم اور معافی کیوں چاہتا ہے۔ وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ اس کی زندگی کسی معصوم آدمی کی زندگی لے کر بچا لی جائے؟ اگر ایسا ہی کہا جاتا ہے تو پھر یہ بھی خوب ہے؟

اس کے بعد مائی لارڈز جیسے کہ میں نے پہلے دن کہا تھا۔ میں اس حکومت کرنے والے

www.bhutto.org

اسلام آباد میں شاہ فیصل مسجد کی تعمیر کا سہرا بھی جناب بھٹو کے سر ہے، جناب بھٹو شاہ فیصل مسجد کا ڈیزائن دیکھ رہے ہیں

www.bhutto.org

طبقے کی بدنیتی اور موجودہ سماجی حقیقتوں کے سوال پر آتا ہوں۔ سب سے پہلے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سیاسی معیار، سیاسی نمونے اس نوعیت کے ہیں کہ ہم اس پر یقین نہیں رکھتے کہ ان کے باہر بھی جایا جاسکتا ہو۔ کسی سیاسی عمل اور سیاسی جدوجہد میں ہم اس کے سکوپ اور حلقے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ مزید بر آں مجھے آنریبل ججوں نے یہ یقین دلایا ہے کہ اگر میں میرٹس کی بنیادوں سر اس مقدمے کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہوں تو پھر اس میں بدنیتی کا پہلو غیر ضروری ہوجائے گا اور یہ تسلیم کرلیاجائے گا کہ یہ مقدمہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اور یہ کہ کیس اپنی کھوکھلی ٹانگوں پر بھی کھڑا نہیں ہے۔ بلکہ مٹی کی ٹانگوں پر بھی کھڑا نہیں ہے میں اس بدنیتی کے بارے میں اپنی ابتدائی معروضات کی حد سے زیادہ آگے نہیں جاؤں گا۔

مائی لارڈز، میں جانتا ہوں کہ آپ اس پوزیشن کو قبول نہیں کریں گے، لیکن کچھ بھی ہو میں یہ چاہوں گا۔ آپ اس امرواقعہ کے بارے میں اپنے جوڈیشنل نوٹس کا معائنہ کریں کہ ایک منتخب حکومت کے خلاف فوج نے تختہ الٹنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ بذات خود ایک گمان غالب ہے کہ بدنیتی کی گئی ہے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ کم از کم میری معروضات پر اتنا غور ضرور کریں کہ جب فوج ایک قانونی حکومت جمہوری اور جائز حکومت کا تختہ الٹتی ہے۔ جب زائد آئینی دلائل دیتے جاتے ہیں۔ جب قانون معطل یا منسوخ کردیا جاتا ہے تو پھر خود ہی بدنیتی کی بنیادیں بن جاتی ہیں۔ جہاں تک اس حکومت کرنے والے طبقے کا تعلق ہے ان کے بارے میں بعض حوالے دے چکا ہوں۔ جو غیر ملکی پریس کے ریکارڈ پر ہیں۔

مارئی لارڈز، اس مقدمے میں صورتحال کی روشنی میں ایک سیاستدان بننے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں۔ لیکن آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ ان امور کے حوالے سے خلاصہ پیش کروں۔ جو میرے خیال میں ان حدود سے باہر نہیں ہوں گے جنہیں یور لارڈشپس نے خود مناسب قرار دیا ہے۔ مائی لارڈز، پہلے دن یور لارڈشپ نے یہ کہا تھا کہ پاکستان میں رائج حالات اور خطے میں رائج حالات کی اس مقدمے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اس لئے میں ان میں نہ جاؤں۔ لیکن اس پوزیشن کو

www.bhutto.org

۴ر جولائی ۷۷ء کی شب مجھے بھٹو خاندان کو ختم کرنے کا حکم ملا تھا، آج بھٹو خاندان صرف میری وجہ سے زندہ ہے، جنرل فیض علی چشتی

www.bhutto.org

قبول کرتے ہوئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کچھ بھی ہو اپنے حکومت کے محدود تجربے کی بنا پر مجھے یہ نشاندہی کرنے کی اجازت دی جائے کہ اس وقت ہمارے ملک میں کیا رائج ہے۔ ہمارے خطے اور بین الاقوامی طور پر کیا ہو رہا ہے۔

میں یور لارڈ شپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم انتہائی غیر محفوظ اور نازک حالات سے گزر رہے ہیں۔ میں معروضی انداز اختیار کروں گا۔ میں موضوعی رائے نہیں دوں گا۔ بلکہ معروضی کہتا ہوں کہ یہ قوم انتہائی نازک اور غیر محفوظ صورتحال سے گزر رہی ہے۔ اور اگر یہ صورتحال طوالت اختیار کرتی چلی گئی تو پھر ان بگڑتے ہوئے حالات کا حل تلاش کرنے میں اتنی ہی زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مائی لارڈز سوال یہ نہیں ہے کہ اس بحران کا حل کیا نکلے گا۔ کیونکہ یہاں کئی گھسے پٹے حل موجود ہیں۔ کچھ لوگ انتخابات کی بین بجا رہے ہیں کچھ لوگ گول میز کانفرنس کی۔ لیکن کسی مسئلے کے حل کو بھی حالات حالات کے دھارے کے مطابق جانچا جاتا ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد یہ حل بھی بے کار اور بے معنی بن جائیں گے۔ بعض حل جنہیں ایران میں ایک یا دو سال پہلے بروئے کار لایا جاتا تو موجودہ صورتحال اور بحران سے بچایا جاسکتا تھا۔ اس لئے بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ مفید اور اچھے حل واقعات کی بنا پر ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔ ملک کے ٹکڑے کرنے کے بعد جنرل یحییٰ نے ملک کو ایک آئین دیا۔ یوں نکتہ یہ ہے اگر انتخابات سچے ہیں وقت کے دھارے کے تحت انتخابات سچے اور ٹھوس ہیں جیسا کہ یور لارڈ شپس نے اس نکتے پر اپنے فیصلے میں غور کیا ہے۔ لیکن وقت کے دھارے کے باہر مجھے خوف ہے اس عظیم تغیر اور انقلاب کا جس کا ذکر نہرو نے اپنی کتاب "ڈسکوری آف انڈیا" میں کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ...... آپ جانتے ہیں کہ نہرو اس خوف کے وہم میں مبتلا تھے کہ بیس پچیس برس کے اندر برصغیر خون میں نہا جائے گا۔

ارد گرد کے حالات کے پیش نظر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم انتہائی نازک حالت سے گزر رہے ہیں اور کسی ذاتی مفاد کے بغیر میں یہ کہتا ہوں کہ جتنی جلدی لوگوں کو حصے دار اور شریک بنایا جاتا ہے۔ جتنی جلدی لوگوں کو پاکستان کے عظیم دفاع کے لئے حرکت میں لایا جاتا ہے۔ کیونکہ پاکستان کا عظیم و بالا دفاع ہی اس کی وحدت ہے۔ اتنا ہی بہتر ہو گا۔ مارشل

www.bhutto.org

لاء لوگوں کو ٹھوس حقائق سے محروم کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک رخنہ ہے۔ پل نہیں ہے، مائی لارڈ میں محب وطن کی حیثیت سے بول رہا ہوں، کسی فیصلے اور کسی کے فیصلوں پر کوئی الزام لگائے بغیر کہہ رہا ہوں۔ مائی لارڈ کوئی شخص لاکھوں برس زندہ اور باقی نہیں رہا۔ سینرر آئے اور چلے گئے۔ ہٹلر نے ہزاروں برسوں کی بات کی اور دس برسوں کے اندر راکھ اور ملبے کے اندر گھرا ہوا تھا۔ عوام ہی اقتدار کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ناگزیر ہے کہ اقتدار انہیں جلد اور کسی مزید تاخیر اور لیت و لعل کے بغیر تفویض کیا جائے۔

مائی لارڈز اس مقدمے کو آپ کے سامنے پیش کرنے کے مقصد کے بارے میں واپس آتے ہوئے میں کہوں گا کہ یور لارڈشپس جانتے ہیں کہ انصاف ناقابل تقسیم ہے۔ انصاف مطلق ہوتا ہے۔ سیاست میں سودابازی ہو سکتی ہے۔ کاروبار میں سودے بازی ہو سکتی ہے۔ لیکن انصاف میں کسی طرح کی کوئی سودا بازی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہاں کوئی شخص بے خطا ہوتا ہے یا خطا کار۔ سیاست میں کوئی درمیانی راستہ اور مفاہمتی حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قانونی اصطلاحات کے مطابق یہاں کوئی مفاہمتی سمجھوتہ یا حل نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی کوئی درمیانی درمیانی حل ہو سکتا ہے۔ داخلی احساسات یا خارجی واقعات اس میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتے۔

یا تو میں بے خطا ہوں اور اس مقدمے کو معقول شبہات سے ماورا ہو کر سچا ثابت نہیں کیا جاسکا۔ یا پھر میں بے خطا نہیں ہوں، دوسرے مسائل، غور و فکر اور حقائق و واقعات اس میں کوئی کردار ادا نہیں کر رہے۔ مجھے یور لارڈشپس پر مکمل اعتماد ہے اور مجھے یقین ہے کہ قانون کی عظمت اور شان و شوکت کو اونچا رکھیں گے اور محض مارشل لاء کی آیا بن کر نہیں رہ جائیں گے۔

مائی لارڈ مسٹر یحییٰ بختیار کو ایسے کئی مواقع ملے تھے کہ وہ شاعروں اور اشعار کے حوالے دے سکیں۔ لیکن میں اپنا بیان ختم کرنے سے پہلے غالب کا ایک شعر پڑھنا چاہوں گا، جو مجھے بے حد پسند تھا۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

www.bhutto.org

مجھے یہ شعر بہت پسند تھا، لیکن مائی لارڈز غالب غلط کہتا ہے، غالب غلط کہتا ہے۔

یہ غلط ہے کہ مشکلیں اتنی پڑیں کہ آساں ہوگئیں
مشکلیں آساں نہیں ہوسکتیں آپ ان کو برداشت کرسکتے ہیں

آساں نہیں ہوسکتیں۔

اب چونکہ یور لارڈ شپس نے یہ ہدایت کی ہے کہ میں اپنی اردو بہتر کروں تو میں اردو میں زیادہ فصیح ہونے کی کوشش کررہا ہوں۔ مائی لارڈز جب ایک شخص موت کی کوٹھڑی میں بند ہوتا ہے تو ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جو اس سے پہلے کبھی اس پر رونما نہیں ہوئے ہوتے۔ میں نے سرائیکی زبان کو برصغیر کی ایک بہترین اور شیریں زبان پایا ہے اور میں اپنی بات کا اختتام ان الفاظ سے کروں گا جو سرائیکی گیت کا حصہ ہیں۔ جن میں کہا گیا ہے۔

"درداں دی ماری دلڑی علیل اے

www.bhutto.org

بھٹو کی سزائے موت پر عالمی راہنماؤں کا ردعمل

ذوالفقار علی بھٹو ایک ایسے سیاسی قائد تھے جو نہ صرف پاکستان اور دنیا بھر کے کروڑوں عوام میں بے حد مقبول تھے بلکہ دنیا بھر کے سربراہان مملکت بھی انہیں خاص محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جناب بھٹو کی اعلیٰ سیاسی بصیرت، تدبر اور دو طرفہ تعلقات کے امور کے ماہر ہونے کے باعث دنیا کے بیشتر ممالک کے سربراہان کے ساتھ ان کے ذاتی، دوستانہ اور برادرانہ تعلقات تھے لہٰذا جب جناب بھٹو کی سزائے موت کی خبر منظر عام پر آئی تو انسانی، سفارتی اور سیاسی بنیادوں پر قائم بے شمار بین الاقوامی تنظیموں کے شدید ردعمل کے اظہار کے ساتھ ساتھ دنیا کے متعدد سربراہان مملکت نے جناب بھٹو کی سزائے موت پر عمل درآمد روک دینے کے لئے اپیلیں کیں۔

ہز امپیریل میجسٹی دی شاہ آف ایران

کیہان انٹرنیشنل نے معتبر ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ مسٹر بھٹو کی سزائے موت کو بدلنے کے لئے ایرانی حکومت کا پاکستانی حکومت کے ساتھ رابطہ تھا۔ شہنشاہ نے پاکستان کو اپنی رائے سے آگاہ کر دیا ہے کہ مسٹر بھٹو کو پھانسی دینا پاکستان کے مفاد میں نہیں ہو گا اور اس سے مستقبل میں پاکستان کے مفادات کو شدید دھچکا لگے گا۔

www.bhutto.org

سوویت یونین کے صدر لیونڈ برزنیف

"مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت دینے سے ہمارے ملک کے عوام کی بہت بڑی اکثریت کو بے حد دکھ ہوگا اور ہمیں یقین ہے کہ دوسرے ملکوں میں بھی اس کا ردعمل یہی ہوگا۔"

صدر برزنیف نے پاکستان کے صدر سے کہا کہ "سابق وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پر مہربانی کریں اور ان کو سزائے موت نہ دیں۔" آخر میں سوویت یونین کے صدر نے کہا کہ "ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان اور سوویت یونین دونوں نے ایک دوسرے کے درمیان دوستانہ تعلقات کو مزید فروغ دینے کے امکانات کو ختم نہیں کیا ہے۔ ہماری مخلصانہ کوشش یہ ہے کہ ان فروغ پذیر تعلقات کے افق صاف رہیں اور ان میں کہیں خرابی نہ پیدا ہو۔"

لیبیا کے صدر معمر قذافی

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے نام اپنے خط میں صدر قذافی نے ان سے کہا ہے کہ مسٹر بھٹو کی سزائے موت میں وہ ذاتی مداخلت کریں۔ انہوں نے کہا کہ مقدمے کے قانونی وصف کو ایک طرف رکھتے "یہ سزا اخلاقی، سیاسی اور سماجی طور پر قابل قبول نہیں ہے۔"

صدر قذافی نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے جرات مندانہ کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور اس کے بعد دنیائے اسلام میں ان کے کردار کو ہمیشہ یاد رکھا جائے۔ یہ انہی کی جرات تھی کہ ۱۹۷۴ء میں لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس کا انعقاد ممکن ہوا اور مسٹر بھٹو اس کانفرنس کے ابھی تک چیئرمین ہیں۔

صدر قذافی نے کہا "چیئرمین بھٹو وہ رہنما ہیں جنہوں نے نیو ری پرو پلانٹ کے سوال پر صرف امریکہ اور اس کے حواریوں سے ہی جنگ نہیں کی بلکہ دوسرے تمام

جناب بھٹو، لیبیا کے لیڈر معمر قذافی اور صدر فضل الٰہی چوہدری

www.bhutto.org

چیلنجوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ کرنل قذافی نے مزید کہا کہ سزائے موت پاکستان کے عوام کی اکثریت کے لئے ایک بہت بڑا سیاسی اور سماجی چیلنج ہے۔ عوام کو آج بھی پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت اور دنیائے اسلام پر مکمل اعتماد ہے۔

صدر کے نام تار

اپنے تار میں صدر قذافی نے جنرل ضیاء الحق کا اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ اس نے ان کے خط کا فوری جواب دیا۔ صدر قذافی نے جنرل ضیاء سے درخواست کی کہ "سابق وزیر اعظم کو موت سے بچانے کے لئے وہ ذاتی طور پر سیاسی اقدام کی ابتداء کریں۔" انہوں نے اس خوف کا اظہار کیا کہ مسٹر بھٹو کو دی جانے والی سزائے موت پر عملدر آمد سے پاکستان کی سیاست میں ایک ایسی مثال قائم ہو جائے گی جس سے بعد میں کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔

تنظیم آزادی فلسطین کے چیئرمین یاسر عرفات

تنظیم آزادی فلسطین کے چیئرمین یاسر عرفات نے ۱۸ مارچ ۱۹۷۸ء کو جنرل ضیاء الحق کو ایک تار بھیجا۔ اسی روز مسٹر بھٹو کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔

یاسر عرفات نے کہا تھا کہ پاکستانی عوام اور فلسطین کی آزادی کی جنگ لڑنے والے فلسطینی عوام کے درمیان موجود بھائی چارے اور دوستی کے رشتوں کے نام پر سزائے موت ختم کردی جائے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے مسٹر بھٹو کی سزائے موت کا فیصلہ اس بدبخت لمحے میں سنا جب وہ جنوبی لبنان کی عرب سرزمین پر ہونے والی صیہونی جارحیت کا مقابلہ کر رہے تھے۔ یاسر عرفات نے سزائے موت کو بدلنے کے لئے جنرل ضیاء کا پیشگی شکریہ ادا کیا۔

سعودی عرب کے شاہ خالد

سعودی عرب کے شاہ خالد نے سابق وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو سنائی جانے والی سزائے موت سے پاکستان میں پیدا ہونے والی صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس سزا کو بدل دیا جائے۔ شاہ خالد نے صدر اور جنرل ضیاء الحق بھیجے ہیں، جن میں انہوں نے مسٹر بھٹو کی سزائے موت کو ختم کرنے کی اپیل کی۔ انہوں نے یہ پیغامات لاہور ہائی کورٹ کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے چند روز بعد ہی بھیج دیئے۔ اگرچہ ان پیغامات تفصیلات نہیں مل سکی ہیں۔ بہرحال یہ معلوم ہوا ہے کہ ان پیغامات میں سعودی عرب اور پاکستان کے درمیان گہرے دوستانہ تعلقات اور سعودی عرب اور اسلام کے لئے چیئرمین بھٹو کی شاندار خدمات کا بڑے واضح انداز میں ذکر کیا گیا۔ سعودی عرب کے سفیر نے صدر اور جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کی اور انہیں شاہ خالد کے پیغامات دیئے۔

متحدہ عرب امارات کے
صدر شیخ زید بن سلطان النہیان

شیخ زید نے مسٹر بھٹو کی سزائے موت ختم کرنے کے لئے جنرل ضیاء سے جو اپیل کی ہے اس میں کہا ہے ”ہم اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ فیصلہ عدالتی اتھارٹی نے دیا ہے۔ لیکن دونوں ملکوں کے درمیان موجود بھائی چارہ اور کبھی نہ ختم ہونے والے تعلقات کے پیش نظر متحدہ عرب امارات کے صدر اور عوام پاکستانی عوام کے جذبات کے احترام اور دنیائے اسلام کے لئے مسٹر بھٹو کی عظیم خدمات اور خصوصاً دنیائے عرب کے لئے ان کی عظیم الشان خدمات کے پیش نظر ہم آپ کی نرم دلی اور احسان مندانہ جذبات سے اپیل کرتے ہیں کہ مسٹر بھٹو کی سزائے موت کو ختم کرنے کے لئے آپ اپنے تمام اختیارات کو استعمال میں لائیں۔ ہم بڑے اعتماد کے ساتھ آپ سے یہ اپیل اس لئے کر رہے ہیں کہ

www.bhutto.org

آپ قانون سے زیادہ رحم کی بالا دستی میں یقین رکھتے ہیں۔

عوامی جمہوریہ چین کے چیئرمین ہوا فینگ

صدر اور جنرل ضیاء کو علیحدہ علیحدہ پیغامات میں چیئرمین ہوا کوفینگ نے مسٹر بھٹو کو سزائے موت دینے کے فیصلے پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ پیغام میں کہا گیا ہے کہ مسٹر بھٹو پاک چین تعلقات کے معمار ہیں اور گزشتہ دس برسوں میں انہوں نے دونوں ملکوں اور ان کے عوام کے درمیان تعلقات کو خوشگوار اور مستحکم بنانے میں جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ پیغام میں چین کے ساتھ مسٹر بھٹو کے پرانے رشتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آنجہانی چیئرمین ماؤزے تنگ اور وزیراعظم چواین لائی مسٹر بھٹو کا بے حد احترام کرتے تھے۔ یہ مسٹر بھٹو کی بیس سالہ طویل کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ پاکستان اور چین کے درمیان تعلقات اس سطح تک پہنچ چکے ہیں کہ پاکستان کے ہر حصے کے لوگ ان رشتوں کا دل سے احترام کرتے ہیں۔

پیغام میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مسٹر بھٹو نے پاکستان اور چین کے درمیان خیرسگالی اور محبت کے رشتوں کو مضبوط کرنے میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں اس لئے چین میں ان کو بے حد احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ پیغام میں کہا گیا ہے کہ مسٹر بھٹو نے پاکستان کے وقار کو فروغ دینے میں جو شاندار کردار ادا کیا ہے، اگر اس کا احترام کرتے ہوئے ان کی سزائے موت کو ختم دیا جائے تو بیجنگ اس اقدام کو دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کے جذبے کا احترام تصور کرے گا۔

اسلام آباد میں چین کے سفیر نے صدر اور جنرل ضیاء الحق سے ملاقاتیں کیں۔ عام خیال ہے کہ انہوں نے دونوں رہنماؤں کو یہ باور کرایا کہ چین نے پاکستان کو جو کچھ دیا ہے وہ صرف اور صرف مسٹر بھٹو کی کوششوں کا نتیجہ تھا خیال ہے کہ پیغام میں کہا گیا ہے کہ مسٹر بھٹو کی سزائے موت کو ختم کرنا خود پاکستان کے مفاد میں ہے اور اگر سزائے موت پر عملدر آمد کیا جاتا ہے تو اس سے پاکستان کے مفادات پر شدید ضرب پڑے گی۔

www.bhutto.org

شام کے صدر حافظ الاسد

جنرل ضیاء الحق کے نام ایک ذاتی پیغام میں صدر اسد نے کہا ہے کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے چیئرمین کی حیثیت میں مسٹر بھٹو نے دنیائے اسلام کے مفادات اور مقاصد کے حصول کے لئے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ عربوں کے مفاد اور پاکستان کے قومی مفاد کے لئے مسٹر بھٹو کی خدمات کو کسی بھی صورت نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پیغام میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلام، عرب دنیا اور پاکستانی قوم کے لئے مسٹر بھٹو کی عظیم الشان خدمات کے پیش نظران کو دی جانے والی سزائے موت ختم کی جائے۔

(بی بی سی رپورٹ)

سوڈان کے صدر جعفرالنمیری

چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کے نام اپنے پیغام میں صدر جعفرالنمیری نے اپیل کی ہے کہ سابق وزیراعظم کو جو سزائے موت سنائی گئی ہے، اسے ختم کر دیا جائے۔

(بی بی سی رپورٹ)

مصر کے صدر انوار السادات

جنرل ضیا کے نام ایک پیغام میں مصر کے صدر انوار السادات نے اپیل کی ہے کی ہے کہ لاہور ہائیکورٹ نے سابق صدر اور وزیراعظم مسٹر بھٹو کو جو سزائے موت سنائی ہے، اسے ختم کرنے کے لئے لئے جنرل ضیاء ذاتی طور پر مداخلت کریں۔

(بی بی سی رپورٹ)

کویت کے امیر شیخ عیسیٰ بن صالح

کویت کے امیر نے جنرل ضیاء الحق کو ایک تار بھیجا ہے جس میں انہوں نے اپیل کی ہے

www.bhutto.org

کہ مسٹر بھٹو کو دی جانے والی سزائے موت کو منسوخ کر دیا جائے۔

ترکی کے صدر فہری کورو ترک

"اخباری اطلاعات کے ذریعے مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور ہائیکورٹ نے ہمارے دوست، بھائی اور حلیف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم ہزایکسیلنسی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت سنائی ہے۔ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا سوچے بغیر یا لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے پر کوئی بات کہے بغیر میں آپ سے بڑے اعتماد اور یقین کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ عزت مآب جناب ذوالفقار علی بھٹو کو دی جانے والی سزائے موت کو منسوخ کر دیں۔ میں پندرہ برسوں سے مسٹر بھٹو کو پاکستان کی اعلیٰ ترین سیاسی شخصیات میں سے ایک بہترین سیاستدان اور مدبر کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ ان کی سزا کو انسانی نکتہ نظر سے ختم کرنا بہتر اقدام ہو گا۔

جمہوریہ ترکیہ کے سربراہ ریاست اور ایک پرانے سپاہی کی حیثیت میں، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ پاکستان کے عظیم بیٹے کی جان بچانے کے لئے ذاتی اثر و رسوخ استعمال کریں مجھے یقین ہے کہ مسٹر بھٹو پاکستان کی تاریخ میں اعلیٰ مقام حاصل کریں گے اور ترکی پاکستان تعلقات کو موجودہ سطح پر لانے کے لئے مسٹر بھٹو نے جو ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا شاندار حصہ بنیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر بھٹو اپنی ذہانت، علم اور بصیرت کے ذریعے پاکستان، پاکستان کے عوام اور پوری دنیا کے عوام کی خدمات انجام دیتے رہیں گے۔"

ترکی کے وزیر اعظم بلند ایجوت

"جناب عالی! لاہور ہائیکورٹ نے سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو جو سزائے موت دی ہے، مجھے اس پر اپنے خیالات و احساسات کا اظہار کرنے کی اجازت دیجئے۔

www.bhutto.org

پاکستانی عوام کے ایک قریبی دوست اور مخلص بھائی کے طور پر میں آپ کے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ ہی ہائیکورٹ کے فیصلے پر اپنا فیصلہ دینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ لیکن یہ تجویز پیش کرنے پر خود کو مجبور محسوس کرتا ہوں کہ اس شدید سزا کو ختم کرنے کے لئے آپ کا رحملانہ اقدام پوری دنیا میں اچھا تاثر قائم کرے گا۔ اس پوری دنیا میں ترک عوام بھی شامل ہیں۔

اس قسم کا رحملی کا اقدام ملک میں مکمل جمہوریت کی بحالی کے لئے بھی سازگار فضاء پیدا کرے گا۔ تعمیر و ترقی کے اس مرحلہ پر تبدیل ہوتے ہوئے سماجوں میں جمہوریت تحفظ دینے کی راہ میں جو مشکلات حائل ہیں، ان سے سبھی بخوبی واقف ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ ترک عوام کی طرح پاکستانی عوام بھی جمہوریت کے عظیم تصور سے محبت کرتے ہیں اور وہ اس راہ میں حائل ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن سزائے موت جیسے اقدامات پر عمل درآمد کرکے اس راہ میں حائل مسائل مشکلات میں اضافہ ہوگا بلکہ جمہوریت کے فروغ کی راہ میں مزید کانٹے پیدا ہوجائیں گے۔

گزشتہ برس اپنے دورہ ترکی کے دوران اور دوسرے مواقع پر آپ نے متعدد بار اعلان کیا ہے کہ آپ پاکستان میں جلد سے جلد جمہوریت بحال کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے ان اعلانات کے خلوص پر یقین کرتے ہوئے میں امید کرتا ہوا کہ آپ میری تشویش کو سمجھیں گے اور اپنے ملک کی برسوں تک خدمت کرنے والے سیاسی رہنما کو دی جانے والی سزائے موت کے فیصلہ پر نظرثانی کرنے پر غور فرمائیں گے۔ "

قطر کے امیر شیخ خلیفہ بن حامد التھاہی

قطر کے امیر نے جنرل ضیاء الحق کے نام اپنے تار میں مسٹر بھٹو کو دی جانے والی سزائے موت کو ختم کرنے اور انہیں معاف کر دینے کی اپیل کی ہے۔

امیر قطر نے معاف کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام میں معافی کو بڑا درجہ حاصل ہے۔ امیر کویت نے کہا سابق وزیراعظم ابھی تک اسلامی سربراہی

www.bhutto.org

کانفرنس کے چیئرمین ہیں۔ امیر قطر نے جنرل ضیاء سے کہا ہے کہ وہ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی تمام زندگی ان خدمات سے بھری پڑی ہے جو انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے انجام دیں۔ امیر کویت نے جنرل سے درخواست کی ہے کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو معاف کرنے کے لئے وہ اپنے تمام تر اختیارات کو استعمال میں لائیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس اپیل اور باقی اسلامی دنیا کے ممالک کے سربراہوں کی اپیلوں سے مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔

جنرل ضیاء کے نام اپنی دوسری اپیل میں امیر آف قطر نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے درخواست کی ہے کہ وہ معافی کا راستہ اختیار کریں جس کو اسلام میں بہت زیادہ فوقیت حاصل ہے۔ امیر نے کہا کہ اسلامی دنیا مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو احترام کی نظر سے دیکھتی ہے اور سابق وزیراعظم اپنی گرفتاری تک اسلامی سربراہی کانفرنس کے سربراہ کی حیثیت سے شاندار خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ قطر کے امیر نے امید ظاہر کی کہ جنرل مسٹر بھٹو کی پوری زندگی کو اپنے سامنے رکھیں گے جو اپنے ملک اور دین کے لئے بہترین خدمات سے عبارت ہے۔

بھٹو کی زندگی کی آخری رات

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ۳ر اور ۴ر اپریل کی درمیانی شب ۲ بجے تختہ دار پر چڑھا دیا گیا۔ دو بجے پھانسی دینا جیل قوانین کے منافی ہے اور عام طور پر موت کی سزا پانے والوں کو صبح طلوع ہونے سے کچھ وقت پہلے پھانسی دی جاتی ہے لیکن جنرل ضیاء اور ان کے حواریوں نے یہی بہتر جانا کہ بھٹو کو رات کے اندھیرے میں پھانسی دی جائے تاکہ راتوں رات ان کی میت کو لاڑکانہ پہنچا دیا جائے اور عوام تک اس پھانسی کی خبر پہنچنے سے پہلے انہیں دفن بھی کر دیا جائے۔ جناب بھٹو کو چونکہ رات کے اندھیرے میں موت کے گھاٹ اتارا گیا اور اس سے قبل سینٹرل جیل راولپنڈی کو اس طرح سیل کر دیا گیا تھا کہ نہ کوئی چیز جیل کے اندر جا سکتی تھی اور نہ جیل سے باہر لائی جا سکتی تھی جیل کے تمام ٹیلی فون کنکشن کاٹ دیئے گئے تاکہ جیل کے اندر کسی قسم کے رابطہ کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ اس وحشت ناک ماحول میں جناب بھٹو پر پھانسی سے پہلے اور پھانسی کے وقت کیا گزری اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اکثر لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ پھانسی سے قبل جناب بھٹو پر تشدد کیا گیا اور اسی تشدد سے ان کی موت واقع ہو گئی تاہم اس بات کی تصدیق یا تردید تو صرف وہ چند افراد ہی کر سکتے ہیں۔ جو پھانسی کی رات جناب بھٹو کے ارد گرد موجود تھے اور ظاہر ہے یہ وہ لوگ تھے جو کسی بھی صورت میں جناب بھٹو کے حامی نہیں تھے ان افراد میں مارشل لاء انتظامیہ کی طرف سے مقررہ کردہ سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ کرنل رفیع الدین بھی شامل تھے جن کے متعلق یہ اطلاع بھی بعض ذرائع ابلاغ تک پہنچی کہ انہوں نے جناب بھٹو پر تشدد کیا۔ کہا جاتا

www.bhutto.org

ہے کرنل رفیع اپنے چند ساتھیوں سمیت بھٹو صاحب کے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک دستاویز تھی جس پر انہوں نے بھٹو صاحب کو دستخط کرنے کے لئے کہا بھٹو صاحب نے مبینہ طور پر اس دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت بھٹو صاحب کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ صحت متاثر ہو چکی تھی جناب بھٹو اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ کرنل کے بار بار اصرار کے باوجود جب بھٹو صاحب نے انکار جاری رکھا تو کرنل نے انہیں اٹھنے کا حکم دیا۔ بھٹو نے یہ حکم ان سنا کر دیا جس پر کرنل نے زبردستی انہیں اٹھا لیا اور زور سے دھکا دیا۔ بھٹو دیوار سے جا ٹکرائے اس کے ساتھ ہی کرنل نے ان پر لاتوں اور گھونسوں کی بوچھاڑ شروع کر دی اسی مار پیٹ میں بھٹو صاحب کے ہاتھ سے سونے کی انگوٹھی بھی نکل کر گر گئی اور چھوٹی میز پر پانی کا رکھا ہوا گلاس بھی ٹوٹ گیا اس تشدد کے باوجود بھٹو صاحب نے تحریر پر دستخط کرنے سے انکار جاری رکھا تو تھک کر کرنل جناب بھٹو کو زخمی حالت میں وہیں چھوڑ کر چلا گیا ان کی پسلیوں میں شدید چوٹیں آئیں۔

بھٹو صاحب کی زندگی کی آخری رات ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی رہی ہیں تاہم آخری رات جناب بھٹو کے پاس موجود انسپکٹر جنرل خانہ جات پنجاب چودھری نذیر اختر، جیل سپرنٹنڈنٹ چودھری یار محمد، سپیشل سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ کرنل رفیع الدین، جیل کے میڈیکل آفیسر ڈاکٹر اصغر علی شاہ، اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل مسٹر مجید قریشی، مجسٹریٹ بشیر احمد خان اور جلاد تارا مسیح کے مختلف انٹرویوز جو جناب بھٹو کی پھانسی کے کچھ عرصہ بعد مختلف اخبارات و جرائد اور کتابوں میں شائع ہوئے ان کے مطابق بیگم نصرت بھٹو اور مس بے نظیر بھٹو سے آخری ملاقات کے بعد جناب بھٹو ذہنی طور پر پھانسی کے لئے تیار ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر اصغر علی شاہ نے بتایا کہ پھانسی کی رات جب ایک بجے کاظم بلوچ اور مجید قریشی نے بھٹو کو گہری نیند میں سوئے ہوئے پا کر اور یہ سوچ کر شاید وہ زندہ نہیں رہے تھے، پریشانی کے عالم میں مجھے آکر بھٹو کے متعلق یہ اطلاع دی کہ انہیں نہ معلوم کیا ہو گیا ہے تو میں نے اپنا میڈیکل بکس اٹھایا اور بھاگم بھاگ بھٹو کی کال کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔ میں نے کال کوٹھڑی میں جا کر دیکھا، سابق وزیر اعظم بلاشبہ بے حس پڑے تھے، وہ انتہائی گہری اور پر سکون نیند

www.bhutto.org

جناب بھٹو امریکہ کے وزیر خارجہ ہنری کیسنجر کے ساتھ، بیگم نصرت بھٹو بھی ہمراہ ہیں

www.bhutto.org

سو رہے تھے۔ میں نے اسٹیتھو اسکوپ ان کے سینے پر رکھی اور ان کو زندہ سلامت محسوس کر کے مجھے اندر ہی اندر بے پناہ خوشی۔ محسوس ہوئی میں نے انہیں اوپر تلے دو تین آوازیں دیں، وہ بیدار تو نہیں ہوئے البتہ اس دوران انہوں نے نیند میں خراٹے لینے شروع کر دیئے، اس دوران سپرنٹنڈنٹ جیل اور بعض دیگر حکام بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ بھٹو کو خراٹے لیتے دیکھ کر وہ لوگ اطمینان سے واپس ہوگئے۔ جب کہ مجید قریشی کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بھٹو صاحب کو نیند سے بیدار کر کے، آخری رسومات کے لئے تیار کریں، ایک گھنٹہ بعد انہیں تختہ دار پر کھینچا جانے والا تھا۔ انہیں یہ بات معلوم تھی کہ وہ ۵ر اپریل کا طلوع آفتاب اپنی زندگی میں نہیں دیکھ سکیں گے۔ موت کا تصور، بہت جی دار لوگوں پر خوف اور لرزہ طاری کر دیتا ہے اور پھانسی کے منتظر اکثر لوگ اپنی بہت سی راتیں جاگ کر گزارتے ہیں وہ سونا چاہتے ہیں مگر ان کے اعصاب پر موت کا خوف کچھ طرح طاری ہوتا ہے کہ انہیں کوشش کے باوجود نیند نہیں آتی ایک یہ شخص تھا، بظاہر انتہائی کمزور اور ناتواں شخص کہ دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ میں اس کی موت کا چرچا تھا گھر گھر اس کی متوقع پھانسی کا ذکر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی شام زندگی سے بہت زیادہ قریب ہو چکا ہے مگر موت سے صرف ایک گھنٹہ پہلے وہ انتہائی پرسکون نیند سویا ہوا تھا۔ مجھے بھٹو سے کبھی عقیدت نہیں رہی، میں کبھی اس کی دلکش شخصیت کا اسیر نہیں رہا مگر جب جیل حکام کی طرف سے بھٹو کو آگاہ کر دیا گیا تھا بلکہ بیگم نصرت بھٹو اور مس بے نظیر بھی انہیں بتا گئی تھیں کہ یہ ان کی آخری ملاقات تھی یہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی جس سکون اور اطمینان کی نیند وہ سو رہے تھے، یہ ان کے غیر معمولی اور بڑا آدمی ہونے کا ثبوت تھا۔ ڈاکٹر اصغر علی شاہ کے مطابق، انہوں نے جب بھٹو کو پھانسی سے ایک گھنٹہ پہلے سکون اور اطمینان کی نیند سوتے ہوئے دیکھا تو انہیں گمان گزرا کہ جیسے بھٹو نے اپنی متوقع پھانسی پر یقین نہیں کیا تھا۔ ڈاکٹر اصغر علی شاہ نے بتایا کہ جب مجید قریشی بھٹو کو نیند سے بیدار کرنے میں ناکام رہا تو اس نے نبض دیکھنے کے بہانے بھٹو کی کلائی پکڑ کر انہیں جھٹکا دیا۔ بھٹو نے نیم غنودہ کیفیت میں پوچھا "کون ہے؟" میں نے بتایا کہ میں ڈاکٹر اصغر ہوں اور مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ کی طبیعت خراب ہے، بھٹو نے کہا "مجھے کچھ نہیں ہوا ڈاکٹر میں بالکل تندرست ہوں، جاؤ مجھے آرام کرنے دو" اس موقع پر مجید

www.bhutto.org

قریشی نے کہا سر! آپ کا آخری وقت قریب آ چکا ہے" بھٹو مجید قریشی کی اس بات پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا سر! قریشی ٹھیک کہتا ہے، آپ اٹھ کر غسل کر لیں ایک بج چکا ہے، آپ کو دو بجے پھانسی دے دی جائے گی"۔

مجید قریشی نے کہا سر! گرم پانی کا انتظام موجود ہے اور پھانسی کے تاریخی مرحلے کی طرف بڑھنے سے پہلے آپ کا غسل کرنا ضروری ہے، بھٹو نے جواب دیا، میں پاک صاف ہوں، مجھے غسل کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس وقت مجھے کافی کی طلب ہو رہی ہے اس دوران سیکورٹی فوج کے بعض افسران سمیت جیل کے تمام اعلیٰ افسران بھٹو کی کوٹھڑی میں پہنچ گئے۔ بھٹو نے ان سب کے چہروں کو دیکھا۔

بشیر احمد خان مجسٹریٹ نے ان سے کہا "سر آپ نے کوئی وصیت لکھی ہو تو میں اس پر تصدیق ڈال دوں، بھٹو مسکرائے اور بولے "کیا بھٹو کے قلم سے لکھی گئی وصیت کو کسی چوہے افسر کی تصدیق کی ضرورت ہے" سیکورٹی کے انچارج افسر بولے اب وصیت لکھنے کا وقت گزر چکا ہے، یار محمد بلیک وارنٹ کی عبارت پڑھ کر سناؤ۔"

جیل سپرنٹنڈنٹ نے بلیک وارنٹ پڑھ کر سنایا اور بھٹو سے پوچھا۔ "سر! آپ نے یہ سب سن لیا ہے" بھٹو نے یار محمد کی بات کو نظرانداز کر کے کہا۔

"مسٹر مجید قریشی میں نے تمہیں کافی کے لئے کہا تھا۔ سیکورٹی سے تعلق رکھنے والے ایک اعلیٰ افسر نے اپنی کلائی گھڑی پر سے وقت دیکھتے ہوئے کہا "اب شاید بھٹو صاحب کی اس خواہش کو پورا کرنے کا وقت بھی باقی نہیں رہا ہے۔"

بھٹو بولے تم سب جلاد ہو، مجھے پھانسی دینے کے لئے باؤلے ہو رہے ہو نہ وصیت لکھنے دیتے ہو اور نہ ہی ایک کپ کافی کا دے رہے ہو، جو جی میں آتا ہے کرو میں تعاون نہیں کرتا یہ کہہ کر بھٹو دوبارہ لیٹ گئے۔

یار محمد نے کہا "سر! آپ کے لئے اسٹریچر منگوایا جائے یا آپ پھانسی گھاٹ تک چل کر جانا پسند کریں گے۔

بھٹو نے کوئی جواب نہیں دیا، انہوں نے آنکھیں موندھ لیں اور کروٹ بدل کر یہ ظاہر کیا کہ انہیں کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے، چودھری نذیر اختر نے بھٹو کو مخاطب کر کے کہا

www.bhutto.org

سر! ہم حکم کے بندے ہیں، ہماری مجبوریوں کا خیال کریں" بھٹو نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور بولے، "تم لوگ یہ تو کر سکتے ہو کہ ٹیلی فون پر میری وائف سے میری گفتگو کرادو"۔

چودھری نذیر اختر نے کرنل رفیع کی طرف دیکھا، کرنل رفیع نے برہم ہو کر کہا چودھری صاحب آپ جانتے ہیں کہ اس وقت ہمارے پاس ٹیلی فون کا رابطہ نہیں ہے، پلیز اسٹریچر منگواؤ جلد کرو،

کرنل رفیع کی اس بات پر بھٹو نے کہا اوہ! آئی سی" کرنل رفیع کی بات کوٹھڑی سے باہر کاریڈور میں کھڑے سپاہیوں نے سن لی تھی جیل پولیس کے چند سپاہی اسٹریچر لے کر کوٹھڑی میں آگئے، دو سپاہیوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل کے اشارے پر بھٹو کو اٹھا کر اسٹریچر پر بیٹھا دیا اور ایک تیسرے سپاہی نے ان کے بازو آگے کر کے ہتھ کڑی لگا دی، اس وقت بھٹو اسٹریچر پر اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حسرت بھری نظروں سے اس کال کوٹھڑی کو دیکھ رہے تھے شاید وہ ان دیواروں سے مانوس ہوگئے تھے۔ شاید اس کوٹھڑی کی فضاء سے فرقت کا احساس انہیں گھائل کر رہا تھا، ممکن ہے انہیں اس وقت اپنے وہ پیارے یاد آرہے ہیں، جو ان سے ملنے کے لئے اس کوٹھڑی تک آتے رہے تھے۔ شاید بیگم نصرت بھٹو کی سانسوں کا ارتعاش اور مس بے نظیر بھٹو کی سرگوشیاں ان کے احساس کو چھیڑ رہی ہوں، جب وہ اسٹریچر کو اٹھانے لگے، بھٹو نے کہا "میں خود چل کر سوئے دار چلوں گا" انہوں نے کسی کے جواب کا انتظار نہیں کیا اور اٹھ کر اپنی کال کوٹھڑی میں کاریڈور میں چلے آئے، سیل کا گیٹ عبور کرتے وقت ان کا سر آہنی گیٹ سے ٹکرا گیا اور وہ گرتے گرتے بچے انہوں نے ابھی چند قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ انہیں ایک ٹھوکر لگ گئی، یار محمد نے کہا سر! بہتر ہے، اسٹریچر پر بیٹھ جائیے پھانسی گھاٹ خاصا دور ہے، بھٹو نے کوئی جواب نہیں دیا جیل کے دو سپاہیوں نے اسٹریچر ان کے آگے پھیلا دیا، وہ اسٹریچر میں ایک مرتبہ پھر بیٹھ گئے چار سپاہیوں نے اسٹریچر اٹھایا اور یہ قافلہ کال کوٹھڑی سے پھانسی گھاٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔ ایک روز پہلے بارش کی وجہ سے راستہ خاصا خراب تھا، سب لوگ آگے پیچھے مختلف ٹولیوں میں بٹ کر پھانسی گھاٹ کی طرف بڑھ رہے تھے، جن سپاہیوں کے اسٹریچر اٹھا رکھا تھا، وہ چاروں آبدیدہ

www.bhutto.org

تھے۔ اسٹریچر کو پیچھے سے جن سپاہیوں نے اٹھایا ہوا تھا ان میں سے ایک تو باقاعدہ سسکیاں بھر رہا تھا، بھٹو نے چہرہ گھما کر دیکھے بغیر کہا "تم کیوں روتے ہو جوان، پھانسی تو مجھے دی جا رہی ہے"

جیل کے اس سپاہی کی سسکیاں پھر بھی جاری رہیں، حتیٰ کہ پھانسی گھاٹ آگیا اور پھانسی گھاٹ کے چبوترے سے کچھ فاصلے پر اسٹریچر رکھا جا چکا ہے تو مجید قریشی نے اسٹریچر پر بیٹھے ملک کے سابق وزیر اعظم کے کان میں سرگوشی کی سر تاریخ آپ کی طرف دیکھ رہی ہے"

بھٹو نے آنکھ اٹھا کر مجید قریشی کی طرف دیکھا اور بولے "تاریخ تم سب کو بھی دیکھ رہی ہے۔" اور وہ اٹھ کر کھڑے ہوگئے، انہوں نے انگریزی زبان میں کچھ کہا جیل کے بعض افسران کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے لئے یہ کہا تھا کہ وہ اکیلی رہ گئی ہے جب کہ بعض افسران کہتے ہیں انہوں نے اپنے ملک کے لئے یہ کہا تھا کہ ملک کا لیڈر اس سے چھینا جا رہا ہے۔ اس دوران ان کی ہتھ کڑی کھول کر ان کے ہاتھوں کو پیچھے لے جا کر دوبارہ ہتھ کڑی لگا دی گئی ان سے پوچھا گیا کہ وہ خود پھانسی کے چبوترے پر چڑھ سکیں گے، انہوں نے جواب دیئے بغیر چبوترے کی طرف قدم بڑھا دیئے اور خود کلامی کے سے انداز میں بولے۔

"یہ مجھے تکلیف دیتا ہے" ان کا اشارہ غالباً ہاتھوں کے باندھے جانے کی طرف تھا، جب وہ پھانسی کے چبوترے، کی طرف بڑھ رہے تھے بظاہر کسی کو بھی یہ یقین نہیں تھا کہ وہ آٹھوں زینے چڑھ سکیں گے کیونکہ ان کی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں، وہ انتہائی کمزور اور لاغر دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی ٹانگیں اس طرح لگتی تھیں جیسے کسی بچے کی نحیف ٹانگیں ہوں یہ ٹانگیں عام آدمی کے بازوؤں سے مشابہ تھیں جب انہیں ۷۰ کلفٹن سے گرفتار کر کے کوٹ لکھپت جیل میں بند کیا گیا تھا اس وقت ان کا وزن ایک سو ساٹھ پونڈ تھا اور آج جب وہ تختہ دار کی طرف قدم اٹھا رہے تھے، وہ صرف ۸۰ پونڈ کے رہ گئے تھے۔ پھانسی کے چبوترے پر کھڑے ہو کر ملک کے سابق وزیر اعظم نے گیس لیمپوں کی روشنی میں اور چاندنی میں دکھائی دینے والے آس پاس کے چہروں پر نظر ڈالی بہت سے شناسا چہروں میں چند چہرے بالکل اجنبی تھے، انہوں نے گرد و پیش پر نظر ڈالی اور بولے "وہ دوسرے کدھر

ہیں" شاید انہوں نے پوچھا تھا کہ نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل میں سزا پانے والے دوسرے لوگ کہاں ہیں۔ بہت سے سننے والوں کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ انہوں نے کیا پوچھا تھا۔ جواب کسی طرف سے نہیں دیا گیا. بھٹو نے اپنے شناسا چہروں کی طرف دیکھا اور آٹھویں چبوترے پر کھڑے ہوکر اپنا دایاں پاؤں اوپر اٹھایا اور زور سے چبوترے پر دے مارا

تارا مسیح نے ان کے چہرے پر نقاب چڑھائی تو انہوں نے اس پر احتجاج کیا اور کہا "اتار دو، اس کی ضرورت نہیں ہے" تارا مسیح نے نقاب چڑھانے کے بعد ان کے گلے میں رسی ڈال کر گرہ لگا دی، ڈاکٹر اصغر علی شاہ نے کہا "سر! اپنا سانس اوپر کھینچ لیں" جب ڈاکٹر ان سے یہ کہہ رہا تھا, بھٹو کچھ کہہ رہے تھے، شاید انہوں نے زندگی کے آخری لمحات میں خدا کو یاد کیا تھا۔ ابھی پھانسی کا لیور نہیں کھینچا گیا تھا کہ انہوں نے تقریباً چیختے ہوئے کہا "فنش اٹ" تاہم بی بی سی پر بھٹو کی پھانسی کی خبر نشر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ پھانسی چڑھتے وقت بھٹو کے آخری الفاظ تھے ــــــ اے خدا میری مدد فرما...... میں بے گناہ ہوں۔

یہ آخری الفاظ تھے جو انہوں نے کہے، اس وقت دو بج کر پانچ منٹ ہو چکے تھے، سپرنٹنڈنٹ جیل کے اشارے پر پھانسی کا لیور گرا دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کا سب سے بڑا لیڈر گیارہ فٹ گہرے گڑھے میں معلق ہو گیا۔

پھانسی کے بعد لاش کو عام طور پر آدھ گھنٹہ سے پون گھنٹہ تک لٹکتے رہنے دیا جاتا ہے، مگر اس پھانسی کے بعد بعض افسروں کو اس قدر بے چینی تھی کہ ڈاکٹر کو صرف چند منٹ بعد پھانسی گھاٹ کے اندر جا کر چیک کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ڈاکٹر اصغر علی شاہ نے پھانسی گھاٹ کے اندر ملک کے سابق وزیر اعظم کو لٹکتے دیکھ کر ان کی نبض دیکھی، انہیں لمحہ بھر کو یوں لگا، جیسے وہ ابھی زندہ ہوں اور پھر اگلے لمحے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے انہوں نے بھٹو کی روح کو اپنی آنکھوں کے سامنے ان کے قفس عنصری سے نکل کر خلا میں تیرتے ہوئے دیکھا ہو، ڈاکٹر اصغر علی شاہ نے بتایا کہ پھانسی گھاٹ میں بھٹو کی لاش لٹکتے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئے تھے، حالانکہ اس وقت تک پھانسی گھاٹ میں ان کے علاوہ جیل کے چند افسر بھی آ چکے تھے، ڈاکٹر اصغر علی شاہ نے اسٹیتھو اسکوپ سے سابق وزیر اعظم کے سینے میں حرارت کا معائنہ کیا، حرکت

www.bhutto.org

میرے کارواں میں شامل کوئی کم نظر نہیں ہے   جو نہ مٹ سکے وطن پر میرا ہم سفر نہیں ہے

www.bhutto.org

قلب بند ہو چکی تھی، ڈاکٹر نے باہر نکل کر سابق وزیر اعظم کی موت کی تصدیق کے لئے بعض کاغذات پر دستخط کئے، بشیر احمد خان مجسٹریٹ نے ان کاغذات پر تصدیق ڈالی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل یار محمد نے بلیک وارنٹ پر لکھا مجرم کو پھانسی پر لٹکا کر مار دیا گیا ہے اور اس کے نیچے اپنے دستخط کر دیئے۔ دستخطوں کی اس کارروائی میں دس پندرہ منٹ اور گزر گئے آدھ گھنٹہ کے بعد جیل کے دو افسر، جلاد تارا مسیح کے بھانجے سمیت پھانسی گھاٹ کے اندر بھٹو کی لاش کو اتارنے کے لئے چلے گئے، لاش کے گلے سے پھندا اتار کر لاش کو اسٹریچر پر ڈال کر پھانسی گھاٹ سے باہر نکالا گیا مجید قریشی نے بتایا کہ جب وہ پھانسی گھاٹ کے اندر پہنچا اور اس نے صادق مسیح کی مدد سے لاش کو اسٹریچر پر ڈالا تو اسے ایک دم یہ خیال آیا کہ پھانسی پر لٹکنے سے پہلے بھٹو صاحب نے ایک طلائی انگوٹھی پہن رکھی تھی مجید قریشی نے صادق مسیح سے انگوٹھی کے بارے میں استفسار کیا۔ صادق مسیح انگوٹھی کو ابھی تک اپنی مٹھی میں دبائے ہوئے تھا۔ اس نے بوکھلاہٹ میں اپنی ہتھیلی کھول دی، طلائی انگوٹھی فرش پر گر گئی مجید قریشی نے یہ انگوٹھی اٹھالی اور اسے امانت کے طور پر اپنے پاس محفوظ کر لیا، بعد میں مجید قریشی نے سہالہ کیمپ جیل میں جا کر یہ انگوٹھی مس بے نظیر بھٹو کے سپرد کر دی، یہ بھٹو مرحوم کی شادی کی انگوٹھی تھی، بیگم نصرت بھٹو کی طرف سے بھٹو مرحوم کے لئے پیار کا سب سے پہلا تحفہ، جب یہ انگوٹھی مس بے نظیر بھٹو نے اپنی والدہ تک پہنچائی تو اس انگوٹھی کو دیکھ کر بیگم نصرت بھٹو رو پڑیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا پھوٹ نکلا، وہ کچھ لمحے اونچی اونچی بے اختیار سسکیاں لیتی رہی شاید انہیں اپنے محبوب شوہر کی رفاقتیں، محبتیں اور ان کے عروج و زوال کے گزرے ہوئے لمحے یاد آ گئے تھے، بیگم نصرت بھٹو کے ساتھ مس بے نظیر بھٹو بھی ہلکان ہوئی جا رہی تھیں، یہ وہ دن تھا جب بھٹو کی لاش کو گڑھی خدا بخش کے قبرستان میں سپرد خاک کیا جا رہا تھا۔

بھٹو کی لاش کو پھانسی گھاٹ میں سے نکال کر کچھ فاصلے پر ایک کونے میں غسل کے لئے لے جایا گیا، غسل کا انتظام پہلے سے کیا جا چکا تھا، غسل کے لئے گرم پانی موجود تھا۔ مولوی محمد حیات نامی ایک شخص کو پولیس ایک روز پہلے سے غسل کے لئے پکڑ لائی تھی، مولوی محمد حیات نے بھٹو کی میت کو غسل دیا۔ اس وقت بھٹو جیل کے لباس میں نہیں تھے انہوں

نے نیلے رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ بقول مولوی حیات محمد نے سینکڑوں مردوں کو نہلایا اور غسل دیا مگر جس قدر عقیدت کے ساتھ اس نے بھٹو کی میت کو غسل دیا وہ شاید ہی اتنی عقیدت سے کسی دوسرے کو غسل دے سکے۔ بھٹو کی میت انتہائی ہلکی پھلکی تھی، بالکل کسی بچے کی طرح یہ غسل دو گیس لیمپوں کی روشنی میں دیا گیا تھا۔ غسل کے بعد اس نے بھٹو مرحوم کی میت کو چار پائی پر ڈالا اور جیل حکام کی طرف سے مہیا کیا گیا کفن اوڑھا دیا۔ بھٹو کا چہرہ انتہائی معصوم اور پر وقار تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی معصول بچہ ہو، جیسے کسی فرشتے کا چہرہ ہو، چہرے سے روشنی کی لہریں پھوٹ رہی تھیں، جس وقت بھٹو کو غسل دیا گیا۔ جیل کے احاطے میں بہت سے لوگ کھڑے تھے مگر ہر سو سکوت طاری تھا، سناٹا اور خاموشی تھی جیسے سارا ماحول سوگوار ہو گیا ہو، کسی مدھر اور کیف نغمے کی طرح۔ مولوی حیات محمد نے بتایا کہ بھٹو کی میت اس قدر ہلکی تھی کہ وہ آسانی کے ساتھ اکیلا اس میت کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا سکتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ سمجھتا ہے کہ قدرت نے اتنے بڑے آدمی کو بہت بڑی سعادت اور سربلندی دی ہے، لوگ اسے تاریخی شخصیت سمجھتے ہیں۔

مولوی حیات محمد نے بتایا کہ غسل سے پہلے اور بعد میں ایک فوٹو گرافر نے بھٹو کی میت کی تصویریں بنائی تھیں وہ لمحے انتہائی ستم ظریف تھے کہ پاکستان ایک "بادشاہ" اگلے جہان جا رہا تھا مگر اس کی میت کو غسل دیئے جانے کے وقت جیل میں کوئی بھی فاتحہ پڑھنے والا موجود نہیں تھا۔ شاید وہ اکیلا شخص تھا جس نے جیل میں بھٹو کی میت پر فاتحہ پڑھی تھی، مولوی حیات محمد نے بتایا کہ جیل والوں نے اگلے روز اسے رخصت کرتے وقت =/۳۰ روپے معاوضہ دینا چاہا تھا مگر اس نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا تھا، جیل والوں نے سمجھا کہ میں پیسے کم ہونے کی وجہ سے نہیں لے رہا، انہوں نے مجھے پچاس روپے دینے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

"بھائی لوگو! میں نے جس شخص کی میت کو غسل دیا وہ ہمارا بادشاہ رہ چکا ہے اور میرے لئے یہی سعادت کافی ہے کہ میں نے اپنے بادشاہ کی میت کو غسل دیا ہے۔

مولوی حیات محمد بھٹو کی میت کو غسل دے کر کفن اوڑھا چکے تو میت پر مختلف خوشبوؤں کا چھڑکاؤ کیا گیا، یہ خوشبوئیں پھانسی کی نگرانی کرنے والے فوجی ہی لائے تھے، بھٹو کی میت کو

تابوت میں رکھ کر راولپنڈی سنٹرل جیل کے مین گیٹ کے بجائے عقبی دیوار توڑ کر باہر نکالا گیااور ایک ویگن میں رکھ کر ائیرپورٹ تک لے جایا گیا۔ جیل کے مین گیٹ کی طرف سے تابوت کو محض اس لئے نہیں نکالا گیا کہ اس طرف سے پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے جیل کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بھٹو کی میت کو جس خصوصی طیارے کے ذریعے اسلام آباد سے سکھر لے جایا رہا تھا، اس کے پائلٹ کو اس بات کا علم تک نہیں تھا کہ وہ کس مشن پر جا رہا ہے پروانہ کے دوران اسے سیکنڈ پائلٹ نے جب یہ بتایا کہ طیارے میں بھٹو کی میت کو لے جایا جارہا ہے تو وہ اس قدر آزردہ خاطر ہوا کہ طیارے پر کنٹرول نہیں رکھ سکا اور اسے اپنے حواس پر قابو پانے کے لئے طیارے کو راستے میں کچھ دیر کے لئے سرگودھا ائیرپورٹ پر اتارنا پڑا۔ بعض حلقوں کا خیال ہے کہ طیارے میں کوئی خرابی ہو گئی تھی حالانکہ ایسا نہیں تھا طیارے میں کوئی خرابی نہیں ہوئی تھی طیارے کا پائلٹ سابق وزیراعظم کی پھانسی اور ان کی معیت کے طیارے میں موجود ہونے کی خبر پر حواس باختہ ہو گیا تھا اور شاید یہ بہت حد تک ایک فطری رویہ بھی تھا۔

اس طیارے کی اسلام آباد سے پرواز کے ساتھ، ایک عظیم سیاست دان اور کروڑوں عوام کے محبوب ترین قائد کے عروج و زوال کی کہانی بظاہر مکمل ہو گئی تھی مگر یہ سفر ابھی باقی تھا، بھٹو کے عروج اور اقتدار کا سفر ابھی باقی تھا، بھٹو نے ایک زمانے میں مس بے نظیر بھٹو کو کہا تھا۔ ''میں قبر میں لیٹ کر اس ملک پر حکومت کروں گا'' اور اس وقت کو واپس لانے کے لئے سابق وزیراعظم نے اپنی نوجوان بیٹی کو اپنی وارث قرار دیا تھا، اسے تلقین کی گئی تھی، کہ وہ اپنے پاپا کی کھوئی ہوئی کرسی حاصل کئے بغیر اپنے لئے شہنائیوں کی بزم نہیں سجائے گی، سعادت مند بیٹی نے اپنے عظیم باپ کے اس حکم کو دل و جان سے قبول کرلیا۔

www.bhutto.org

ڈیتھ سیل ڈائریز

ذوالفقار علی بھٹو شہید کوٹ لکھپت جیل لاہور اور سنٹرل جیل راولپنڈی میں ایام اسیری کے دوران نامساعد حالات اور کسی بھی قسم کی سہولت کی عدم موجودگی کے باوجود اکثر و بیشتر اپنے خیالات، نظریات، احساسات اور اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو صفحہ قرطاس پر بکھرتے رہے۔ جیل میں لکھی گئیں جناب بھٹو کی یہ تحریریں تاریخی دستاویزات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان تحریروں میں سے دو کتابی صورت میں "اگر مجھے قتل کیا گیا" اور "میری سب سے پیاری بیٹی" کے عنوان سے شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کی بعض تحریریں بکھرے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں کی شکل میں جیل کی کال کوٹھری سے کسی نہ کسی طریقہ سے باہر پہنچ گئیں ...... ان تحریروں کو بھی "ادبی شاہپارے" قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆ ۴ر جولائی ۱۹۷۷ء کی شب یا ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کی صبح ایک بجکر بیس منٹ پر کھانے کے بعد جب کہ باغی اپنا کام شروع کر چکے تھے حفیظ پیرزادہ نے مجھے مبارکباد دی کہ بحران دور ہو گیا ہے۔ میں نے ہنس کر ممتاز بھٹو سے کہا وہ حفیظ پیرزادہ کی خوش فہمی دور کر دیں۔ ممتاز بھٹو نے جواب دیا کہ اس غرض کے لئے انہیں حفیظ پیرزادہ کو سکھر بیراج پر لے جانا پڑے گا۔ جہاں زبردست سیلاب آیا ہوا ہے۔

اس پر ہم تینوں نے ایک قہقہہ لگایا۔

لیکن تیس منٹ بعد............ ہم نے ایک دوسرا قہقہہ سنا وقت بتائے گا کہ

www.bhutto.org

No individual [redacted] is endowed with the power [redacted] to "disqualify" me from the political life of Pakistan. [redacted] Politics is [redacted] not the legal seizure of the State machinery. Politics [redacted] is not the conversion of a flourishing society into a wasteland. [redacted] Politics is the soul of life. It is my eternal romance with the people. Only the people can break this eternal bond, [redacted]. To me politics and the people are synonymous. This is a self-evident and [redacted] tautological truth. You or your coterie have no right to take away my spiritual and inseparable links with the beloved [redacted] people of my country. It is an inseparable part of my [redacted] heritage. My blood is in the blood of Pakistan. I am a part of its dust, a part of its aroma. The tears of the people are my tears. [redacted] A smile on their beautiful face is a part of my smile. A river can change its course [redacted] but I cannot change my course. My destiny is in the hands of the people. Only the people have the right to sever or seal their affinities with me.

"Have you not done enough. Surely your thirst for senseless revenge is not completely unquenchable. Is your appetite for primitive vendetta so [redacted] insatiable as to stop at nothing? I will not [redacted] remind you of the voluntary oaths you took in the house of the then Chief Minister of the Punjab in Multan nor the one you took in the Prime Minister's House in Rawalpindi before I appointed you Chief of the Army Staff.

آخری قہقہہ کون لگائے گا۔

☆ میں ایک قوم بنانے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ میں عوام کی خدمت کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ میں کال کوٹھری میں رہنے یا غداروں کی انتقامی پیاس کو پورا کرنے کے لئے پھانسی پر چڑھنے کے لئے پیدا نہیں ہوا ہوں۔ میں ایک ظالم گروہ کی طرف سے اہانت اور غیرانسانی سلوک کے لئے پیدا نہیں ہوا ہوں
......میں عوام کو آزادی، عزت اور وقار دینے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے ضیاء ہمیشہ جھکے رہے

www.bhutto.org

☆ واقعہ یہ ہے کہ صرف ایک بغاوت کے نتیجہ میں عوام کو ترقی ملی وہ تھی نپولین بونا پارٹ کی بغاوت ...... لیکن نپولین ایک دیو تھا ...... بے انتہا ذہین ...... اس سے زیادہ مکمل شخصیت کسی کی نہ تھی وہ ایک غیر معمولی ایڈمنسٹریٹر اور سکالر تھا ...... میرے خیال کے مطابق نپولین کی نثر چارلس ڈیگال کی نثر سے زیادہ معیاری ہے ...... لیکن اس فوجی ڈکٹیٹر نے بھی "واٹر لو" کے میدان میں لا کھڑا کیا تھا۔

کسی فرد واحد کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مجھے پاکستان کی سیاسی زندگی سے جدا کر سکے سیاست سرکاری مشینری کی غیر قانونی ملکیت نہیں ہے۔ سیاست ایک پھلتے پھولتے معاشرے کو ایک بنجر زمین میں تبدیل کر دینے کا نام نہیں ہے۔ سیاست زندگی کی روح ہے یہ میرا اپنے عوام کے ساتھ ابدی عشق ہے۔ صرف عوام ہی اس ابدی بندھن کو توڑ سکتے ہیں۔ میرے نزدیک سیاست اور عوام ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں، یہ ایک مکمل اور منہ بولتا ہوا سچ ہے۔ تمہیں اور تمہارے حاشیہ برادروں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ میرے ملک کے پیارے عوام سے میرا روحانی اور لازوال رشتہ توڑ سکیں ...... یہ میرے ورثہ کا اٹوٹ حصہ ہیں ...... میرا خون پاکستان کے خون میں شامل ہے ...... میں اس وطن کی گرد و غبار اور خوشبوؤں کا حصہ ہوں ...... یہاں کے عوام کے آنسو میرے آنسو ہیں اور ان کے خوبصورت چہروں کی مسکراہٹ میری اپنی مسکراہٹ ہے ...... ایک دریا اپنا راستہ تبدیل کر سکتا ہے مگر میں اپنا راستہ تبدیل نہیں کر سکتا ...... میری تقدیر عوام کے ہاتھوں میں ہے صرف عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ میرے ساتھ اپنی محبتوں اور وابستگیوں کی پرکھ کریں ...... کیا تمہارا ابھی جی نہیں بھرا؟ یقیناً تمہارے انتقام کی پیاس کبھی بھی بجھ نہیں سکتی، کیا تمہارے وحشیانہ انتقام کی بھوک اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ تمام حدود پار کر گئی ہے ...... میں تمہیں تمہارا وہ وفاداری کا حلف یاد نہیں دلاؤں گا جو تم نے ملتان میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب کے گھر پر اٹھایا تھا اور نہ تمہیں اپنے ساتھ وفادار رہنے کا وہ حلف یاد دلاؤں گا جو تم نے میری طرف سے چیف آف دی آرمی سٹاف مقرر کئے جانے سے پہلے راولپنڈی میں وزیر اعلیٰ ہاؤس میں میرے سامنے اٹھایا تھا۔

www.bhutto.org

" آج جب میں اس تنگ و تاریک کوٹھڑی کی چار دیواری میں گھرا بیٹھا ہوں تو میرے ذہن پر اس زندگی کی پورا عکس پھیلا ہوا ہے جو میں نے اپنے عوام کی خدمت میں گزاری۔ اس قید تنہائی میں میں نے اپنے تمام تر ماضی کو دوبارہ گزار لیا ہے۔ وہ مناظر جو میرے ذہن میں ابھر رہے ہیں۔ حقیقی جشنوں اور تہواروں کی صورت میں گزرے ہیں۔ میں ان بے شمار شاندار وقتوں کو یاد کر رہا ہوں۔ جب برصغیر تقسیم ہوا، جب نوجوان نسل نے بغاوت کی، جب پاکستان اور بھارت کی جنگیں ہوئیں، جب دیوہیکل سیاست دانوں سے میرے اوسان کے مقابلے ہوتے رہے" آسترو سکی اپنے ناول ہاؤ دی سٹیل وار ٹیمپرڈ میں کہتا ہے۔

"انسان کی سب سے قیمتی متاع جو اسے ملتی ہے اور ایک ہی بار ملتی ہے وہ اس کی زندگی ہے اور اس کی بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہ اس انداز سے جی کر دکھائے جس میں بزدلی اور بے لطف ماضی کی کوئی ندامت موجود نہ ہو، پس انسان زندہ رہے تو ایسے رہے کہ اسے بے مقصد اذیتیں نہ سہنی پڑیں اور مرتے وقت وہ فخر سے کہہ سکے کہ میری تمام زندگی اور میری تمام تر قوت کائنات کے عظیم ترین مقصد کے لئے صرف ہوئی ہے اور وہ مقصد نوع انسانی کی آزادی اور نجات تھا۔ "

www.bhutto.org

بھٹو کے قتل کے بعد جنرل ضیاء خوشی سے رقصاں ہیں

www.bhutto.org

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

جناب بھٹو کی تقاریر سے اقتباسات

☆ میں لاالہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر خود میدان میں نکلوں گا۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ چاہے مجھ پر کیسے ہی ظلم و ستم ٹوٹیں میں آمریت کا ہر قیمت پر مقابلہ کرونگا۔

۲۱ر ستمبر ۱۹۶۸ء حیدر آباد میں کارکنوں سے خطاب

☆ میں نے عوام کی خدمت کی ہے اور آئندہ بھی عوام کے شانہ بشانہ عوام کی خدمت کروں گا۔ ہم عوام کے سارے حقوق دلا کر آرام کریں گے۔ کوئی طاقت ہمارے ارادوں کو نہیں بدل سکتی۔ مجھے جذباتی کہا جاتا ہے لیکن میں جذباتی نہیں غیرت مند ہوں۔

۲۵ر جنوری ۱۹۶۸ء فیصل آباد میں جلسہ عام سے خطاب

☆ دنیا امیر اور غریب قوموں میں تقسیم ہو چکی ہے اور غربت کے خاتمے کے لئے غریب قوموں کا اتحاد بہت ضروری ہے۔

☆ عالمی طاقتیں پاکستان کو اپنے زیر نگیں رکھنے کی کوشش میں ہیں۔ مفاد پرست بھی پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور دشمن بھارت بھی خاموش نہیں وہ پاکستان کے ٹکڑے کر کے اسے ختم کر دینے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ ان منصوبوں کے زیر عمل آنے سے پہلے دانشوروں کو آگے بڑھ کر ترقی پسندانہ

www.bhutto.org

اور سائنٹفک سیاسی عمل اختیار کرنا چاہئے اور پاکستان کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لئے آج سے عمل شروع کر دینا چاہئے۔

۱۸ر جنوری ۱۹۶۸ء خانیوال بار ایسوسی ایشن سے خطاب

☆ ایک مسلمان کی حیثیت سے مجھے خدا پر یقین ہے۔ چاہے آپ اسے غلط سمجھیں یا صحیح، میں سمجھتا ہوں کہ یقین یا تو ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کے متعلق بحث بے سود ہے ...... میں اعتقاد رکھنے والا آدمی ہوں میں اس بات کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں کہ میں اپنے یقین سے منحرف ہو جاؤں۔

اوریانہ فلاشی ــــــ بھٹو سے انٹرویو

☆ میں ملک اور قوم کا لیڈر ہوں، جیل اور موت سے نہیں ڈرتا، جان دے دو نگا رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔

"میں اپنے عوام اور مادر وطن کے لئے جدوجہد کرتا رہوں گا۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت مجھے اس راہ سے نہیں ہٹا سکتی۔ پاکستان کے عوام کی گرم جوش محبت کے مقابلے میں یہ مصیبتیں میرے لئے سکون بخش ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور میں نہ رعایتیں چاہتا ہوں نہ سہولتیں۔"

"جب تک ملک میں عوامی حکومت قائم نہیں ہوتی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ میں حق پر ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ میں نے اپنے آپ کو عوام کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ عوام چاہیں تو میرا محاسبہ کر سکتے ہیں۔"

(یکم نومبر ۱۹۶۸ء ڈیرہ اسماعیل خان)

"پاکستان کے مزدور اور محنت کشو! ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔

"پاکستانی عوام باشعور اور زندہ ہیں یہاں صرف قیادت کا فقدان ہے لیکن وقت تبدیل ہو چکا ہے۔ زمانہ نئی کروٹ لے رہا ہے اور مردہ سیاسی جماعتوں کا سفر ختم ہونے والا ہے۔ وقت کی رفتار ایسے لیڈروں کو پیچھے چھوڑ جائے گی جو خاموش رہنے اور گوشہ عافیت تلاش کرنے کے عادی ہیں عوام کی جنگ لڑنے والے یقیناً آگے آجائیں گے عوام ہی طاقت کا

www.bhutto.org

سرچشمہ ہیں اور پاکستان کے مسائل کا حل یہی ہے کہ عوام کی تائید سے طاقت حاصل کی جائے۔ ''

۱۸ر جنوری ۱۹۶۸ء

'' میں چاہتا ہوں عوامی مسائل حل ہوجائیں۔ نوکر شاہی ختم ہو جائے، طلباء مزدروں اور ہاریوں کو ان کے حقوق مل جائیں، ملک میں جمہوریت بحال ہو جائے عوام کو ان کے تمام حقوق ملنے چاہئیں کوئی شخص ان کے اس قدرتی حق پر غاصبانہ قبضہ نہیں کر سکتا۔ ''

'' ہم ملک میں ایسا نظام رائج کرنا چاہتے ہیں جس میں کوئی بھی شخص ناجائز کام کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرے ہم جمہوریت چاہتے ہیں اقتصادی انصاف بھی چاہتے ہیں۔

'' قادر مطلق خدا پر غیر متزلزل ایمان کے ساتھ جو تمام انسانوں اور حیوانوں کا پالنے والا ہے اور دین اسلام کے لئے جذبہ غیرت رکھتے ہوئے اور پاکستان کے مقاصد کے لئے اپنے آپ کو کلی طور پر وقف کرتے ہوئے ہم سب اللہ کا نام لے کر اس عظیم کام کی ابتداء اور اتحاد عوام کا اعلان کرتے ہیں اس یقین محکم کے ساتھ کہ اتحاد عوام سے اور اجتماعی تدبیر سے سوچ بچار کی بدولت پاکستان کی خدمت میں مگن ہوکر ہم اپنے شاندار مستقبل کی طرف گامزن ہوں گے اور دنیا میں عدل و انصاف اور امن قائم کرنے کا موجب بنیں گے۔ ''

(پاکستان پیپلز پارٹی کی تاسیسی دستاویز سے اقتباس)

'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے کہ میں نے اسلام کی خدمت کی ہے کہ نہیں۔

'' ہم نے مساوات کا نعرہ لگا کر سرمایہ داروں اور سامراجی ملکوں کی دشمنی مول لی ہے لیکن عوام ہمارے ساتھ ہیں ہم ضرور کامیاب ہوں گے اور ملک سے غربت و افلاس ختم کردیں گے۔ ''

(جلسہ عام سے خطاب)

www.bhutto.org

"ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امریکہ ایک بڑی طاقت ہے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ امریکہ کے اشارے پر پاکستان بھارت کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔ پاکستان کے عوام ایسا سودا منظور نہیں کریں گے، جس سے ملکی سالمیت اور آزادی سب ہو جانے کا خطرہ ہے۔"

۲۱ر جنوری ۱۹۶۸ء، ساہیوال

"جب ہم سوشلسٹ نظام کی حمایت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مذہب کی نفی کرتے ہیں۔ یہ ملک اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اور ہم اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ہمارے عوام کا مذہب اسلام ہے اور اسلام ایک ایسا رشتہ ہے جس میں مختلف علاقوں کے لوگوں باہم منسلک ہیں۔ جمہوریت ایک ایسا سیاسی نظام ہے جو قائد اعظم ؒ نے اس ملک کے لئے منتخب کیا تھا اور سوشلزم ان اقتصادی برائیوں کا علاج ہے جو پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہیں۔ اس خیال میں کوئی صداقت نہیں کہ اسلام اور سوشلزم ایک دوسرے کی ضد ہیں قائد اعظم ؒ نے فرمایا تھا کہ پاکستان اسلامی سوشلسٹ نظام اپنائے گا۔"

(ذوالفقار علی بھٹو ۱۴ر فروری ۱۹۶۹ء لاڑکانہ میں خطاب)

"پیپلز پارٹی قائد اعظم کے نظریہ سوشلزم کی داعی ہے اور وہ رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے گاؤں گاؤں اور گھر گھر جائے گی اور عوامی حاکیت کی بحالی کے لئے ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنے سے نہیں گھبرائے گی۔

(۲۳ر جنوری ۱۹۶۸ء، چوہڑ کانہ)

"ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ کہ ہم تاشقند میں مسئلہ کا فوری حل تلاش نہیں کر سکے۔ اعلان تاشقند بذات خود کوئی منزل نہیں اور نہ ہی بھارت سے ہمارے تعلقات میں تبدیلی کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ مسئلہ کشمیر کے دائمی اور پرامن حل کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ شہدا نے اس خریدے ہوئے امن کے لئے اپنا خون بہایا ہے ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جاسکتیں۔ ہم خود کو ان کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کرتے

www.bhutto.org

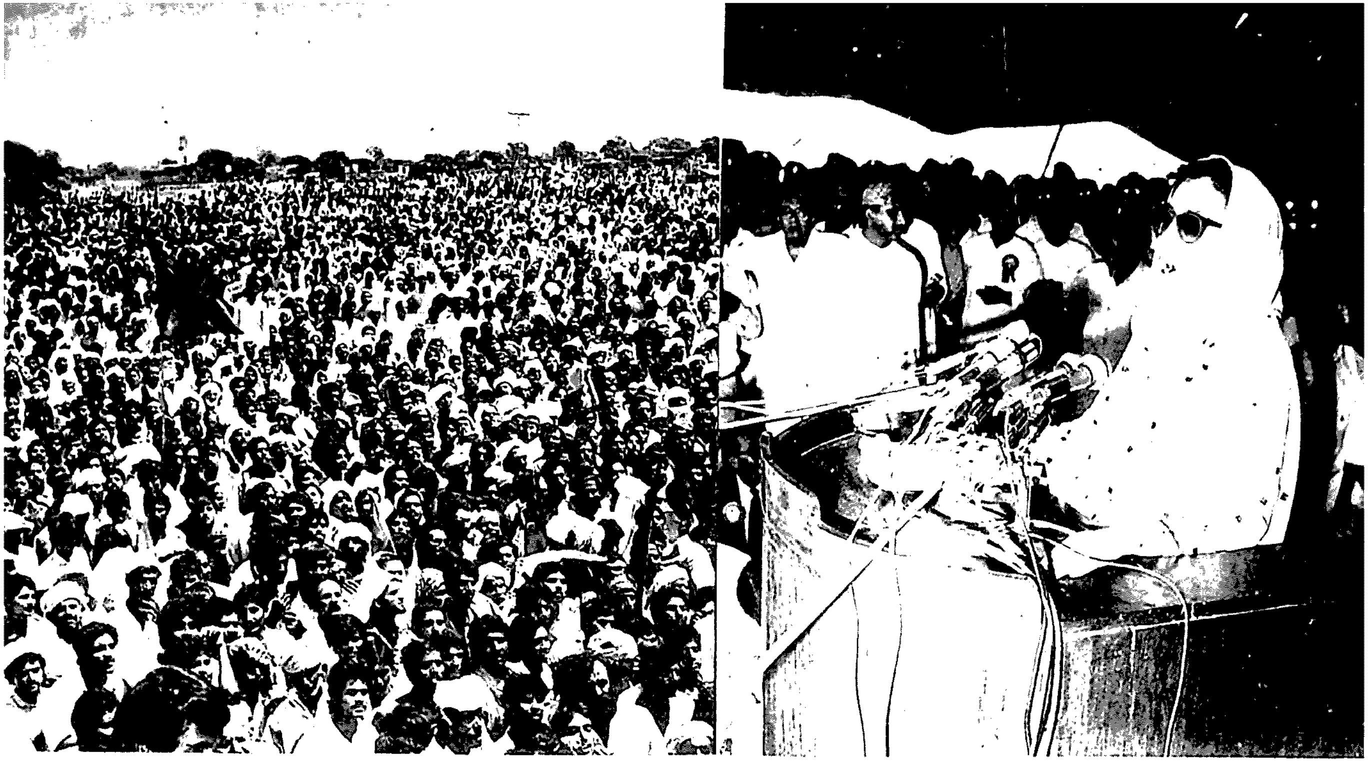

بھٹو کی تصویر بے نظیر......

www.bhutto.org

رہیں گے۔ ''

(۱۵ر جنوری ۱۹۶۸ء، حیدر آباد)

''برصغیر پاک و بھارت کو چین سے کوئی خطرہ نہیں جہاں تک عوامی جمہوریہ چین کا تعلق ہے پاکستان اس کے متعلق بھارت یا امریکہ کے نظریات سے کبھی متفق نہیں ہو سکتا پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کو اپنے قومی مفاد کے مطابق تشکیل دینے کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت گوارا نہیں کرے گا۔ ''

''عوام کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور پاکستان کے علاوہ تمام ایشیاء، یورپ، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے لوگوں کی نگاہیں پیپلز پارٹی پر لگی ہوئی ہیں جو خالصتاً عوام کی پارٹی ہے۔ یہ کنونشن لیگ اور ری پبلکن پارٹی کی طرح اوپر سے مسلط نہیں کی جارہی۔

نئی پارٹی بنانا اور چلانا آسان کام نہیں ہے لیکن ہم عوام کے تعاون سے تمام مشکلات پر قابو پالیں گے، کیونکہ اصولوں کو نہ تو قربان کیا جاسکتا ہے اور نہ انہیں ناکامی ہو سکتی ہے۔ یہ درست ہے کہ ابتداء میں انقلابی تحریکیں چلانے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن ایسی عوامی تحریکیں کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوتی ہیں۔ ''

(لاہور ۳۰ر نومبر ۱۹۶۷ء)

''نوآبادیاتی نظام کا ڈھانچہ تہہ و بالا ہونے والا ہے۔ ایشیاء اور افریقہ نئی توانائیوں کے ساتھ بیدار ہو رہا ہے۔ ایشیائی قیادت کے سامنے بنیادی مسئلہ ان کی خود مختاری کے چیلنج کا مسئلہ ہے مغرب میں جس روز ایشیائی قیادت کو مساوات اور برابری کی بنیاد پر تسلیم کر لیا گیا، اسی دن عالمی امن کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔ ''

''ویت نام کی جنگ افریشیائی ملکوں کی جنگ ہے پاکستان کے عوام حریت پسند تحریکوں اور آزادی کی جدوجہد کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور ایشیا میں آزادی کی تحریکوں نے واضح کر دیا ہے کہ مشرق پر مغرب کی بالا دستی کا سفینہ ڈوب رہا ہے۔ ''

''جب تک بھارت ریاست جموں و کشمیر میں اپنی جارحیت ختم نہیں کرتا اس سے تعاون کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ''

الفقر۔ ۳۰ر اپریل ۱۹۶۶ء

www.bhutto.org

"میرے عظیم دوست سوئیکارنو کا قول ہے کہ آگے بڑھتے جاؤ، پیچھے مت دیکھو۔"

"افریشیائی اتحاد کے لئے بن بیلا، ابو بکر تقاوی سوئیکارنو اور دوسرے رہنماؤں کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ افریشیائی ممالک غربت کے خاتمے غیر ملکی مداخلت سے نجات اور حصول انصاف کی جدوجہد میں ضرور کامیاب ہوں گے اور کوئی طاقت ان کے آہنی عزم کو متزلزل نہیں کر سکے گی۔"

۲۳ر نومبر ۱۹۶۶ء لاہور

"ہماری زندگی اور وجود کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم اپنے آپ کو پاکستانی اور صرف پاکستانی سمجھیں جب بھارتی حکمرانوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ لاہور پر قبضہ کرلیں گے تب میں نے کہا تھا کہ بھارت میں کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو لاہور کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے، ہمیں ہمت اور استقلال کی ضرورت ہے، ہم حق پر ہیں اور انشاء اللہ فتح یاب ہوں گے۔

(۱۲ر اگست ۱۹۶۶ء لندن)

"وقت آئے گا کہ قسمت کا پہیہ گردش کرے گا اور اس کی گردش کے انقلاب سے ایک بہتر مستقبل طلوع ہو گا۔" ...... (عدالت عالیہ میں بیان حلفی سے اقتباس، ...... "ہم مسلمان ہیں اور ہمیں اس پر فخر ہے" ...... بھٹو ...... "قرار داد لاہور ہماری منزل تھا لیکن ہماری جدوجہد نے جو پاکستان حاصل کیا وہ اس سے کم ہے۔" بھٹو "مشرقی پاکستان کے عوام کا استحصال مغربی پاکستان کے مزدور کسان اور دانشور نے نہیں بلکہ استحصالی اقتصادی نظام نے کیا ہے۔" ...... بھٹو ...... "کاشت کار اور مزدور ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔"

۱۸ر جولائی ۱۹۶۹ء بنی والا (پشاور)

کسانوں کے اجتماع سے خطاب

"اقتصادی تبدیلیوں کے بغیر ملکی مسائل کا حل ناممکن ہے"

"ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور جمہوریت ہی عوام کا بنیادی حق ہے"

www.bhutto.org

"اسلام اور پاکستان کی عظمت اسی میں ہے کہ غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کو خوشحال بنایا جائے۔"

"پیپلز پارٹی مزدوروں، کسانوں، طالب علموں اور دانشوروں کا اتحاد ہے۔"

"ہمیں خوددار قوموں کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ورنہ بڑی طاقتیں ہمیں کھا جائیں گی۔"

"کسی ملک کی خارجہ پالیسی اس کی داخلہ پالیسیوں اور قومی مفادات پر تشکیل پاتی ہے اور خارجہ پالیسیاں ہمیشہ داخلی حالات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔"

"افریشائی عوام کا سنہرا مستقبل افریشیائی اتحاد کی بنیادوں پر تعمیر ہوگا اور افریشیائی قوموں کا اتحاد ایک تاریخی حقیقت ہے جسے دنیا کی بڑی سے بڑی سازش ناکام نہیں بنا سکتی"

الجزائر میں پریس کانفرنس سے خطاب

"پاکستان کے موجودہ حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ لمبا راستہ اختیار کیا جائے ہمیں تجربے نے یہ بتا دیا ہے کہ جب ایسے مسائل درپیش ہوں جن سے ملک اور عوام کی تقدیر وابستہ ہو، آسان اور چھوٹا راستہ دراصل منزل سے آشنا نہیں کرتا بلکہ سراب کی نشان دہی کرتا ہے۔"

www.bhutto.org

حوالہ جات

۱۔	متھ آف انڈی پینڈینس	ذوالفقار علی بھٹو
۲۔	پولیٹکل سچوایشن ان پاکستان	ذوالفقار علی بھٹو
۳۔	دی گریٹ ٹریجڈی	ذوالفقار علی بھٹو
۴۔	تیسری دنیا اتحاد کا تقاضا	ذوالفقار علی بھٹو
۵۔	اگر مجھے قتل کیا گیا!	ذوالفقار علی بھٹو
۶۔	بے نظیر بھٹو کے نام آخری خط	ذوالفقار علی بھٹو
۷۔	سپریم کورٹ میں آخری بیان	ذوالفقار علی بھٹو
۸۔	زلفی مائی فرینڈ	پیلو مودی
۹۔	دیدہ ور	کوثر نیازی
۱۰۔	اور لائن کٹ گئی	کوثر نیازی
۱۱۔	ذوالفقار علی بھٹو بچپن سے تختہ دار تک	سلمان تاثیر
۱۲۔	سورج بکف شب گزیدہ	ستار طاہر
۱۳۔	بھٹو کی سیاسی پیش گوئیاں	حامد میر
۱۴۔	مردہ بھٹو زندہ بھٹو	ستار طاہر
۱۵۔	پرائم منسٹر ہاؤس میں بھٹو کی آخری رات	ادیب جاودانی

www.bhutto.org

۱۶۔ بھٹو، ضیاء اور میں	جنرل فیض علی چشتی
۱۷۔ افواہ اور حقیقت	الطاف قریشی
۱۸۔ مون ڈائجسٹ، "بھٹو نمبر"	
۱۹۔ کھیل رنگ، "بھٹو نمبر"	
۲۰۔ بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن	کرنل رفیع الدین
۲۱۔ صدر فرانس کی خصوصی تحریر	
۲۲۔ بھٹو صاحب	ضیاء ساجد
۲۳۔ میرا لہو	فرخ سہیل گوئندی
۲۴۔ کال کوٹھری سے بھٹو کی آخری تحریر	ترجمہ رشید بٹ
۲۵۔ جدوجہد کے پچیس سال	فرنٹیئر پوسٹ پبلیکیشنز

www.bhutto.org

مصنف

سجاد بخاری لکھاریوں کی نوجوان نسل سے تعلق رکھتے ہیں وہ پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی اداروں سے تعلیم یافتہ ہیں۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے گریجوایشن کرنے کے بعد انہوں نے 1981ء میں قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے فرانسیسی زبان و ادب میں ایم اے کیا۔ 1985ء میں سجاد بخاری نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے پولٹیکل سائنس اور اسی یونیورسٹی سے 1987ء میں ایم اے تاریخ کی ڈگری حاصل کی۔ زیر نظر کتاب "ذوالفقار علی بھٹو - ولادت سے شہادت تک" سجاد بخاری کی پانچویں تصنیف ہے۔ اس سے قبل ان کی چار کتابیں شائع ہو کر ادبی و سیاسی حلقوں میں داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ 1977ء میں سجاد بخاری کی پہلی تصنیف فصیلِ درد کے نام سے شائع ہوئی۔ 1982ء میں فرانسیسی زبان میں ان کی تحریر کردہ کتاب LA PREMIÈRE LUEUR شائع ہوئی۔ سجاد بخاری واحد پاکستانی ہیں جنہیں فرانسیسی زبان میں کتاب لکھنے کا اعزاز حاصل ہے۔ 1991ء میں "ایک لیڈر، ایک سپاہی" کے عنوان سے ان کی تیسری کتاب شائع ہوئی جبکہ 1992ء میں سجاد بخاری کی تصنیف "یورپ کا بہترین ادب" شائع ہوئی۔ ادب کے ساتھ ساتھ صحافت کے شعبہ سے بھی سجاد بخاری کا گہرا تعلق رہا ہے۔ ان دنوں وہ روزنامہ مساوات لاہور کے چیف ایگزیکٹو ہیں اس کے علاوہ وہ متعدد جرائد کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ سجاد بخاری نے 1974ء تا 1976ء ماہنامہ آنکھیں راولپنڈی، 1976ء تا 1978ء ماہنامہ جرس کارواں راولپنڈی، 1978ء تا 1981ء "دی زبان اسلام آباد" اور 1989ء تا 1933ء ماہنامہ پیپلز گزٹ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے ——

سجاد بخاری نے متعدد فرانسیسی کتب کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- LE MÉDECIN MALGRÉ LUI by MOLIÈRE
2- LES MOUCHES by JEAN PAUL SARTRE
3- SANS FAMILLE by HECTEUR MALOT
4- LE MARIAGE FORCÉ by MOLIÈRE

سجاد بخاری کی نئی تصنیف "لیڈر آف ٹوڈے" ان دنوں زیر تکمیل ہے

فکشن ہاؤس
18 - مزنگ روڈ —— لاہور

www.bhutto.org